یونیورسٹی آف پشاور

شاہ ولی اللہ دہلویؒ

اور

اُن کے اقتصادی نظریات

مقالہ برائے پی ایچ ڈی

مقالہ نگار :- محمد دین

زیرِ نگرانی :- ڈاکٹر قاضی مجیب الرحمٰن الازہری

۱۹۸۶ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً
اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا
كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا
مَّحْسُوْرًا ○

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ ط

(بنی اسرائیل ۲۹)

فہرست

باب سوم : * انسان کی اولین معاشی ضروریات (۳۱۱ تا ۳۱۹) *

باب چہارم: * تصباتی زندگی اور اس کے معاشی لوازم (۳۲۰ تا ۳۳۲) *

باب پنجم: * شہری یا قومی حکومت اور اس کے معاشی امور (۳۳۳ تا ۳۶۳)

باب ششم : * بین الاقوامی حکومت اور اسکا مالی نظام (۲۶۳ تا ۲۹۰) *

باب ہشتم: * معاشیات کی بنیاد - تعاون و اشتراک * (۴۲۶ تا ۴۵۷)

باب نہم: (* معاشی تنزل کے اسباب (۴۵۸ تا ۴۹۲) *)

****

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم -

بسم اللہ الرحمن الرحیم ہ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم و بعد -

زیر نظر مقالہ اسلام کی معاشی تعلیمات کو شاہ ولی اللہ دہلوی کی تشریحات کی روشنی میں سمجھنے کی ایک کوشش ہے -

شاہ ولی اللہ دہلوی برصغیر پاک و ہند میں بارھویں صدی ہجری کے وہ عظیم المرتبت مصلح اور مجدد ہیں " جنکی تحریک اصلاح کے مبارک اثرات آج تک جاری ہیں - اور کم از کم برصغیر ہند کے دینی ادارے ' علوم دینیہ کے مراکز ' اسلام کی سربلندی کی کوششیں اور تحریکات اور دینی علمی و تصنیفی سرگرمیاں انکی مساعی کے نتائج سے ابھی تک متمتع ہو رہی اور انکے سایہ میں اپنا سفر طے کر رہی ہیں - " (۱)

راقم کو اپنی کالج کی تعلیم کے دوران بعض ایسے دوستوں سے واسطہ پڑا جنہیں اپنی کم فہمی اور غیر اسلامی لٹریچر و پروپیگنڈہ کی تاثیر میں گرفتار ہو جانے کے باعث اسلام کے ربانی نظام حیات میں طرح طرح کی خامیاں نظر آتی تھیں - خاص طور پر اپنے اردگرد پھیلی ہوئی معاشی ناہمواریوں کو وہ (خاکم بدہن) اسلام سے منسوب کر کے اسے ہدف تنقید بنانا ایک بڑی قومی خدمت سمجھتے تھے -

---

(۱) تاریخ دعوت و عزیمت ج پنجم - ابوالحسن علی ندوی - ص - ۱۱ - ۱۰ کراچی

چنانچہ راقم شروع ہی سے ایسے سہل اور مفید اسلامی لٹریچر کی تلاش میں رہا جو اسلام کے روشن چہرے کو اس قسم کے سطحی گردوغبار سے صاف کر سکے اور مسلمانوں کو ایسے کردار کا گرویدہ بنا سکے جس سے دین اسلام کی عظمت و شان میں اضافہ ہو - اس دوران مجاہد ملت حضرت مولانا عبیداللہ سندھی کی بعض تحریریں سامنے آئیں جنہوں نے شوق کو مزید مہمیز کیا اور اس سلسلے میں جتنا لٹریچر ملتا رہا - نظر سے گزرتا رہا -

پھر جب ڈاکٹریٹ کے لئے موضوع کے انتخاب کا مسئلہ در پیش آیا تو راقم نے اپنی دیرینہ خواہش یعنی اسلام کے معاشی نظام کی تشریح و تحقیق کے متعلق اپنے مشفق و مکرم استاد جناب ڈاکٹر قاضی مجیب الرحمان الازہری کے سامنے اپنی رائے ظاہر کی - جس پر انہوں نے خوشی کا اظہار کیا اور شاہ ولی اللہ دہلوی کے افکار کی روشنی میں اسلام کے معاشی نظام کی تشریح و تحقیق کو وقت کی اہم ضرورت قرار دیا -

مزید رہنمائی کیلئے استاد محترم جناب مولانا عبدالقدوس قاسمی (سابق جج وفاقی شرعی عدالت پاکستان) اور مصنف شہیر علامہ ابوالحسن علی ندوی (لکھنئو) سے رابطہ قائم کیا - ان بزرگوں نے مفید مشوروں اور دعاوں کے ساتھ ساتھ مذکورہ بالا موضوعِ تحقیق کو نہایت پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا - چنانچہ اللہ کا نام لیکر مقدور بھر مطالعہ اور علماء، محققین اور اسلامی معاشیات کے ماہرین سے بالمشافہ وبالکتابۃ جیسے بھی ممکن ہوا، استفادہ جاری رکھا -

اس ضمن میں جن قابل احترام اساتذہ و محققین نے مہربانی فرماتے ہوئے

رہنمائی اور مشوروں سے نوازا ان میں سے چند اسمائے گرامی درج ذیل ہیں :

(۱) حضرت علامہ ابوالحسن علی ندوی - ندوۃ العلماء لکھنؤ -

(۲) حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالواحد ہالے پوتا - چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل - پاکستان -

(۳) حضرت مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی - شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدرآباد -

(۴) حضرت مولانا عبدالقدوس قاسمی (پشاور) سابق جج وفاقی شرعی عدالت پاکستان -

(۵) جناب جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی - دارالعلوم کراچی -

(۶) مولانا محمد اسحاق صدیقی ندوی - مدرسہ عربیہ نیو ٹاؤن کراچی -

(۷) مولانا محمد ناظم صاحب ندوی - ملیر ہالٹ کراچی -

(۸) مولانا محمد اقبال انصاری - چیئرمین شعبہ اسلامیات - مسلم یونیورسٹی علی گڑھ -

(۹) پروفیسر محمد نجات اللہ صدیقی - شاہ عبدالعزیز یونیورسٹی - جدہ - سعودی عرب -

(۱۰) پروفیسر صبیح احمد کمالی - شعبہ مذاہب و عربی زبان - میڈو گری یونیورسٹی - نائیجریا -

(۱۱) جناب ڈاکٹر عبدالقادر سلیمان الازہری الأفغانی - المبعوث السعودی .

(۱۲) جناب مولانا محمد اشرف سلیمانی - سابق چیئرمین شعبہ عربی پشاور یونیورسٹی -

(۱۳) جناب ڈاکٹر سید سعیداللہ صاحب - چیئرمین شعبہ اسلامیات پشاور یونیورسٹی

(۱۴) جناب ڈاکٹر محمد حنیف صاحب - چیئرمین تھیالوجی مدرسہ - اسلامیہ کالج پشاور -

ان حضرات گرامی کے علاوہ وقتاً فوقتاً بے شمار دیگر اساتذہ و علماء کرام سے بھی استفادہ کا موقع ملا - جن کے اسماء گرامی طوالت کے خوف سے نقل نہیں کئے گئے۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء -

راقم کو اس بات کا شدید احساس ہے کہ اسلام کا معاشی نظام اتنا ہمہ گیر ہے کہ اسکی تعلیم و تحقیق پر آج اسلامی دنیا کی کئی یونیورسٹیوں ، آزاد تحقیقی اداروں اور اشخاص کی جانب سے وقیع کام ہو رہا ہے - اسلئے اس باب میں کوئی نیا اضافہ آسان کام نہیں - دوسری جانب حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی ہمہ گیر اور جامع شخصیت ہے - جن کے ایک ایک جملے میں بے شمار معانی اور نکات پوشیدہ ہوتے ہیں - اور جن کی تحقیق کیلئے ابھی بے شمار اداروں اور اشخاص کی ضرورت باقی ہے - جیسا کہ پروفیسر صبیح احمد کمالی نے راقم کے نام اپنے ایک مکتوب میں لکھا :

" شاہ صاحب نے اپنے پیش رو اکابر میں امام غزالی ، عزالدین ابن عبدالسلام اور ابو سلیمان خطابی کا نام لیا ہے - لیکن ان کا تصور عمران و تاریخ اسقدر جامع ہے کہ اسکی پشت پر بے شمار عناصرِ فکر اور مدارسِ خیال کی نشاندہی ممکن ہے - ان سب سلسلوں کو ڈھونڈ نکالنے والے محققین کا ابھی ہمیں انتظار کرنا ہے ....

.. شاہ صاحب کے افکار سے بحث میں انکا حق ادا کرنے کی ایک

صورت یہ ہے کہ انکی تصانیف کا اندرونی نظام واضح ہو جائے ازالۃ الخفاء اور مذہب فاروق اعظم یا حجۃ اللہ البالغہ اور رسالہ اسباب اختلاف میں جز و وکل کا جو رشتہ ہے وہ اس نظام کی صرف ایک مثال ہے جس سے آگے متعدد مثالیں تحقیق کی دعوت دے رہی ہیں" - (۱)

اسی طرح پروفیسر نجات اللہ صدیقی صاحب نے زیر تحقیق موضوع کی بھاری بھرکم ذمہ داریاں یاد لاتے ہوئے لکھا :

" یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ آپ شاہ ولی اللہ کے اقتصادی نظریات کو اپنے تحقیقی کام کا موضوع بنانا چاہتے ہیں - بہت اچھا اور اہم موضوع ہے ساتھ ہی ذمہ داری کا کام بھی ہے - کیونکہ میرے علم کی حد تک ابھی تک شاہ صاحب کے معاشی افکار پر ریسرچ نہیں ہو سکی ہے (۲)

راقم جب ان بھاری بھرکم ذمہ داریوں کیطرف دیکھتا اور پھر اپنی بے بضاعتی کا خیال آتا تو سخت ذہنی بوجھ محسوس ہوتا - تاہم یہ اساتذہ کرام اور خاص طور پر میرے مشفق و مکرم استاد جناب ڈاکٹر قاضی مجیب الرحمان الازہری کی رہنمائی اور حوصلہ افزائی کا کرشمہ ہے کہ اپنی اس مخرور بھر کاوش کو مقالہ کے نام سے پیش کرنے کی جسارت کر سکا ہوں استاد محترم نے نہ صرف قدم بقدم میری رہنمائی فرمائی ہے - بلکہ اپنی مصروفیات اور علالت کے باوجود اس مقالہ کے متعدد حصوں پر گہری نظر ڈال کر مفید مشوروں اور اصلاح سے نوازا - اسلئے اگر ان اوراق

---

(۱) پروفیسر ایس اے کمالی کا مکتوب بنام راقم -

(۲) راقم کے نام پرفیسر نجات اللہ صدیقی (جدہ) کا خط -

میں کچھ مفید مواد مل سکے تو اسے میرے استاد مکرم کا حصہ سمجھنا چاہیے - جبکہ غلطیوں اور کوتاہیوں کی ساری ذمہ داری راقم آثم پر ہے -

شکر و امتنان کے ان کلمات کے ساتھ ساتھ یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس ابتدائیے میں شاہ ولی اللہ کے معاشی مباحث پر بھی تعارف کے طور پر ایک نظر ڈال لی جائے :

شاہ ولی اللہ کے معاشی مباحث :

شاہ ولی اللہ دہلوی بنیادی طور پر ایک عالم دین تھے اور انکا منصب ایک مرشد اور معلم کا تھا اگرچہ اللہ تعالی نے آپکو مختلف عبقری صلاحیتوں سے نوازا تھا - جنکی بدولت آپکی تصانیف میں جابجا مختلف علوم و فنون سے متعلقہ مباحث ملتے ہیں - لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ سب چیزیں انکے ہاں ثانوی حیثیت رکھتی ہیں آپ کا اصل کام لوگوں کو دین کی روح سے واقف کرنا اور اسکے عملی نفاذ کیلئے میدان ہموار کرنا تھا - انہوں نے جو کچھ لکھا اسی غرض سے لکھا کہ دینی حقائق کے ثبوت کیلئے مزید شواہد فراہم کریں اور دین و حکمت میں بعض اوقات بظاہر جو تناقض نظر آتا ہے حکمت ہی کی مدد سے اسے دور کریں - چنانچہ حجۃ اللہ البالغہ اور البدورالبازغۃ آپنے خاص طور پر اسی نقطہ نظر کے مطابق لکھی ہیں - شاہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ کے مقدمہ میں دین کے اسرار و حکم کے بیان کی اہمیت پر بحث کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ اس علم کی تدوین کی بدولت یہ بات واضح تر ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جو شریعت نازل فرمائی ہے وہ کامل ترین ہے - اور اسکے ہر ہر حکم میں بے پناہ مصلحتیں پوشیدہ ہیں - اس

سے ایک طرف تو ایمان وایقان میں اضافہ ہوتا ہے اور دوسری طرف راہ خیر کا ہر سالک اپنے اعمال کو انکی روح کو پیش نظر رکھتے ہوئے علی وجہ البصیرۃ سرانجام دیتا ہے - جس سے اسکا فائدہ کئی گناہ بڑھ جاتا ہے - اسی طرح دین اسلام کے بارے میں دشمنوں کے پیدا کردہ شکوک و شبہات کا ازالہ بھی بہتر طور پر ہو سکتا ہے - (۱)

ایک عالم ربانی کی حیثیت سے شاہ صاحب کا موضوع بحث راجح طور پر انسانی زندگی کا اخلاقی و مذہبی پہلو ہونا چاہیے تھا اور ہے - تاہم یہ شاہ صاحب کے جامع اور ہمہ گیر تصور دین کا کمال ہے کہ انہوں نے اپنے مابعد الطبیعاتی مباحث، تصوف اور اعلی اخلاقیات کے ساتھ ساتھ اپنے عمرانی فلسفے میں انسان کی معاشی ضرورتوں کو بھی غیر معمولی اہمیت دی ہے - اور معاشیات و روحانیت کی باہمی تاثیر و تاثر کو جا بجا واضح کیا ہے -

شاہ صاحب کو سمجھنے کیلئے یہ جاننا ضروری ہے کہ آپ " دین " کو زندگی کی اصلی غایت قرار دیتے ہیں اور اسی نقطہ نظر سے زندگی کو دیکھنے اور سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں - ہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ انکا دین کا تصور نہایت جامع، وسیع اور جملہ مظاہر حیات پر حاوی ہے -

دینی نقطہ نظر کی ایک عام خصوصیت یہ ہے - کہ وہ زندگی کو کسی طرح بھی محدود نہیں مانتا - اور نہ ہی موت کو زندگی کا خاتمہ قرار دیتا ہے - اسکے نزدیک زندگی ایک کل ہے - جب کہ آب و گل کی یہ نمائش اسکا نہایت محدود جزو

---

(۱) مقدمہ حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص - ۳۲ ملتقطاً -
مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور۔

ہے - زندگی اس کرہ ارض پر ظاہر ہونے سے پہلے بھی موجود تھی اور اسکے بعد بھی موجود رہے گی - یہی وجہ ہے کہ دین کا نقطہ نظر ہمیشہ ما بعد الطبیعاتی ہوتا ہے لیکن اسکا یہ مطلب نہیں کہ زندگی کے اس طویل سفر میں طبیعات کی دنیا کی کچھ کم اہمیت ہے انسانی تاریخ گواہ ہے کہ جب کبھی بھی دین کی اسطرح کی کوئی ناقص تشریح اپنائی گئی اسکا خمیازہ انسانیت کو ضرور بھگتنا پڑا ہے -

جہاں تک شاہ صاحب کا تعلق ہے وہ دنیائے طبیعات کی اہمیت کے قائل ہیں اور اسے زندگی کی ٹھوس حقیقت مانتے ہیں - اگرچہ ایک سچے دیندار اور عالم دین کیطرح انکے عقائد و افکار کی سوتیں دین کے ماورائے عقل تصورات ہی سے پھوٹتی ہیں - چنانچہ وہ اپنے مشاہدہ و تجربہ کو اپنے عقائد اور مابعدالطبیعاتی تصورات سے ہم آہنگ کر کے پیش کرتے ہیں -

عمرانیات کے مطالعہ کے دوران ایک اہم سوال یہ سامنے آتا ہے کہ زندگی کا یہ قافلہ جو ہر دم رواں دواں ہے کہاں سے چلا ؟ کہاں جا رہا ہے اور کن قوانین کے تحت محو سفر ہے ؟ دین و اخلاق اور علوم و آداب کے ہر داعی و مفکر کو ضرور اس سوال سے دوچار ہونا پڑتا ہے - تاہم عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ وہ بیشتر اس طرف اجمالی اشارات کر کے آگے بڑھ جاتے ہیں - کیونکہ اس سوال کا تعلق عمرانیات سے ہے - اور عمرانیات کا موضوع " حیات انسانی " ہے - اور یہ حقیقت ہے کہ حیات انسانی ایک ایسا لامحدود سمندر ہے - جسکے کناروں کا تعین نہیں کیا جا سکتا - یہ ظاہر و محسوس بھی ہے اور مخفی و پوشیدہ بھی - یہ زندگی کب سے ہے اور کب تک رہے گی اسکا تجربہ و مشاہدہ ناممکن ہے - اسلئے فقط مشاہدہ و تجربہ کو کسوٹی

قرار دیکر حیات انسانی کی حقیقت تک رسائی کا دعوی کرنا نہایت مشکل ہے -

عمرانیات پر بحث کرنے والوں میں عموماً دو رحجان پائے جاتے ہیں - ایک گروہ ان لوگوں کا ہے جو زندگی کو فقط مادی مظاہر کے مشاہدہ و تجربہ تک محدود رکھتے ہیں - جبکہ دوسرا گروہ وہ ہے جنکے ذہنوں میں پہلے سے زندگی کے چند تصورات (عقائد) ہوتے ہیں - جنکی صداقت پر ان کو یقین ہوتا ہے - اور وہ انکی روشنی میں مادی مظاہر پر بحث کرتے ہیں - یعنی وہ ایک کلی تصور کی بنیاد پر اجزاء کی تشریح کرتے ہیں - گویا ایک گروہ کا طریقہ استقرائی ہے اور دوسرے کا استخراجی -

یہ شاہ صاحب کا امتیازی کمال ہے کہ انہوں نے اپنی عمرانی بحثوں میں دونوں طریقوں کو متوازن طریقے سے جمع کیا ہے - چنانچہ آپ تخلیق کائنات اور فطرت انسانی کے مسئلہ کو اس طرح پیش کرتے ہیں کہ اس ضمن میں قرآن مجید و احادیث طیبہ کے مجمل اشارات کی وضاحت اس عہد کے فلسفیانہ افکار و خیالات سے ہو جاتی ہے اور یہ مختلف احکام و تعلیمات ایک بڑی مشینری کے پرزوں کیطرح آپس میں جڑتے چلے جاتے ہیں -

شاہ صاحب اپنے عمرانی مباحث میں اپنی تحقیقات شروع کرنے سے پہلے ایک مابعدالطبیعاتی نظام فکر پیش کرتے ہیں جو آئندہ کی تحقیقات میں اساس کا کام دیتا ہے - اسکا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انکی تمام تحقیقات ایک نظام سے منسلک ہو جاتی ہیں -

شاہ صاحب کے اس جامع طریقہ تحقیق کے بارے میں بحث کرتے ہوئے ڈاکٹر عبدالواحد ہالے پوتا لکھتے ہیں "!

" ان (شاہ ولی اللہ) کا دعوی ہے کہ انکا طریقہ نہ صرف عقل اور روایت کے درمیان ہے بلکہ ان دونوں کے درمیان اور وجدان یا ادراک باطنی سے ہم آہنگی پر بھی مبنی ہے - اسلئے وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ انکو عقل اور وجدان دونوں سے تقویت ملتی ہے جہاں انسانی ذہن کے اندرونی حصوں اور اذواق سلیمہ کی بنیادیں ہیں نیز ان کونقل (روایت) تعلیمات قرآن ' پیغمبروں کی تعلیم اور دوسری نمایاں ہستیوں کی تعلیم اور انسانی معاشروں کی تاریخ سے بھی تقویت پہنچتی ہے -

شاہ ولی اللہ کے یہ دعوے کہاں تک صحیح ہیں - اسکا اندازہ اس وقت تک نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ انکی تصانیف کے مواد اور انکی تعلیمات کا مفصل اور گہرا مطالعہ نہ کیا جائے - مگر ایک چیز یقینی ہے کہ اپنے وسیع علم اور عمیق فہم کی بناء پر وہ روسو اور انیسویں صدی کے علمائے عمرانیات کے پیش رو تھے - اور ان لوگوں سے قبل حیاتیات ' نفسیات عمرانیات اور اخلاقیات کا امتزاج اور باھمی رشتہ قائم کرنے میں کامیاب ہوئے - " (۱)

شاہ ولی اللہ کے اس مادی و روحانی لحاظ سے ہمہ گیر انداز فکر کی وضاحت مولانا عبیداللہ سندھی ان الفاظ میں کرتے ہیں :

" اس دنیا کی زندگی میں اگر انسان کے اخلاق اسطرح پایہء تکمیل کو پہنچیں تو مرنے کے بعد اسے قبر اور حشر کی مصیبتوں سے نجات مل

(۱) شاہ ولی اللہ کا فلسفہ)ڈاکٹر عبدالواحد ہالے پوتا- ص ۱۲ - مطبوعہ شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدرآباد ۱۹۸۱م -

جاتی ہے - واقعہ یہ ہے کہ حیات بعد الموت میں انسان کا جنت کی نعمتوں سے مستفید ہونا دراصل اسی تکمیل اخلاق کا نتیجہ ہے جو انسان دنیا کی اس زندگی میں کرتا ہے - اب حیات انسانی کا ایک درجہ تو دنیا کی یہ زندگی ہے - انسان اس میں اپنے اخلاق کی تکمیل کرنے کے بعد دنیا سے رخصت ہو کر موت کی راہ طے کر کے جنت میں پہنچتا ہے - یہ اسکی زندگی کا دوسرا درجہ ہے - یہاں پہنچ کر اسکی ترقی کا قدم رک نہیں جاتا وہ اور آگے بڑھتا ہے اور زندگی کے تیسرے درجے میں قدم رکھتا ہے - جہاں اسے "رؤیت رب العالمین" کی سعادت کبریٰ سے سرفراز ہونے کی صلاحیت حاصل ہوتی ہے -

آپ نے دیکھا کہ کسطرح انسانی زندگی کی ابتداء سے لیکر اسکے آخری درجہ تک اس حکمت کا سلسلہ کہیں نہیں ٹوٹتا اور شاہ صاحبؒ کا نظام فکر اتنا جامع ' عالمگیر اور ہمہ گیر ہے کہ وہ انسان کی ابتدائی ضروریات سے جنہیں ہم حیوانی زندگی کے لوازم کہتے ہیں لیکر انسانیت کی ترقی کی آخری اور ارفع ترین منزل تک جتنے ارتقائی مراحل اور مقامات ہیں ان سب کو اپنے اندر لے لیتا ہے - (۱)

---

(۱) شاہ ولی اللہ اور انکا فلسفہ - عبیداللہ سندھی - مرتبہ محمد سرور ص - ۲۳۲- ۲۳۱ مطبوعہ سندھ ساگر اکادمی لاہور ۱۹۷۳ء

شاہ صاحب نے اپنی تحریروں میں اسلامی معاشیات پر جو روشنی ڈالی ہے اس مقالے کے مختلف ابواب میں ان پر بحث کی گئی ہے - یہاں ان اصولی نکات کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جنکی بنیاد پر شاہ صاحب کے پیش کردہ اجتماعی و معاشی مباحث کا انحصار ہے :

(۱) شاہ صاحب کے نزدیک روشنی و ہدایت کا اولین منبع وحئی الہی (قرآن و حدیث) ہے اور یہی آپکے افکار و نظریات کا محور ہے -

(۲) آپ نقلی علوم (قرآن و سنت) کے علاوہ عقل اور کشف کو بھی اپنے قائم کردہ نظریات کی تائید میں پیش کرتے ہیں اور وحئی الہی ' عقل سلیم اور وجدان صحیح کی روشنی میں اخز کردہ اصول و نتائج کو عالمی اور دائمی صداقتوں کے طور پر پیش کرتے ہیں -

(۳) آپ انسان کے فطری امتیازات (۱) کو پیش نظر رکھتے ہوئے اجتماع انسانی کے ارتقاء کے مختلف درجات قائم کرتے ہیں - اور کائنات میں موجود اشیاء کی انسانی جدوجہد کے ذریعے سے تسخیر کو فطری ضرورت قرار دیتے ہیں - نیز بے کاری اور بے عملی کو خلافِ فطرت جانتے ہیں -

(۴) آپ انسانوں کی مختلف قوتوں اور استعدادوں کے قائل ہونے کی وجہ سے " تعاون و اشتراک " کو انسانی معاشرہ کی اولین ضرورت قرار دیتے ہیں - جس کی بنیاد پر خاندان ' محلہ ' شہر اور ملک کی عمارت تعمیر ہوتی ہے - اور اس طرح مختلف قوتوں کے مالک افراد ایک دوسرے کے ممد و معاون ثابت ہو کر خود اپنی ضروریات کی تکمیل کروا سکتے ہیں -

---

(۱) علم اقتصاد کو صحیح بنیادوں پر استوار کرنے کیلئے انسانی فطرت کو پیش نظر رکھنے کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے علامہ ڈاکٹر محمد اقبال لکھتے ہیں " علاوہ اورباتوں کے ماہرین علم الاقتصاد کیلئے یہ نہایت ضروری ہے کہ اپنے علم کی بنیاد انسانی فطرت کے صحیح اصولوں پر قائم کریں - ورنہ ان کو صحیح اور کلی نتائج کی توقع نہیں رکھنی چاہیے" -

(علم الاقتصاد - از علامہ محمد اقبال ص - ۲۲ - مطبوعہ آئینہ ادب لاہور ۱۹۷۷ء)

(۵) شاہ صاحبؒ کے نزدیک خاندان ' انسانی معاشرے کا اولین یونٹ ہے - نیز خاندانی تعاون کے اصول کو آپ پورے معاشرے پر حاوی کرنے کے حامی ہیں - جسطرح خاندان میں چند افراد کمانے والے ' کچھ مدد کرنے والے اور کچھ فقط پرورش کے محتاج ہوتے ہیں - اسکے باوجود پورے خاندان کی معاشی ضروریات کی کفالت ہوتی ہے - اسی اصول پر آپ انسانی معاشرے کے محتاج و کم استعداد افراد کو پرورش کا مستحق قرار دیتے ہیں

(٦) شاہ صاحب کے پیش کردہ معاشی تصوراتؒ انکے جامع تصورِ دین ہی کا ایک حصہ ہیں - آپ معاشی مسائل کو مذہب و اخلاق سے جدا کر کے مطالعہ کرنے کے قائل نہیں ہیں - آپ کی پیش کردہ معاشی تجاویز کے حقیقی ثمرات اسیوقت برآمد ہو سکتے ہیں جب دین کو من حیث المجموع رائج کیا - (۱)

(۷) شاہ صاحب معاشی اصلاح کیلئے کوئی ناقابل عمل یا خیالی منصوبہ نہیں پیش کرتے - بلکہ انسان کی اجتماعی ضروریات اور تاریخی عوامل و شواہد سے ان عناصر کی نشاندہی کرتے ہیں جو معاشرے کے مادی و روحانی عروج و زوال میں اہم کردار ادا کرتے ہیں -

(۸) شاہ صاحب اسلامی نظام حیات کے عملی نفاذ کیلئے خلافت راشدہ اور خاص طور پر خلافتِ عمر فاروقؓ کی طرف دیکھتے ہیں - آپ کے نزدیک معاشرے میں نمود و نمائش کی دوڑ عموماً اصحاب اقتدار کی جانب سے شروع ہوتی ہے اسلیئے وہ ارباب حل و عقد کیلئے خلفائے راشدینؓ

(۱) معاشیات اور مذہب و اخلاق کے باہمی ربط پر روشنی ڈالتے ہوئے علامہ اقبال لکھتے ہیں " کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ گلی کوچوں میں چپکے چپکے کراہنے والوں کی دل خراش صدائیں ہمیشہ کیلئے خاموش ہو جائیں - اور ایک دردمند دل کو ہلا دینے والے افلاس کا دردناک نظارہ ہمیشہ کیلئے صفحہ عالم سے حرفِ غلط کیطرح مٹ جائے ؟ اس سوال کا شافی جواب دینا علم الاقتصاد کا کام نہیں - کیونکہ کسی حد تک اسکے

(اگلے صفحہ پر)

کی شخصیات کو نمونہ قرار دیکر پورے معاشرے کو سادگی و مساوات کے رنگ میں رنگنے کے حق میں ہیں ۔

(۹) آپ انسانی معاشرہ کو خوشحالی کی راہ پر گامزن رکھنے کیلئے "عدل و اعتدال" کی ضرورت پر زور دیتے ہیں اور مرد، عورت، خاندان جماعت اور حکومت سب کو "عادلانہ" طرزِ عمل کی ترویج میں درجہ بدرجہ ذمہ دار ٹھہراتے ہیں ۔

(۱۰) شاہ صاحب ظلم کی متعدد اقسام کی نشاندہی کرتے ہوئے اسکے جملہ مظاہر کو مٹانے پر زور دیتے ہیں اور اس ناسور کے کاٹ پھینکنے کے عمل کو "جہاد فی سبیل اللہ" قرار دیتے ہیں ۔

یہ وہ بنیادی اصول ہیں جنکی بنیاد پر شاہ صاحب کے پیشکردہ معاشی نظریات کو سمجھا، پرکھا اور نافذ کیا جا سکتا ہے ۔

زیر نظر مقالہ کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے ۔ پہلے حصہ میں مختلف فصول کے تحت شاہ صاحب کے ذاتی احوال اور مجددانہ و مصلحانہ کارناموں کو اجاگر کیا گیا ہے جبکہ دوسرے حصے میں متعدد ابواب کی شکل میں آپ کے پیشکردہ معاشی افکار و تعلیمات کا جائزہ لیا گیا ہے ۔

(وما توفیقی الّا باللّٰہ علیہ توکلت والیہ انیب)

(بقیہ حاشیہ ص) جواب کا انحصار انسانی فطرت کی اخلاقی قابلیتوں پر ہے جن کو معلوم کرنے کیلئے اس علم کے ماہرین کوئی خاص ذریعہ اپنے ہاتھ میں نہیں رکھتے"

(علم الاقتصاد - ص - ۳۱)

باب اول

شاہ ولی اللہ دہلویؒ

حالات اور خدمات
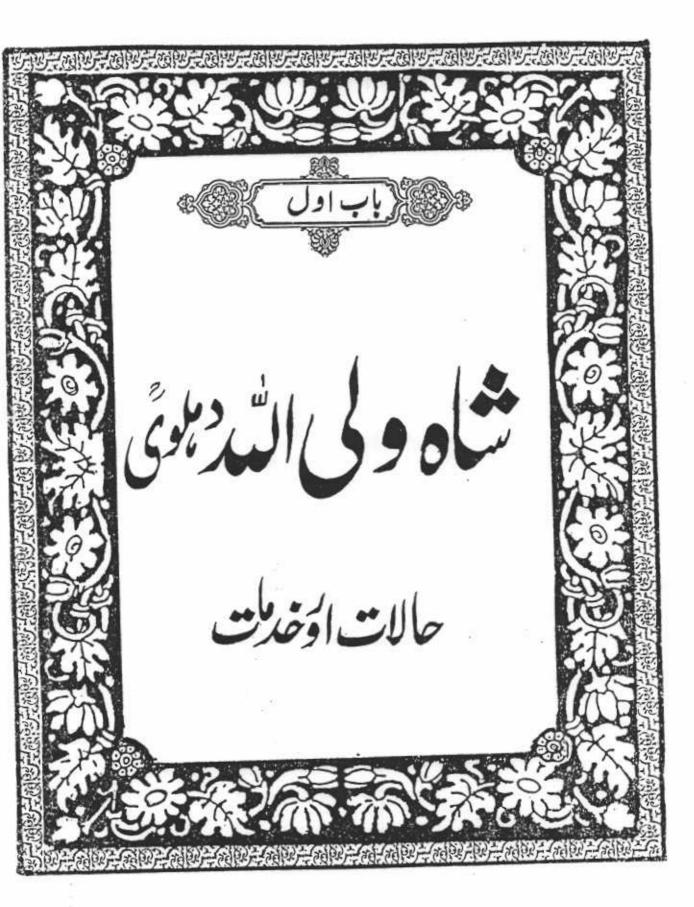
فصل : # حضرت شاہ ولی اللہ دھلوی

مختصر حالاتِ زندگی

شاہ صاحب کا خاندان :

حضرت شاہ ولی اللہ فاروقی النسب تھے - آپکے جد امجد شیخ شمس الدین مفتی ساتویں صدی ھجری کے اواخر یا اٹھویں صدی کی ابتداء میں ھندوستان تشریف لائے - اس زمانے میں تاتاریوں کے حملوں سے عالم اسلام کا مشرقی حصہ تاخت و تاراج ہو رہا تھا - جسکے نتیجے میں اہل علم و کمال ھندوستان میں پناہ لے رہے تھے -

شیخ شمس الدین مفتی نے رھتک میں قیام اختیار کیا اور آپ کی مساعی سے اس علاقے میں شعائر اسلام کا غلبہ اور کفر و جاھلیت کا زوال ہوا -

شاہ صاحب کا شجرہ نسب :

شاہ صاحب کا شجرہ نسب انکی اپنی تحریر کے مطابق یوں ہے :-

" شاہ ولی اللہ بن الشیخ عبدالرحیم بن الشہید وجیہ الدین بن معظم بن منصور بن احمد بن محمود بن قوام الدین عرف قاضی قاذن بن قاضی قاسم بن قاضی کبیر عرف بدھ بن عبدالملک بن قطب الدین بن کمال الدین بن شمس الدین مفتی بن شیر ملک بن عطا ملک بن ابوالفتح ملک بن عمر حاکم ملک بن عادل ملک بن فاروق بن جرجیس بن احمد بن محمد شہر یار بن عثمان بن ماھان بن ھمایوں بن قریش بن سلیمان بن عفان بن عبداللہ بن

محمد بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب -"

اس نسب نامہ میں کئی ناموں کے ساتھ "ملک" کا خطاب آتا ہے ' شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں '" یہ زمانہ قدیم میں تعظیمی لقب تھا - جیسے ہمارے زمانہ میں" خان" " (۱)

شاہ صاحب کے آباؤاجداد میں سے ہندوستان تشریف لانے والے بزرگ شیخ شمس الدین مفتی سے شیخ وجیہ الدین (شاہ صاحب کے دادا) تک کا تذکرہ مولانا ابوالحسن ندوی کے الفاظ میں یوں ہے :

" شیخ شمس الدین مفتی کے انتقال کے بعد انکی اولاد میں سب سے بزرگ فرد کمال الدین مفتی ' انکے بعد انکے صاحبزادہ قطب الدین ' انکے بعد انکے فرزند عبدالملک ان عہدوں پر فائز اور ان ذمہ داریوں کو پورا کرتے رہے ، ان حضرات کے بعد قضا کا باقاعدہ ان اطراف میں تعین ہونے لگا ' شیخ عبدالملک کے صاحبزادہ قاضی بدہ نے اپنے خاندان کی اہل روایت اور وجاہت کو قائم رکھا ' انکے دو لڑکوں سے انکی نسل چلی ' اس خاندان کی شادیاں رہتک کے صدیقیوں اور سونی پت کے سادات میں ہوئیں ' شیخ محمود کی (جو شاہ ولی اللہ صاحب کے جد خامس ہوتے ہیں ' اور جنہوں نے عہدہ قضا ترک کر کے حکومت کے عہدوں کو سنبھالا) شادی سونی پت کے سادات میں ہوئی ' جن سے ایک صاحبزادہ شیخ احمد پیدا ہوئے ' شیخ احمد نے صغر سنی میں رہتک کو خیر باد کہا ' اور شیخ عبدالغنی بن شیخ عبدالحکیم کے ساتھ سونی پت میں بود و باش اختیار کی ' شیخ عبدالغنی نے اپنی صاحبزادی سے انکا عقد کر دیا ' اور موت تک انکی تربیت کی ' اسکے بعد وہ رہتک آئے اور قلعہ کے باہر ایک عمارت بنائی اور

(۱) تاریخ دعوت وعزیمت - ج ۵ - ص ۶۷ بحوالہ الامداد فی مآثر الاجداد - مصنفہ شاہ ولی اللہؒ

اپنے اہل تعلق کو مجتمع کیا، انکے صاحبزادہ شیخ منصور، وجاہت شجاعت اور حکومت کے فضائل کے جامع تھے - انکی پہلی شادی شیخ عبداللہ بن شیخ عبدالغنی کی صاحبزادی سے ہوئی، انکے صاحبزادہ شیخ معظم اسم بامسمی اور باہیبت و وجاہت بزرگ تھے، شجاعت کا بڑا جوہر رکھتے تھے - (۱)

شاہ صاحب کے دادا :

شیخ معظم کے ہاں سید نور الجبار سونی پتی کی صاحبزادی سے تین فرزند ہوئے - (۱) شیخ جمال (۲) شیخ فیروز (۳) شیخ وجیہ الدین (جو شاہ صاحب کے حقیقی دادا ہیں) -

شاہ صاحب کے دادا شجاعت اور تقوی کا مجسمہ تھے تلاوت قرآن مجید سے زبردست شغف تھا - حرام تو کیا مشتبہ چیزوں سے ہر درجہ اجتناب فرماتے تھے - غریب طبقہ کے لوگوں پر نہایت شفقت کرتے تھے - شجاعت اور بہادری اسقدر تھی کہ پورے پورے جتھوں پر تن تنہا حملہ کر دیتے تھے - آپ نے ڈاکوؤں کے ساتھ ایک مقابلے میں جام شہادت نوش فرمایا - (۲)

شاہ وجیہ الدین کے تین صاحبزادے تھے (۱) شیخ ابوالرضا محمد (۲) شیخ عبدالرحیم (شاہ ولی للہ کے والد محترم) (۳) شیخ عبدالحکیم -

شاہ صاحب کے چچا شیخ ابوالرضا محمد :

شاہ ولی اللہ نے اپنے بڑے چچا کو امام الطریقۃ والحقیقۃ کے لقب سے یاد کیا ہے اور انکے تعارف میں قوی العلم، فصیح اللسان، عظیم الورع اور

---

(۱) تاریخ دعوت وعزیمت جلد پنجم ص - ۶۹

(۲) تفصیلات کیلئے دیکھئے حیات ولی از رحیم بخش دہلوی، مکتبہ سلفیہ شیش محل روڈ لاہور مارچ ۱۹۵۵ء

وسیع المعرفۃ جیسے الفاظ استعمال کیے ہیں - مستجاب الدعوت اور سنتوں کی ادائیگی کا خاص اہتمام کرنے والے تھے - شاہ صاحب اپنے اس عظیم القدر چچا سے بہت متاثر تھے - ۱۷ محرم الحرام ۱۱۰۱ھ کو وفات پائی - (۱)

شاہ صاحب کے والد شاہ عبدالرحیم :

شاہ عبدالرحیم کے بارے میں نزہۃ الخواطر کے مصنف لکھتے ہیں "

" وکان ابوہ الشیخ عبدالرحیم من وجوہ مشایخ دھلی ومن اعیانہم لہ حظ وافر من العلوم الظاہرۃ والباطنۃ مع علو کعبہ فی طریقۃ الصوفیۃ - (۲)

" (شاہ ولی اللہ کے والد) شاہ عبدالرحیم دہلی کے اکابر مشایخ میں سے تھے - آپ کو ظاہری و باطنی علوم میں بڑا حصہ نصیب ہوا تھا اور ساتھ ہی ساتھ راہ تصوف میں آپ کو بہت عالی رتبہ حاصل تھا " -

شاہ ولی اللہ نے اپنے بزرگوں کے حالات میں " انفاس العارفین " نامی کتاب لکھی ہے جس میں انکے حالات نہایت تفصیل سے لکھے ہیں - جسکا خلاصہ یہ ہے کہ شاہ عبدالرحیم صاحب بچپن ہی سے دین کی طرف مائل اور دنیا سے بیزار تھے - خواجہ باقی باللہ کے صاحبزادہ خواجہ خورد کے اشارہ پر اپنے علاقے کے ایک بزرگ سید عبداللہ سے بیعت ہوئے - اکثر بڑی کتب میر زاہد ہروی سے پڑھیں - باطنی قوت بے مثال تھی - چارۂ شریعت اور دائرہ علم کے اندر شیخ اکبر کے نظریہ توحید وجودی

---

(۱) تفصیلات کیلئے دیکھیئے حیات ولی از رحیم بخش دہلوی ،

(۲) نزہۃ الخواطر - ج ۶ - ص - ۱۹۸ از علامہ عبدالحئی الحسنی مطبوعہ دائرہ المعارف العثمانیۃ حیدر آباد دکن ۱۹۵۷م

سے شغف رکھتے تھے - اورنگزیب عالمگیر کے زمانے میں فتاوی عالمگیری کی تدوین میں جن اکابر علماء نے حصہ لیا - آپ بھی اس جماعت میں شامل تھے -

اخلاق حمیدہ کے جامع تھے - ہر معاملہ میں توسط و اعتدال کو پسند کرتے تھے - بے تکلف اور با حمیت شخصیت کے مالک تھے - شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے انکا جہاں بھی ذکر کیا ہے سر شاری اور محبت کی کیفیات میں ڈوب کر نام لیا ہے - شاہ ولی اللہ کی تعلیم و تربیت ' باطنی عروج اور امامت و اجتہاد کے درجات تک پہنچنے میں انکے والد بزرگوار کی باطنی قوت ' پختہ تربیت اور مقبول دعاؤں کے اثرات نظر آتے ہیں -

شاہ ولی اللہ کی ولادت باسعادت :

شاہ صاحب نے اپنے حالات زندگی میں " الجزء اللطیف فی ترجمۃ العبد الضعیف " کے نام سے ایک مختصر رسالہ تصنیف کیا ہے اسکے مطابق شاہ صاحب کی تاریخ پیدائش درج ذیل ہے :

" باید دانست کہ ولادت ایں فقیر روز چہار شنبہ چہارم شوال مقارن طلوع شمس سنہ اربع عشر از قرن دوازدھم واقع شود ۰۰۰ بعض یاران عظیم الدین یافتن - (۱)	" جاننا چاہیے کہ اس فقیر کی پیدائش بدھ کے دن طلوع شمس کے وقت ۴ شوال ۱۱۱۴ ھ کو ہوئی ۰۰۰۰ بعض دوستوں نے تاریخ پیدائش "عظیم الدین" کے حروف سے نکالی ہے -

(۱) الجزء اللطیف ص - ۹۲ - ۱۹۱ مطبوعہ در ضمیمہ - شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات - مکتبہ رحمانیہ لاہور ۱۹۷۸ ء

شاہ صاحب کی ولادت سے پہلے آپ کے والدین اور دوسرے اعزہ کو سچے خوابوں اور مبشرات کے ذریعے آپ کی ولادت کی خوشخبری دی گئی - ولادت سے قبل شاہ عبدالرحیم صاحب نے خواجہ قطب الدین بختیار کعکی کی خواب میں زیارت کی انہوں نے فرزند کی خوشخبری دی اور فرمایا کہ اسکا نام میرے نام پر رکھنا آپ کی ولادت کے موقع پر والد صاحب کو یہ بات یاد نہ رہی - اسلئے انہوں نے ولی اللہ نام رکھا بعد میں یاد آنے پر آپ کا دوسرا نام قطب الدین احمد تجویز کیا گیا - اس کے علاوہ بھی بہت سے واقعات اور مبشرات کا ذکر شاہ صاحب نے انفاس العارفین میں فرمایا ہے - "الجزء اللطیف" میں اس بارے میں لکھتے ہیں :

" حضرت والدین قدس اللہ تعالی سرھما و جماعہ از صالحان مبشرات بسیار در حق ایں فقیر قبل ولادت و بعد ازاں دیدند - (۱)	" والدین اور صالحین کی ایک جماعت نے بہت سے سچے خواب اس فقیر کے حق میں قبل ولادت اور اسکے بعد دیکھے -

ابتدائی تعلیم :

شاہ صاحب نے نہایت کم عمری میں علوم متداولہ کا اچھا خاصا حصہ حاصل کر لیا تھا - چنانچہ فرماتے ہیں :

" چوں سال پنجم درآمد بہ مکتب نشست و در سال ہفتم حضرت والد بزرگوار برنماز ایستادہ کردند و بروزہ داشتن فرمودند و تطہر	" جب میری عمر کا پانچواں سال ہوا تو میں مکتب میں بیٹھا اور جب سات برس کا ہوا تو والد بزرگوار نے مجھے نماز پر کھڑا کر دیا اور روزہ رکھنے کیلئے

(۱) الجزء اللطیف - ص - ۱۹۲ - حوالہ سابقہ

نیز درمیں سال واقع شد	فرمایا - اور ختنہ بھی اسی سال ہوا -
و چناں در خاطر مانده است	ایسا یاد پڑتا ہے کہ میں نے اس سال
که آخر ہمیں سال قرآن عظیم	کے آخر میں قرآن مجید ختم کر لیا تھا - اور
ختم کردم وکتب فارسیه و	کتب فارسیہ و مختصرات پڑھنے شروع کر
مختصرات خواندن شروع کردم	کر دئیے تھے - عمر کے دسویں سال میں
و درسال دہم شرح ملا می	شرح ملا جامی پڑھتا تھا اور فی الجملہ
خواندم و راه مطالعه فی الجمله	راہ مطالعہ کھل گئی تھی -
کشاده شود - (۱)	

تکمیل تعلیم :

شاہ صاحب نے پندرہ سال کی عمر میں اپنے زمانے کی علوم متعارفہ کی تکمیل کر لی تھی - آپ نے جو نصاب پڑھا تھا اسکی تفصیل آپ نے الجزء اللطیف میں دی ہے - آپ نے اپنے والد محترم سے درج ذیل کتب سبقاً سبقاً پڑھیں :

(۱) علم حدیث :

(ا) مشکوٰۃ المصابیح مکمل پڑھی - کتاب البیع سے کتاب الآداب تک جو حصہ رہ گیا تھا - اسکی بھی اجازت مل گئی -

(ب) صحیح بخاری کا ایک حصہ کتاب الطہارت تک -

(ج) شمائل ترمذی بعض اصحاب کی قرأت کے ذریعے والد صاحب کے حلقہ درس میں سماعت کی - .

---

(۱) الجزء اللطیف ص - ۱۹۲ - حوالہ سابقہ -

(۲) علم تفسیر :

(ا) کچھ حصہ تفسیر بیضاوی اور کچھ تفسیر مدارک کا پڑھا -

(ب) چند بار قرآن عظیم کو معانی اور شان نزول کے تدبر کے ساتھ اور مشہور تفاسیر کی طرف رجوع کر کے حضرت والد صاحب کی خدمت میں پڑھنے کے واسطے حاضر ہوئے - اور یہ امر فتح عظیم کا باعث بنا -

(۳) علم فقہ :

شرح وقایہ اور ہدایہ (تھوڑے سے حصے کے علاوہ) مکمل طور پر پڑھیں -

(۴) اصول فقہ :

(ا) حسامی -

(ب) توضیح و تلویح کا معتربہ حصہ -

(۵) منطق :

(ا) شرح شمسیہ مکمل -

(ب) شرح مطالع کا کچھ حصہ -

(٦) علم عقائد و کلام :

(ا) شرح عقائد نسفی (کل)

(ب) خیالی (کچھ حصہ)

(ج) شرح مواقف (کچھ حصہ)

(۷) علم سلوک :

(ا) عوارف المعارف کا کچھ حصہ -

(ب) رسائل نقشبندیہ کا کچھ حصہ

(۸) علم حقائق :

(ا) شرح رباعیات مولانا جامی -

(ب) لوائح

(ج) مقدمہ شرح لمعات

(د) مقدمہ نقد النصوص -

(۹) خواص و اسماء آیات :

والد صاحب کے مجموعہ خاص میں سے چند بار اجازت حاصل کی -

(۱۰) علم طب :

موجز القانون

(۱۱) علم حکمت :

شرح ہدایۃ الحکمت

(۱۲) علم نحو :

کافیہ اور شرح ملاجامی -

(۱۳) علم معانی :

(ا) مطول کا بڑا حصہ -

(۳) مختصر المعانی (جتنے حصہ پر حاشیہ ملا زادہ ہے)

(۱۴) ہندسہ و حساب :

بعض رسائل مختصرہ -

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اس تعلیم کے دوران میں اونچے درجے کی علمی باتیں ہر فن سے متعلق دل میں گزرتی تھیں اور راستہ کوشش سے زیادہ کشادہ کار نظر آتا تھا - (۱)

روحانی تربیت اور اجازت و خلافت :

شاہ صاحب پر اللہ تعالی کا بہت بڑا احسان تھا کہ انہیں علم و عمل کے اعلی ترین مدارج طے کرنے کیلئے کہیں دور جانا نہیں پڑا - اور جس طرح علوم ظاہری میں والد صاحب نے سبقاً سبقاً تمام ضروری کتب پڑھائیں اسی طرح روحانی تربیت کے جملہ مراحل بھی انہی کی نگرانی میں طے ہوئے - شاہ صاحب لکھتے ہیں :

" درپانزدہم سال بود کہ	" پندرھویں سال میں تھا کہ والد بزرگوار سے
با والد بزرگوار بیعت کردم و	بیعت ہوا اور اشغال صوفیا، خصوصاً مشائخ
باشغال صوفیہ خصوصاً	نقشبندیہ کے اشغال میں مشغول ہوا - اور
نقشبندیہ مشائخ مشغول	توجہ تلقین ' تعلیم آداب
شدم و از حیثیت توجہ و	طریقت اور خرقہ صوفیہ
تلقین و تعلیم و آداب	پہننے کی راہ سے اپنی نسبت
طریقت و لبس خرقہ صوفیہ	کو درست کیا -

---

(۱) الجزء اللطیف - ص - ۹۶ - ۱۹۵

ارتباط درست نمودم - وہماں
سال طرفی از بیضاوی خواندم
و حضرت والد بزرگوار طعام وافر
مہیا ساختند و خاص و عام
را دعوت فرمودند و فاتحہ اجازت
درس خواندند - (۱)

اسی سال تفسیر بیضاوی
کا کچھ حصہ پڑھا ' حضرت
والد بزرگوار نے بہت سا کھانا
پکوایا اور خاص عام کی دعوت
کی اور مجھ کو درس کی
اجازت عنایت فرمائی -

نیز لکھتے ہیں :

" سالِ ہفدہم از عمر فقیر حضرت
ایشاں مریض شدند و دراں مرض
برحمت حق پیوستند و در مرض
موت اجازت بیعت و ارشاد
دادند و کلمہ "یدہ کیدی" مکرر فرمودند -
نعمتی کہ از ہمہ عالی باید
شمرد آنست کہ حضرت ایشاں
در نہایت رضامندی بہ نسبت
ایں فقیر بودند و در نہایت
رضامندی بگذشتند - (۲)

" جب اس فقیر کی عمر ١٧ سال کی
ہوئی تو حضرت ایشاں بیمار
ہوگئے اور بالآخر رحمت حق سے مل
گئے مرض موت میں اجازت بیعت
و ارشاد مرحمت فرمائی اور کلمہ
" یدہ کیدی" - (یعنی اسکا ہاتھ
میرے ہاتھ کی مانند ہے) باربار فرمایا -
وہ نعمت جو سب سے بڑھ کر ہے یہ ہے
کہ حضرت ایشاں اس فقیر سے انتہائی
رضامند رہے اور رضامندی کی حالت ہی میں
اس دنیا سے رخصت ہوئے -

---

(۱) الجزء اللطیف ص - ۱۹۳
(۲) ایضاً ص - ۱۹۶

نکاح اور دور الاحزان :

شاہ ولی اللہ صاحب کی شادی آپ کے ماموں شیخ عبیداللہ صاحب پھلتی کی صاحبزادی سے طے پائی - اس وقت آپ کی عمر چودہ برس تھی - جب سسرال والوں نے مہلت مانگی تو شاہ عبدالرحیم صاحب نے فرمایا کہ جتنی جلدی شادی ہو جائے اسی میں مصلحت ہے اور واقعی حالات نے ثابت کر دیا کہ اسکے بعد پے در پے حوادث نے اس مبارک خاندان کا شیرازہ منتشر کر دیا - اور اگر اسی وقت شادی نہ ہو جاتی تو شاید اس کو بہت دیر تک ملتوی کرنا پڑتا - شاہ صاحب لکھتے ہیں :

" وسال چہار دہم تزوج صورت گرفت دراں معنی حضرت والد بزرگوار غایت استعجال کردند چوں اصہار عذر عجلت فقدان اسباب پیش آوردند حضرت ایشان بآں جماعہ نوشتند کہ در تعجیل سری ہست و سرآں من بعد روشن شد کہ بعد تزوج عنقریب ام زوجہ فقیر وفات یافت و بعد ازاں عنقریب شیخ فخرالعالم خلف الصدق عم بزرگوار ایں فقیر شیخ ابوالرضا محمد قدس سرہ بگذشتند - و بعد ازاں عنقریب والدہ برادر کلاں ایں

" چودھویں سال نکاح ہوا - اس سلسلے میں حضرت والد بزرگوار نے بہت زیادہ عجلت فرمائی - اور جب میرے سسرال والوں نے فقدان اسباب کا عذر کیا (تا کہ نکاح کچھ تاخیر سے ہو) تو حضرت والد بزرگوار نے ان لوگوں کو لکھا کہ اس تعجیل میں ایک خاص بھید ہے - یہ بھید بعد کو روشن ہوا - کہ میرے نکاح کے فوراً بعد میری خوشدامن کا انتقال ہوا اسکے کچھ دن بعد میری زوجہ کے نانا فوت ہوئے اسکے کچھ ہی عرصہ کے بعد میرے تایا شیخ ابوالرضا محمد قدس سرہ

فقیر - شیخ صلاح الدین قضا   کے صاحبزادے شیخ فخرالعالم نے وفات
کردند و بعد ازاں عنقریب حضرت   پائی - بعد ازاں کچھ ہی عرصہ گزرنے
ایشاں ضعیف شدند و امراض شتی   پر ' برادر کلاں شیخ صلاح الدین کی
برایشاں غالب آمدند - وبعد ازاں   والدہ گزر گئیں - اسکے بعد حضرت
واقعہ وفات ایشاں پیش آمد -   ایشاں (والد ماجد) ضعیف و کمزور ہو
بالجملہ ایں جمعیت از ہم پاشید   گئے اور مختلف قسم کے امراض ان پر
و معلوم خاص و عام شد کہ اگر   غالب ہو آگئے پھر ان کی وفات
درہماں نزدیکی تزوج واقع نمی   کا واقعہ پیش آیا - غرض یہ کہ خاندانی
شد بعد ازاں سالہا امکان   جمعیت کا شیرازہ منتشر ہو گیا اور سبکو
نداشت کہ از قوہ بفعل آید - (۱)   معلوم ہو گیا کہ اگر میرے عقد نکاح کی تقریب
اسوقت نہ انجام پاتی تو اسکے بعد سالہا سال
تک ممکن نہ تھا کہ قوت سے فعل میں آسکے ؎

سفر حج :

شاہ صاحب کی عمر ابھی ۱۷ سال کی تھی کہ والد بزرگوار کا سایہ سر سے اٹھ گیا اس دوران آپ درس و تدریس اور بیعت و ارشاد کی ذمہ داریاں سنبھال چکے تھے اسکے بعد تقریباً بارہ سال تک آپ نے نہایت جم کر کتابی اور وجدانی علوم پر توجہ فرمائی - اور آپ کے درس و ارشاد کا شہرہ دور دور تک پھیل گیا پھر آپ نے حرمین شریفین کی زیارت کا ارادہ فرمایا - آپ تحریر فرماتے ہیں :

---

(۱) الجزء اللطیف ص - ۱۹۴ - ۱۹۳

" بعد از وفات حضرت ایشاں دوازده سال کما پیش بدرس کتب دینیه و عقلیه مواظبت نمود در هر علمی "خوض واقع شد" و توجه بر قبر مبارک پیش گرفت و دراں ایام فتح توحید و کشاد راه جذب وجانبی عظیم از سلوک میسر آمد و علوم وجدانیه فوج فوج نازل شدند و بعد ملاحظه کتب مذاہب اربعه و اصول فقه ایشاں و احادیثی که متمسک ایشاں ست قرار داد خاطر بمدد نور غیبی روش فقہاء محدثین افتاد - بعد ازاں دوازده سال شوق زیارت حرمین محترمین در سر افتاد و در آخر سنہ ثلث واربعین به حج مشرف شد - (۱)

" والد صاحب کے انتقال کے بعد تقریبا بارہ سال تک کتب دینیہ و عقلیہ کے درس میں پابندی کے ساتھ مشغول رہا ہر علم میں غور و خوض کیا اور حضرت والا کی قبر پر توجہ رکھی - ان ایام میں باب توحید کھلا اور راہ جذب کھلی اور سلوک کا بڑا حصہ میسر آیا - نیز علوم وجدانیہ کثرت سے قلب پر وارد ہوئے - کتب مذاہب اربعہ اور انکے اصول فقہ نیز ان احادیث کے دیکھنے کے بعد جن سے فقہا دلیل پکڑتے ہیں - نور غیبی کی مدد سے دلکو فقہاء محدثین کی روش اچھی لگی ان بارہ سال کے بعد زیارت حرمین شریفین کا شوق سر میں سمایا اور ۱۱۴۳ھ کے آخر میں حج سے مشرف ہوا -

---

(۱) الجزء اللطیف ص - ۱۹۸

مشائخ حرمین :

سفر حج شاہ صاحب کی علمی وروحانی ترقی میں ایک انقلابی موڑ ثابت ہوا - شاہ صاحب نے قیام حرمین کے دوران علم حدیث کا گہرا اور وسیع مطالعہ کیا - ہندوستان میں رائج حنفی فقہ پر آپ کو پہلے سے عبور حاصل تھا - حرمین شریفین میں شافعی و مالکی مذاہب کے اہل فن اساتذہ سے استفادہ کا موقع ملا - انہی خصوصی حالات اور آپ کی وہبی استعداد کا نتیجہ تھا کہ آپ تحقیق و اجتہاد، مقاصد و اسرار شریعت کے بیان اور تطبیق بین الفقہ والحدیث کے اس عالی مقام پر پہنچے جہاں ان آخری صدیوں میں کوئی نہیں پہنچ سکا -

شاہ صاحب نے اپنے اس علمی و روحانی سفر میں اصل تلمذ اور استفادہ جلیل القدر شافعی عالم اور محدث شیخ ابو طاہر کردی مدنی سے کیا - استاد اور شاگرد کو آپس میں ایسا گہرا تعلق نصیب ہوا جسکی مثال بہت کم ملتی ہے چنانچہ " الیانع الجنی " کے مصنف علامہ محسن بن یحیی ترہتی کے قول کے مطابق شیخ ابو طاہر کہا کرتے تھے کہ " شیخ ولی اللہ مجھ سے لفظ کی سند لیتے ہیں اور میں ان سے حدیث کے مطالب میں استفادہ کرتا ہوں - (۱)

شاہ صاحب کے دیگر اساتذہ میں شیخ تاج الدین قلعی حنفی اور شیخ محمد وفد اللہ مالکی، شیخ حسن عجیمی، احمد نخلی اور شیخ عبداللہ بصری جیسے جلیل القدر اساتذہ شامل تھے - (۲)

---

(۱) الیانع الجنی بحوالہ تاریخ دعوت و عزیمت جلد پنجم ص - ۱۱۰
(۲) تفصیلات کیلئے دیکھیئے " انسان العین فی مشائخ الحرمین تالیف شاہ ولی اللہ دہلوی و حیات ولی مرتبہ مولانا رحیم بخش دہلوی -

اسی دوران شیخ ابو طاہر مدنی نے آپ کو اجازت و خلافت اور خرقہ سے نوازا - نیز روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کو عجیب و غریب روحانی مشاہدات نصیب ہوئے جنکا ذکر آپ نے اپنی تصنیف لطیف "فیوض الحرمین" میں کیا ہے - شاہ صاحب الجزء اللطیف میں لکھتے ہیں :

" و سال اربع و اربعین بمجاورت
مکہ معظمہ و زیارت مدینہ منورہ و
روایت حدیث از شیخ ابو طاہر
قدس سرہ وغیرہ از مشایخ حرمین
محترمین موفق گشت - درآن
میان بہ روضہ منورہ حضرت سید
البشر علیہ افضل الصلوہ واتم
التحیات متوجہ شد و فیضہا
یافت و باموطنان حرمین از
علماء وغیر ایشاں صحبتہای
رنگین اتفاق افتاد و خرقہ جامعہ
شیخ ابو طاہر کہ حاوی جمیع
خرق صوفیہ تواں گفت پوشید
و آخرایں سال حج گزاردہ و
اوائل سال خمس و اربعین متوجہ

" ۱۱۴۴ھ میں مجاورت مکہ
معظمہ اور زیارت مدینہ منورہ نیز
شیخ ابو طاہر قدس سرہ ' و غیر
مشائخ حرمین محترمین سے
روایت حدیث کی توفیق نصیب
ہوئی - اسی عرصے میں روضہ
منورہ حضرت سید البشر صلی اللہ
علیہ وسلم کی جانب متوجہ ہوا
اور بہت فیوض پائے - حرمین
کے باشندوں سے جن میں
علماء بھی تھے اور غیر
علماء بھی خوب خوب صحبتیں
رہیں شیخ ابو طاہر کا خرقہ
جامعہ پہنا جو تمام خرق
صوفیہ پر حاوی کہا جا سکتا

وطن مالوف شر و روز جمعه چہار دہم رجب در کنف صحت و سلامت بوطن رسید - (۱)

ہے اس سال کے آخر میں بھی حج ادا کیا - اور ۱۱۴۵ھ کے شروع میں وطن مالوف کیطرف متوجہ ہوا اور بروز جمعہ ۱۴ رجب کو صحت و سلامتی کے ساتھ وطن پہنچا -

شاہ صاحب کی عادات اور معمولات :

شاہ صاحب کے معمولات کے ضمن میں مولانا ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں :

"افسوس ہے کہ کوئی معاصر تذکرہ سفر نامہ یا روزنامچہ ایسا سامنے نہیں ہے جس سے شاہ صاحب کے خصائص ' معمولات ' نظام الاوقات اور نشست و برخاست کے حالات تفصیل سے معلوم ہوں ' ملفوظات حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب (فارسی) میں کہیں کہیں کچھ اشارے آئے ہیں -

فرمایا کہ میں نے اپنے والد ماجد جیسا قوی الحفظ نہیں دیکھا سننے کا انکار تو نہیں کر سکتا ' لیکن مشاہدہ میں نہیں آیا - علوم و کمالات کے ماسوا ضبط اوقات میں بھی اپنی مثال نہیں رکھتے تھے - اشراق کے بعد جو نشست رکھتے تو دوپہر تک نہ زانو بدلتے نہ کھجاتے ' نہ تھوکتے ' ہر فن میں ایک ایک آدمی کو تیار کر دیا تھا ' اس فن کے طالب کو اسی کے سپرد فرما دیتے اور خود بیان حقائق و معارف اور انکی تدوین و تحریر میں مصروف رہتے ' حدیث کا مطالعہ اور درس فرماتے تھے ' جس چیز کا کشف ہوتا تھا اسکو لکھ لیتے تھے ' بیمار بہت کم ہوتے تھے ' جو بزرگوار

---

(۱) الجزء اللطیف - ص - ۱۹۸

اور عم محترم (جو طبیب بھی تھے) لوگوں کا علاج کرتے تھے' والد صاحب نے اس شغل کو موقوف کیا' البتہ طب کی کتابوں کا مطالعہ کرتے تھے طبیعت میں بچپن سے ظرافت ولطافت تھی' اشعار صوفیانہ کم پڑھتے' کبھی کبھی ضرور کوئی شعر پڑھتے " (۱)

وفات حسرت آیات :

" کل نفس ذائقۃ الموت " کے ازلی اعلان کے مطابق حضرت شاہ ولی اللہ کی بابرکت حیات کا خاتمہ بالخیر ۶۲ سال کی عمر میں ہوا - آپ کی وفات ۲۹ محرم الحرام ۱۱۷۶ ھ مطابق ۲۱ اگست ۱۷۶۲ء بوقت ظہر ہوئی -

آپ کا ارتحال دوستوں' رشتہ داروں اور مسترشدین کیلئے ایک بہت بڑا حادثہ تھا - آپ کی وفات کے متعلق سید محمد نعمان حسنی (سید احمد شہید کے چچا) کا ایک نہایت پراثر مکتوب ملتا ہے - جو انہوں نے شاہ صاحب کی وفات کے فوراً بعد دہلی سے شاہ ابو سعید کے نام لکھا تھا اسکے ایک مختصر اقتباس سے شاہ صاحب کے متوسلین پر اس حادثہ فاجعہ کے شدید صدمہ کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے - لکھتے ہیں :

" عزای و ماتم داری واقعہ ارتحال امام سنت و جماعت و مقتدی ارباب کرامت پیشوای عرفاء زمان سرآمد اولیاء جہاں قطب زمانی محبوب سبحانی سیدنا و مرشدنا

" امام اہل سنت و جماعت مقتدائے ارباب کرامت' پیشوائے عرفائے زماں' سرآمد اولیائے جہاں قطب زمانی' محبوب سبحانی سیدنا و مرشدنا شاہ ولی اللہ فاروقی مجدد قرن دوازدہم

(۱) تاریخ دعوت وعزیمت - ج ۵ ص - ۱۱۷ - بحوالہ سابقہ

ولی الله فاروقی مجددمارۃ
دوم الف ثانی رضی الله
عنه ازیں عالم پرملال بصوب
دارالافضال بوصال ذوالجلال
برصفحه روزگار ثبت یابد ہر
آئینه مانند حال ماغریبان
غمزدگان سزد ھ
چه بخاطر رسید یار مرا
که بہجراں کشیوکار مرا
رامصیبتاه ایں چه بے نیازی
و نیرنگ سازی است که
ہمچنیں روح مقتدای را
در کمتر وقت بعمر شصت
و دوسالگی نداء " ارجعی
الی ربک راضیه مرضیة ۝"
(الفجر-۲۸) دادند و
اصحاب بدع ضلال را
عشرت آگیں نمودند واصحاب
دین را اندوہ گیں کردند

رضی الله عنه کے واقعه
ارتحال کی تفصیل اگر
صفحه روزگار پر ثبت ہو تو
ہم مسکینوں کے حسب
حال ہے ھ
چه بخاطر رسید یار مرا
که بہجراں کشیو کار مرا
وا مصیبتاه ! الله تعالی
کی یه عجیب شان بے نیازی
ہے که ایسے مقتدی کی روح
کو صرف ۶۲ سال کی
مختصر عمر میں
"ارجعی الی ربک راضیة
مرضیة"
(الفجر-۲۸) کی پکار
سنادی گئی اور اہل بدعت
و ضلالت کو خوش
اور دینداروں کو اندوہگیں
کر دیا گیا ' یعنی محرم

یعنی بتاریخ سلخ محرم	کی آخری تاریخ
الحرام ۱۱۷۶ھ یک ہزار	۱۱۷۶ھ شنبہ کے دن ،
و یکصد و ہفتاد وشش یوم	ظہر کے وقت حق تعالی
السبت وقت الظہر بامرداعی	کے حکم سے حضرت
برحق روح مطہر الحضرت	کی روح پاک نے
از قالب عنصری مفارقت	قالب عنصری کو
نمودہ باوج علییین نشیمن	چھوڑ کر اوج علییین پر
ساختہ - (۱)	اپنا نشیمن بنا لیا -

تدفین :

شاہ صاحب کی تدفین دہلی میں دلی دروازہ کے بائیں جانب اس مقام پر ہوئی جو آجکل محلہ مہندیاں کہلاتا ہے - یہیں پر شاہ عبدالرحیم ، شاہ صاحب ولی اللہ اور انکے چاروں نامور صاحبزادوں کی قبور ہیں - جن پر کتبے نصب ہیں اور سنین وفات درج ہیں انکے علاوہ آپ کے خاندان کے دیگر افراد کی قبور بھی یہیں ہیں -

---

(۱) مکتوب سید محمد نعمان حسنی مطبوعہ در ضمیمہ شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات ص - ۲۰۳ - حوالہ سابقہ

فصل : شاہ صاحب کے عہد کے سیاسی حالات اور آپکی خدمات

شاہ صاحبؒ کے عہد میں برصغیر ہندوپاک کے سیاسی حالات :

شاہ صاحب کا دور (۱۱۱۴ھ / ۱۷۰۳ء تا ۱۱۷۶ھ / ۱۷۶۲ء) ہندوستان کی تاریخ کا وہ انقلاب آفریں دور تھا جسمیں ایک طرف مغل شاہنشاہیت کا آفتاب ڈھلتے ڈھلتے غروب کے قریب پہنچ رہا تھا - تو دوسری جانب انگریزوں کے غاصبانہ اقتدار کی صبح کاذب افق ہند پر نمودار ہو رہی تھی -

عیسوی تقویم کے حساب سے اٹھارویں صدی کا آغاز ہوا تو قندھار سے آسام اور نیپال و تبت سے مالابار تک پورے ملک کی سیاسی باگ ڈور اورنگزیب عالمگیر کے مضبوط ہاتھوں میں تھی - جسے صحیح طور پر ہندوستان میں قائم ہونے والی سب سے وسیع سلطنت قرار دیا گیا ہے لیکن شومئی قسمت سے اسکے جانشین اسقدر کمزور اور نااہل نکلے کہ وفات عالمگیر ذی قعدہ ۱۱۱۸ھ مطابق فروری ۱۷۰۷ء کے بعد وہ قیامت برپا ہوئی کہ شیرازۂ ملک کا ایک ایک ورق جدا ہو گیا - اور ابھی سو سال بھی نہ گزرے تھے کہ تجارت کی غرض سے آنے والے نووارد انگریز اس وسیع و عریض سلطنت کے سیاہ و سفید کے مالک بن چکے تھے -

اس صدی کے قیامت خیز ہنگاموں کا خلاصہ کچھ اسطرح بیان کیا جا سکتا ہے کہ :

(۱) مغلوں کی مرکزی حکومت کے ارکان میں ایرانی تورانی یا

شیعہ سنی کشمکش اور محلاتی سازشوں کا مرض جو عالمگیر
کے زندگی تک دبا رہا تھا اسکی آنکھیں بند ہوتے ہی پوری
شوت سے ابھرا چنانچہ تقریباً ۵۰ سال کے عرصے میں
تخت دہلی پر دس تاجوار بٹھائے اور اتارے گئے - ان میں
سے صرف چار بادشاہ طبعی موت مرے جبکہ باقی کے
سرقلم کئے گئے -

(۲) صوبوں کے گورنر خود مختار ہوتے چلے گئے اور مغل
بادشاہ فقط دعا گو "مرشد" بنکر رہ گئے -

(۳) جنوبی ہند میں مرہٹوں نے ایک مستقل فتنہ کی صورت
اختیار کرلی -

(۴) دہلی کے جنوب مغرب میں جاٹوں نے رہزنوں کے ایک
مضبوط گروہ کیطرح طوفان مچا دیا -

(۵) دہلی کے شمال مغرب میں سکھوں نے ایک مستقل فوجی
اور سیاسی طاقت کی شکل اختیار کرلی -

ان طاقتوں کے تصادم سے سرزمین ہند کا چپہ چپہ میدان جنگ کی
صورت اختیار کر گیا - اور تین سو سالہ شاہنشاہیت کے احترام کو بالائے
طاق رکھکر اسے بازیچہ اطفال بنا دیا گیا -

انہی جنگجو طاقتوں کے باعث نادر شاہ افشار اور احمد شاہ ابدالی
کی افواج کے ہندوستان پر حملہ آور ہونے کے راستے ہموار ہوئے - ان حالات

کا براہ راست فائدہ ہندوستان کے ساحلی علاقوں پر قدم جمانے والی یورپ کی سفید فام اقوام کو ملا - بالخصوص ایسٹ انڈیا کمپنی نے ایک بیدار مغز چالاک حریف کیطرح آگے بڑھ کر اس خانہ جنگی سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرنے پر توجہ دی اور بنگال میں اپنی فوجی طاقت بڑھانا شروع کر دیا اور جس زمانے (۱۷۶۱ء) میں احمد شاہ ابدالی کی فوجیں پانی پت کے میدان میں مرہٹوں کا خاتمہ کر رہی تھیں اسی دور میں (۱۷۵۷ء) بنگال میں انگریزی فوجیں سراج الدولہ کی لاش پر برطانوی راج کا پرچم لہرانے میں مصروف تھیں -

شاہ ولی اللہ کے ہم عصر مغل بادشاہوں کا اجمالی تعارف :

شاہ صاحب کی ولادت اور وفات (۱۷۰۳ء تا ۱۷۶۲ء) کے عرصے میں درج ذیل مغل بادشاہ تخت نشین ہوئے :

بادشاہ	مدت
(۱) اورنگزیب عالمگیر	۱۶۶۵ تا ۱۷۰۷ء
(۲) بہادر شاہ اول	۱۷۰۷ تا ۱۷۱۲ء
(۳) معزالدین جہاندار شاہ	۱۷۱۲ تا ۱۷۱۳ء
(۴) فرخ سیر	۱۷۱۳ تا ۱۷۱۹ء
(۵) نیکو سیر	۱۷۱۹ء
(۶) رفیع الدرجات	۱۷۱۹ء
(۷) رفیع الدولہ	(۱۷۱۹ جون تا ستمبر)
(۸) محمد شاہ	۱۷۱۹ تا ۱۷۴۸ء
(۹) احمد شاہ	۱۷۴۸ تا ۱۷۵۴ء
(۱۰) عالمگیر ثانی	۱۷۵۴ تا ۱۷۵۹ء

(۱۱) شاہ عالم ۱۷۵۹ تا ۱۸۰۶ ء

ان بادشاہوں میں سے کسی کی حکومت صرف دس مہینے کسی کی چار ماہ سے کم، کسی کی سلطنت برائے نام اور کسی کو فقط چند دن حکومت کرنے کا موقع ملا -

شاہ صاحب کے عہد کے سیاسی حالات اور اہم واقعات و حوادث کا جائزہ لینے کی غرض سے ان بادشاہوں میں سے چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے :

شاہ عالم بہادر شاہ اول (۱۱۱۸ھ تا ۱۱۲۴ھ) مطابق (۱۷۰۷ء تا ۱۷۱۲ء)

یہ عالمگیر کا سب سے بڑا بیٹا تھا - تاہم مزاج و صفات کے لحاظ سے اس کے برعکس تھا - اس نے تخت نشین ہوتے ہی شیعی مسلک اختیار کر لیا - اور علماء کے ساتھ بحث و مباحثہ کا دروازہ کھول دیا - جس سے ملک میں مذہبی اختلاف ہوا پکڑنے لگا - دوسری طرف امور سلطنت سے غفلت اسکا شعار تھا جسکی وجہ سے بعض ظریف طبع افراد نے اسکی تاریخ جلوس " شہ بے خبر" کے جملے سے نکالی ہے - آخری عمر میں اسکے دماغ میں خلل بھی واقع ہو گیا - ۱۹ محرم ۱۱۲۴ء کو لاہور میں اسکا انتقال ہوا - اسکے چھ سالہ دور حکومت میں سلطنت مغلیہ کی چولیں ہل گئیں اور نظام سلطنت درہم برہم ہونے لگا -

فرخ سیر : (۱۱۲۵ھ - ۱۱۳۱ھ) مطابق (۱۷۱۳ تا ۱۷۱۹ء)

فرخ سیر ایک ناتجربہ کار نوجوان تھا جسے قسمت سے تخت مغلیہ پر بیٹھنا نصیب ہوا - عیاشی اور امور سلطنت سے بے خبری کے باعث وہ سادات

بارہہ (۱) کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بنا رہا - انہی دو بھائیوں نے بالآخر فرخ سیر کی آنکھوں میں سلائی پھیر کراسے قبر نما حبس خانہ میں قید کر دیا - اور ٦ سال ۴ ماہ تک حکومت کرنے کے بعد دنیا سے رخصت ہوا - اسکا دور حکومت سلطنت مغلیہ کے مزید اضمحلال کا باعث بنا -

محمد شاہ بادشاہ (۱۷۱۹ تا ۱۷۴۸ء)

محمد شاہ نے ۲۹ سال چھ ماہ تک ہندوستان پر حکومت کی اسکا عہد حکومت حوادث و مصائب کی ایک طویل داستان ہے - سلطنت کا سارا سیاہ و سپید سادات بارہہ کے ہاتھ میں رہا - محمد شاہ کا عہد عیش و عشرت اور راگ و رنگ کیلئے مشہور ہے - اسی کے زمانے میں نادر شاہ کا مشہور حملہ ہوا جس نے اہل وطن اور سلطنت مغلیہ کی کمر توڑ کر رکھ دی -

اس زمانے میں ایران کی دو سو سالہ دولت صفویہ کی زوال پذیر حکومت کو بچانے کیلئے ایک قابل اور باصلاحیت فوجی قائد نادر شاہ منصہ شہود پر آیا جس نے ایک نئی عسکری طاقت منظم کر کے ایرانیوں کو پھر سے زندہ کر دیا - اس نے افغانوں کو ایران سے بے دخل کیا - روسیوں کےساتھ ایک باعزت معاہدہ کیا اور خاندان صفویہ کے خاتمہ پر ایران کے صاحب جبروت تاجدار کے مقام پر فائز ہوا -

---

(۱) یہ دو بھائی حسین علی اور عبداللہ خان تھے - اول الذکر بہار کا گورنر اور موخرالذکر الہ آباد کا حاکم تھا - وہ ہندوستانی مسلمانوں کی اولاد میں سے تھے جنکا تعلق دوآب سے تھا - اپنی جرات اور دلیری کیلئے کافی مشہور تھے - مغل شہنشاہ فرخ سیر کے عہد میں برسراقتدار آئے - اپنے غیر محدود اختیارات کے

(اگلے صفحہ پر)

نادر شاہ کی سرگرمیاں صرف ایران تک ہی محدود نہ رہیں بلکہ اس کے جرنیلوں نے ۱۷۳۷ء میں بلوچستان اور بلخ پر قبضہ کر لیا - اگلے سال قندہار پر تسلط جمایا اور پھر تسخیر ہند کی غرض سے کابل ' پشاور اور لاہور کو فتح کرتے ہوئے دہلی کا رخ کیا - نادر شاہ نے ۱۷۳۹ء میں دہلی کے قریب کرنال میں مغل شہنشاہ کی ایک بڑی فوج کو شکست دیکر دہلی پر قبضہ کیا اور وہاں قتل عام کا حکم دے دیا - نادر شاہ کے قتل عام نے پایہ تخت کی عزت کو خاک میں ملا دیا - اس نے مغل بادشاہ سے تخت تو نہیں چھینا البتہ اس سے پچاس کروڑ ڈالر کا تاوان جنگ وصول کیا - نیز دریائے سندھ کے شمال و مغرب میں جتنے علاقے تھے اپنی سلطنت میں شامل کر لیئے - نادر شاہ کے ہندوستان سے جانے کے فوراً بعد سلطنت دہلی کے تین زرخیز صوبے بنگال ' بہار اور اُڑیسہ علیحدہ ہو گئے - محمد شاہ کے عہد میں سلطنت مغلیہ تباہی کے کنارے پر پہنچ گئی اور اس نے ۲۶ ربیع الثانی ۱۱۶۱ھ (اپریل ۱۷۴۸ء) کو دنیا سے کوچ کیا -

شاہ عالم ثانی : (۱۷۵۹ تا ۱۸۰۶ء)

محمد شاہ کے بعد شاہ عالم ثانی ۱۱۷۳ھ (۱۷۵۹ء) میں تخت نشین ہوا - اسکے ۴۷ سالہ عہد میں مغلیہ حکومت کا سیاسی زوال اپنے آخری مرحلہ کو پہنچ گیا - ۱۷۶۴ء میں شاہ عالم نے انگریزوں کی اطاعت قبول کر لی اور ایک معاہدہ کے تحت انکا وظیفہ خوار بن گیا - ۱۷۶۵ء میں ایک اور معاہدہ کیا جسکی

(بقیہ حاشیہ ص ۵۳) باعث انکو ہندوستان کی تاریخ میں "بادشاہ گر" کہا جاتا ہے - یہ دونوں عقیدہ کے لحاظ سے شیعہ تھے اور مغل دربار کی سنی اکثریت انکے خلاف تھی - (اسلامی تاریخ پاک و ہند - از ہدایت اللہ چودھری ص ۱۸۹ مطبوعہ لاہور ۱۹۸۲ء)

رو سے بنگال ' بہار اور اُڑیسہ کی دیوانی کے اختیارات اور محاصل کی وصولی کا انتظام انگریزوں کو سونپ دیا اور خود کو مرہٹوں کی پناہ میں دے دیا -

شاہ عالم ثانی کے عہد سے پیشتر ہی پورا ملک مرہٹوں جاٹوں اور سکھوں کے رحم و کرم پر تھا - احمد شاہ ابدالی نے ۱۷۶۱ء میں مرہٹوں کو شکست فاش دیکر ملک کو انکے خطرہ سے محفوظ کر دیا - اور شاہ عالم کو الہ آباد سے دہلی بلوانے کی پوری کوشش کی - یہ سلطنت مغلیہ کو سنبھالا دینے کا ایک زریں موقع تھا - تاہم بادشاہ اپنی کم ہمتی اور عدم استقلال کے باعث پورے دس سال بعد دہلی آیا - جہاں اسے نئے فتنوں اور حملوں سے دوچار ہونا پڑا - بالآخر غلام قادر روہیلہ نے ۱۷۸۸ء میں دہلی پر قبضہ کر کے مغل شہنشاہ کی آنکھیں خنجر کی نوک سے نکال لیں - اگلے سال سندھیہ نے غلام قادر کو بڑے دردناک طریقہ سے قتل کر کے شاہ عالم کو دوبارہ تخت پر بٹھا دیا - ۱۸۰۳ء میں لارڈ لیک انگریزی فوج کو لیکر دہلی میں داخل ہوا اور مرہٹوں کو نکال دیا - بادشاہ کیلئے سالانہ ایک لاکھ روپیہ پنشن مقرر کی - شاہ عالم نے ۴۵ سال حکومت کی جس میں آخری اٹھارہ سال نابینا رہا اور ۱۸۰۶ء میں فوت ہوا -

مغلیہ سلطنت کے عہد زوال کا یہ خلاصہ ہندوستان کی مختلف تواریخ سے ماخوذ ہے - جس سے اس عہد کی بدنظمی ' طوائف الملوکی اور لاقانونیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے - نیز اس خاکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں پورے ملک کی قسمت کا فیصلہ تین نوخیز جنگجو طاقتوں یعنی مرہٹہ ' سکھ اور جاٹوں کے ہاتھ میں تھا - ذیل کی سطور میں شاہ ولی اللہ کی سیاسی خدمات کے پس منظر کے

طور پر ان جنگی گروہوں کا مختصر تعارف پیش کیاجاتا ہے :

۱) مــــرہــٹــہ :

مرہٹوں کی فتنہ انگیزی کا آغاز عالمگیر کے عہد میں ہوا - وہ انرہیا چل اور ست پڑا کے درمیانی پہاڑی اور جنگلی علاقہ مہاراشٹر میں رہتے تھے - انکا علاقہ ناہموار زمین اور پیچیدہ راستوں پر مشتمل تھا ملک کے ان طبعی حالات نے مرہٹوں کو بہادر جنگجو اور سادگی پسند بنانے میں نمایاں حصہ لیا- ابتدا ء میں یہ لوگ معمولی کسان تھے تاہم پہاڑی علاقہ ہونے کیوجہ سے زراعت نہ ہونے کے برابر تھی - انہی وجوہات کی بنا ء پر یہ لوگ بڑے جفاکش اور پھرتیلے تھے - اور انکا کوہستانی علاقہ قدرتی طور پر چھاپہ مار جنگ کیلئے موزوں تھا -

ہندوؤں کی بھگتی تحریک نے مرہٹوں میں اتحاد کا احساس پیدا کیا اور مزہبی جوش کے فروغ نے انہیں مسلمانوں کے خلاف تعصب سے بھر دیا - سب سے پہلے احمد نگر کے حبشی وزیر عنبر نے مرہٹوں کو اپنی فوج میں بھرتی کر کے انہیں چھاپہ مار جنگ کی تربیت دی - جس سے انکے اندر ترقی اور نظم و ضبط کا احساس پیدا ہوا - سلطانِ احمد نگر کیطرف سے انکے ایک فوجی سردار شاہ جی کو پونا میں جاگیر دے گئی - جب مغلوں نے احمد نگر کو فتح کر لیا تو شاہ جی مرہٹہ نے بیجاپور کی ملازمت اختیار کر لی - شاہ جی کے بعد اسکے بیٹے شیواجی نے مرہٹوں کو منظم کر کے اسلامی حکومت سے آزاد کرا لیا -- شیواجی نے شروع میں لوٹ مار کرنے والے مرہٹہ جتھے منظم کیئے - اور پھر ۱۶۴۶ء میں کئی قلعوں

پر قبضہ کرلیا - اورنگزیب عالمگیر کے سخت اقدامات کی بدولت کچھ عرصہ شیواجی خاموش بیٹھے رہے مگر ۱۶۷۴ء میں کئی علاقوں پر دوبارہ قبضہ کر کے اپنی رسم تاجپوشی ادا کروائی اور دکن کی اسلامی ریاستوں کے زوال سے فائدہ اٹھا کر " سواجیہ " کے نام سے ایک چھوٹی سی مرہٹہ حکومت قائم کرنے، میں کامیاب ہو گیا - شیواجی کے بعد کچھ عرصہ حکومت اسکی اولاد میں رہی اور اسکے بعد ۱۷۱۳ء میں پیشواؤں (وزراء اعظم) کے خاندان میں منتقل ہو گئی - اس خاندان کے سات حکمرانوں نے ۱۷۱۳ء سے ۱۸۱۸ء تک ایک سو پانچ سال حکومت کی - انکی راجدھانی پونا تھا -

شاہ صاحب کے عہد میں مرہٹہ اقوام نے ملک میں افراتفری مچا رکھی تھی شاہ صاحب مرہٹوں کے بارے میں لکھتے ہیں :

" بالجملہ مرہٹہ نامی قومے از کفار، کہ رئیسے دارند، دراقصائے دکن از چندگاہ سربرآوردند و جمیع ولایت ہندوستان را احاطہ کردند کردہ اند - متاخران ملوک تیمور یہ ازجہت عدم دوراندیشی وکثرت غفلت واختلاف فکر بوست خود ملک گجرات بہ مرہٹہ دادند، باز بہ ہماں سستی و اندیشی واسباب غفلت ملک مالوہ

" غیر مسلموں میں ایک قوم مرہٹہ نامی ہے کہ ... انکا ایک سردار ہے، اس قوم نے کچھ عرصہ سے اطراف دکن میں سر اٹھایا ہے اور تمام ملک ہندوستان پر اثر انداز ہے - شاہان مغلیہ میں سے بعد کے بادشاہوں نے عدم دور اندیشی غفلت اور اختلاف فکر کی بناء پر ملک گجرات مرہٹوں کو دے دیا

را به آنها سپردند، ونام
صوبه داری آنجا نهادند،
رفته رفته مرهٹه قوی ترشوند
واکثر بلاد اسلام رامتصرف
گشتند واز مسلمانان و ہنود
باج گرفتند وآن راچوتهه نام
نهادند، یعنی ربع حاصل
الا دہلی و نواحی وے تنہا
چوں روسائے ایں شہر اولاد
پادشاہان قدیم اند و وزرای
وامراء اولاد امرائے قدیم،
لاہو مرہٹه باایشاں نوعی
از مروت بکار بردہ، عہود درمیان
آوردند و سلسلہ سلوک از طرفین
جنبانیدہ از انواع تعلق مستامن
کردہ گزاشتند، والا دکھن کہ
اولاد نظام الملک مرحوم گاہے
بانواع حیل میان قوم مرہٹه جنگ
انداختہ و گاہے فرنگیان را

پھر اسی سست اندیشی اور غفلت کیوجہ
سے ملک مالوہ بھی انکے سپرد کردیا اور
انکو وہاں کا صوبدار بنادیا - رفتہ رفتہ قوم
مرہٹہ قوی تر ہو گئی اور اکثر بلاد اسلام
انکے قبضہ میں آ گئے - مرہٹوں نے مسلمانوں
اور ہندوؤں دونوں سے باج لینا شروع کر
کر دیا اور اسکا نام چوتھ (یعنی آمدنی کا
چوتھا حصہ) رکھا -

دہلی اور نواح دہلی میں مرہٹوں کا
تسلط اسوجہ سے نہ ہو سکا کہ دہلی کے
روسا پادشاہان قدیم کی اور یہاں کے
وزراء اور امراء، امرائے قدیم کی
اولاد ہیں، ناچار مرہٹوں نے ان لوگوں
سے یک گونہ مروت کا معاملہ رکھتے ہوئے
عہد و پیمان کر لیا اور روا داری کا سلسلہ
جاری کر کے طرح طرح کی چاپلوسی
سے دہلی والوں کو اپنی طرف سے
امن و امان دے کر چھوڑ دیا - دکھن
پر بھی مرہٹوں کا قبضہ اس بناء پر نہ

با خود رفیق گرفته ، شهرهای
عظیم را مثل برهان پور و
اورنگ آباد و بیجاپور متصرف
ماندند و اطراف و نواحی را به
مرهٹه گذاشتند ، غیرازین دوموضع
خالص تصرف مرهٹه است
بالجمله ، برانداختن قوم
مرهٹه آسان کاریست - اگر
غازیان اسلام کمر همت بربندند
دوسه صف آنها بشکنند -
دراصل قوم مرهٹه قلیل اند و
ملحق به این طائفه کثیر
در برهم زدن یک صف جماعه
که ملحق بایشان اند ، از هم می
پاشند و اصل قوم مرهٹه به
همین شکست ضعیف می شود
چون اقویاء نیستند سلیقه آنها
فراهم آوردن کثرت افواج است
که از مور و ملخ بیشتر توان

ہو سکا کہ نظام الملک مرحوم کی اولاد
نے بڑی بڑی تدبیریں کیں کبھی مرہٹوں
کے درمیان میں پھوٹ ڈلوائی ، کبھی
انگریزوں کو اپنا رفیق بنا لیا - اور
برہان پور ، اورنگ آباد ، بیجاپور جیسے
بڑے بڑے شہروں پر اولاد نظام الملک
قابض رہی ، البتہ اطراف و نواحی کو
مرہٹوں کے لئے چھوڑ دیا - المختصر
سوائے دہلی و دکن کے خالص طور پر
مرہٹوں کا تسلط ہے - قوم مرہٹہ کا
شکست دینا آسان کام ہے ، بشرطیکہ
غازیانِ اسلام کمر ہمت باندھ لیں ،
حقیقت یہ ہے کہ قوم مرہٹہ خود
قلیل ہیں ، لیکن ایک گروہ کثیر
انکے ساتھ ملا ہوا ہے اس گروہ میں
سے ایک صف کو بھی اگر درہم برہم
کر دیا جائے تو یہ قوم منتشر ہو
جائے گی اور اصل قوم اسی شکست
سے ضعیف ہو جائے گی چونکہ یہ

گفت نه دلاوری و گونه تراتی (؟)
غرضیکه فتنه قوم مرہٹہ
در ہندوستان اعظم فتنہ ہا است
حق تعالی خیر دہاد کسے را
که این فتنه را فرو نشانند -(۱)

قوم قوی نہیں ہے ، اسلئے اس کا
تمام تر سلیقہ ایسی کثیر فوج جمع
کرنا ہے جو چیونٹیوں اور ٹڈیوں
سے بھی زیادہ ہو ، دلاوری اور
سامان حرب کی بہتات انکے یہاں
نہیں ہے - الغرض قوم مرہٹہ کا فتنہ
ہندوستان کے اندر بہت بڑا فتنہ
ہے حق تعالی بھلا کرے اس شخص
کا جو اس فتنے کو دبا دے" -

۱۷۵۸ء میں تیسرے پیشوا بالاجی باجی راؤ کے بھائی رگھوناتھ راؤ نے پنجاب پر قبضہ کر لیا - اور احمد شاہ ابدالی کے وائسرائے کو وہاں سے نکال دیا - مرہٹوں کا جھنڈا اب اٹک کے قلعے پر لہرانے لگا - اس تیسرے پیشوا کے زمانے میں مرہٹوں کی حکومت ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک تقریباً تمام ہندوستان میں پھیل گئی - اور جو علاقے انکے قبضہ میں نہ تھے وہ ان سے چوتھ وصول کیا کرتے تھے - احمد شاہ ابدالی نے ۱۷۶۱ء میں پانی پت کی تیسری لڑائی میں مرہٹوں کو شکست فاش دی جس نے ان کی کمر توڑ کر رکھ دی -

۲ - سکھ :

سکھ پنجاب کا ایک مذہبی گروہ تھا - جسکی بنیاد پندرھویں صدی عیسوی میں بابا گرو نانک (۱۴۶۹ء تا ۱۵۳۹ء) کے ہاتھوں پڑی - دینیات اور

(۱) مکتوب دوم - سیاسی مکتوبات

فارسی کی تعلیم انہوں نے بعض مسلمان درویشوں سے حاصل کی تھی - وہ نفس کشی، اخلاقیات اور سچائی کی تعلیم دیتے تھے -

سکھوں کے تیسرے گُرو امرداس نے سکھوں کی مذہبی و معاشرتی تنظیم کے سلسلے میں قدم اٹھایا - شہنشاہ اکبر نے انہیں ایک بڑی جاگیر عطا کی جس نے امرتسر کے مذہبی مرکز کی شکل اختیار کر لی -

۱۵۱۸ء میں گرو ارجن اپنے باپ کے جانشین ہوئے - انہوں نے سکھوں کو ایک مذہبی فرقہ کی شکل دی - اور گرنتھ کی تدوین عمل میں لائے - گرو ارجن اور انکے بعد گروہرگووند اور انکے بیٹے تیغ بہادر نے مغل بادشاہوں کے ساتھ چپقلش جاری رکھی - کبھی صلح کر لیتے اور کبھی بغاوت و سرکشی اختیار کر لیتے -

ہرگووند کا جانشین بندہ بیراگی بنا - اسکی اصل حیثیت سکھوں کے فوجی قائد کی تھی - اس نے پنجاب میں وسیع پیمانے پر رہزنی کی وارداتیں شروع کر دیں - اورنگزیب کے بعد مغلیہ سلطنت کے زوال نے سکھوں کو اپنی طاقت کے کھلم کھلا اظہار کا موقع دیا - بندہ بیراگی نے مسلمانوں کو ہزاروں کی تعداد میں بے رحمی سے قتل کیا - مئی ۱۷۱۰ء میں سرہند پر حملہ کر کے اسکی اینٹ سے اینٹ بجا دی - بالآخر ۱۷۱۶ء میں اسے دہلی کے قریب قتل کر دیا گیا -

سکھوں نے کچھ عرصہ بعد پھر منظم ہو کر احمد شاہ ابدالی درانی کے فرزند حاکم پنجاب شاہزادہ تیمور کو پنجاب سے نکال کر لاہور پر عارضی قبضہ کر لیا - پانی پت کی مشہور لڑائی کے بعد جس نے مرہٹوں کی کمر توڑ دی، سکھوں نے

دوبارہ سلطنت حاصل کر لی - احمد شاہ پھر واپس آیا اور لدھیانہ میں (۱۷۶۲ء میں)
اس نے سکھوں کو شکست فاش دی - لیکن اسکے جانے کے بعد اگلے سال پھر سکھوں
نے سرہند کو تاخت و تاراج کر کے ویران کر دیا اور لاہور پر قبضہ کر کے خالصہ
حکومت کا اعلان کر دیا - بعد کے زمانے میں سکھ متعدد ریاستوں اور گروہوں میں تقسیم
ہو گئے - تیس سال کے اس انتشار کے بعد پنجاب میں رنجیت سنگھ کو عروج حاصل
ہوا - جس نے ان مخالف گروہوں کو متحد کر کے ایک مضبوط سلطنت میں تبدیل
کر دیا -

شاہ صاحب کے عہد میں سکھوں کو ایک دہشت انگیز اور زلزلہ خیز طاقت
حاصل ہوگئی تھی جنہوں نے شہری امن اور خاص طور پر مسلمانوں کے ذہنی سکون
کو برباد کر کے رکھ دیا تھا -

۳ - جاٹ :

جاٹ نہ تو مرہٹوں کیطرح کوئی منظم فرقہ تھا - نہ سکھوں کیطرح کوئی
مذہبی گروہ - تاہم سلطنت مغلیہ کی کمزوری اور انتشار نے انہیں ایک تخریب کار گروہ
کی شکل میں اکٹھا کر دیا تھا - ان کا مقصد کوئی سیاسی انقلاب یا قیام سلطنت نہ
تھا بلکہ محض بگڑے ہوئے حالات سے اقتصادی فوائد حاصل کرنا انکے اجتماع کا
بڑا سبب تھا -

جاٹ آگرہ سے دہلی تک جمنا کے جنوبی علاقے میں آباد تھے - انکا مرکز آگرہ
کا قلعہ تھا - انکا لیڈر راجہ سورج مل نہایت ہوشیار اور صف آرائی کا ماہر تھا - اس
نے آگرہ سے مرہٹہ سردار کو نکال دیا اور میوات پر قبضہ کر لیا - چار نہایت مستحکم

قلعے بنائے اور سلطنت دہلی سے ایسی درخواستیں شروع کر دیں جن سے سلطنت کا نام بھی باقی نہ رہے -

جاٹوں نے اپنے علاقے میں وہ ہنگامہ آرائی مچا رکھی تھی کہ مرکزی حکومت کا ناک میں دم آ گیا تھا - یہ شاہرا ہ دہلی کی مرکزی حکومت کیلئے بڑی اہمیت کی حامل تھی اور دہلی و آگرہ کے علاوہ دکن کی جانب جانے والی افواج کا یہی راستہ تھا - شاہ جہاں کے عہد میں جاٹوں نے ایک مرتبہ زبردست شورش کی تھی - اسی طرح اورنگزیب کی شمالی ہند سے غیر حاضری سے بھی جاٹوں کے لیڈروں نے فائدہ اٹھایا - ایک مرتبہ جب جاٹوں نے پرانی دہلی کو لوٹنا شروع کیا تو لوگوں کی ایسی حالت تھی جیسے سمندر کے درمیان ٹوٹے ہوئے جہاز کے مسافروں ظالم موجوں سے نبرد آزما ہوں -

شاہ ولی اللہ نے احمد شاہ ابدالی کے نام اپنے خط میں جاٹوں کا خاص طور پر تذکرہ کیا - جس کا ایک اقتباس درج ذیل ہے :

" قوم دیگر از کفار جٹ است
که مسکن این جماعه درمیان
دہلی واکبر آباد واقع است
این ہر دو شہر بمنزله دو حویلی
بادشاہان بوده است - تیمور
گاہے دراکبر آباد می ماندند
تا دبدبه ایشان برراجپوتانه

" غیر مسلموں کی ایک قوم جاٹ ہے
جسکی بود و باش دہلی و آگرہ کے
درمیان ہے یہ دونوں شہر بادشاہوں کے
لئے دو حویلیوں کی مانند رہے ہیں -
مغل بادشاہ کبھی آگرہ میں رہتے
تھے تاکہ انکا دبدبہ اور رعب راجپوتانہ
تک پڑے اور کبھی دہلی میں فروکش

اقتدارگاہے در دہلی تا ہیبت ایشان
بر سہرند و نواحی آں مستولی گردد -
مزارعان مواضع مابین دہلی و اکبر
آباد قوم جٹ بودند - پس احکام
بریں قوم درزمان شاہ جہاں پادشاہ
آں بود کہ کسے ازین ہا بر اسپ سوار
نشود - و بندوق با خود ندارد و قلعہ
برای خود بنا نہ کنند - بعد ازاں
رفتہ رفتہ پادشاہان از حال آنہا
غفلت نمودند وآں ہا فرصت یافتہ
قلعہ ہا بنا ساختند - و بندوق با خود
گرفتہ قطع طریق آغاز کردند -
اورنگزیب درآں وقت در دکھن مشغولِ
فتح قلعۂ بیجاپور و حیدرآباد بود -
از آنجا فوجے برای تادیب جٹ
فرستاد ، ونبیرہ خود را بہ سرداری
فوج معین نمود - رئیسان
راجپوتانہ بآں شہزادہ نقار
ورزیدند و مخالفت پیش کردند و

ہوتے تھے تا کہ انکی شوکت و ہیبت
سہرند اور نواحی سہرند تک اثر ڈالے
دہلی و آگرہ کے درمیان کے مواضعات
میں قوم جاٹ کاشتکاری کرتے تھے -
زمانہ شاہجہاں میں اس قوم کو حکم
تھا کہ گھوڑوں پر سوار نہوں بندوق
اپنے پاس نہ رکھیں اور اپنے لیے
گڑھی نہ بنائیں ، بعد کے بادشاہوں
نے رفتہ رفتہ انکے حالات سے غفلت
اختیار کر لی اور اس قوم نے فرصت
کو غنیمت جان کر بہت سے قلعے تعمیر
کر لیے - اور اپنے پاس بندوق رکھ
کر بٹ ماری کا طریقہ شروع کر دیا -
اورنگزیب اسوقت دکھن میں قلعہ
بیجاپور و حیدرآباد کے فتح کرنے میں
مشغول تھا ، دکھن ہی سے ایک
فوج جاٹوں کی تادیب کیلئے روانہ
کی ، اور اپنے پوتے کو فوج کا سردار
مقرر کیا ، رئیسان راجپوتانہ نے اس

اختلافے درلشکر واقع شد   شہزادے سے مخالفت کر لی - لشکر میں
و بانرک فروتنی آنہا اکتفا   اختلاف واقع ہوا جاٹوں کی تھوڑی سی
نمودہ فوج پادشاہی بازگشت   عاجزی پر اکتفا کر کے فوج پادشاہی واپس
و نیز درزمان محمد فرخ سیر   ہوگئی - محمد فرخ سیر کے زمانہ میں اس
شورش این جماعت بجوش آمد ،   جماعت کی شورش پھر جوش میں آئی
قطب الملک کہ وزیر بود ،   قطب الملک وزیر نے زبردست فوجیں انکی
افواج قاہرہ فرستاد و چورامن   طرف بھیجیں - چورامن جو اس قوم کا سردار
کہ رئیس آں قوم بود   تھا بعد جنگ صلح پر راضی ہوگیا - اسکو
بعد محاربات و مقاتلات راضی   بادشاہ کے سامنے لائے اور تقصیرات
بہ صلح شد و اورا پیش پادشاہ کی معافی دلوائی ، یہ کام بھی خلاف مصلحت
آوردند و عفو تقصیرات نمودند -   عمل میں آیا - پھر عہد محمد شاہ میں اس
واین نیز در حقیقت خلاف   قوم کی سرکشی حد سے تجاوز کر گئی اور
مصلحت اسلام بہ عمل آمدہ   چورامن کا چچا زاد بھائی سورج مل اس
باز در عہد محمد شاہ طغیان و   جماعت کا سردار ہوگیا اور فساد کا راستہ
سرکشی این قوم زیادہ از حد   اختیار کیا - چنانچہ شہر بیانہ جو کہ
بظہور آمد و ابن عم چورامن   اسلام کا قدیم شہر تھا اور جہاں پر علماء
کہ سورج مل است رئیس این   و مشایخ سات سو سال سے اقامت پذیر
جماعہ شد و راہ فساد پیش   تھے اس شہر پر قہراً و جبراً قبضہ کر کے
گرفت - چنانچہ شہر بیانہ را   مسلمانوں کو ذلت و خواری کے ساتھ وہاں

که شهر قدیم اسلام بود و
مشایخ از مدت هفت صد سال
در انجا اقامت داشتند، قهراً
و جبراً متصرف گشته، همه
مسلمانان را بخواری اخراج
نمودند- ازان باز هر روز
سرکشی ایشان زیاده تر شد
و بسبب اختلاف و غفلت ملوک
و امراء کسے بآں نه پرداخت
اگر بالفرض یکے قصد تنبیهه
اور بخاطر می آرد و کلائے
سورج مل به امرائے دیگر رجوع
نموده با وے درساخته مشوره
پادشاه را برهم گردانند-
تا آنکه در زمان پسر محمد شاه
صفدر جنگ ایرانی خروج نمود و
با سورج مل متفق شده بر شهر
دهلی کهنه تاخت آورد- جمیع
اهل شهر کهنه را غارت نمود-

سے نکال دیا، اس کے بعد
سے سرکشی برابر بڑھتی رہی
بادشاہوں اور امیروں کے اختلاف
و غفلت کی بناء پر کوئی بھی
اس جانب متوجه نه ہوا -
اگر بالفرض ایک امیر اسکی
تنبیهه کا قصد کرے تو سورج مل
کے کارکن دوسرے امراء کی
جانب رجوع کرتے ہیں اور اس
طرح پادشاہ کے مشورے کو پلٹ
دیتے ہیں، پسر محمد شاہ کے
عہد میں صفدر جنگ ایرانی
نے خروج کیا اور سورج مل
سے سازش کرکے پرانی دہلی پر
حمله کر دیا اور تمام باشندگان
شہر کہنه کو لوٹ لیا -
پسر محمد شاہ نئے شہر میں
دروازے بند کرکے چھپ کر بیٹھ
گئے، اور مرہٹوں نے توپوں کے

پسر محمد شاه ، در شهر
نو خریده دروازه ها محکم
بسته جنگ توپخانه سرکردند -
بمحض فضل الهی صفدر جنگ
و سورج مل بعد دوسه ماه
خائب و خاسر باز گشته طرح
موافقت چوں مردم پادشاه
از جنگ عاجز شده بودند ،
موافقت آں اعداء غنیمت
بارده شمردند - ازاں باز شوکت
سورج مل افزونی یافت -
واز دو کروه دہلی گرفته تا
اقصی اکبر آباد طولاً و از
حدود میوات تا فیروز آباد و
شکوه آباد عرضاً متصرف
شد ، واذان و صلوٰة مقرور
کسے نه که برپا دارد - یک سال
می شود که قلعه الور که مشرف بر
جمیع میوات است ، سورج مل

ذریعه جنگ کی - محض
خدا کے فضل سے صفدر جنگ
اور سورج مل دو تین ماہ کے
بعد ناکامیاب واپس ہوئے اور
صلح و موافقت کی داغ بیل
ڈالی چونکہ بادشاہ کے آدمی
جنگ سے تھک چکے تھے
اس لیے انھوں نے صلح
کو غنیمت شمار کیا
اس کے بعد سے سورج مل
کی شوکت ترقی پا گئی -
دہلی سے دو کوس کے
فاصلے سے لے کر آگرہ
کے آخر تک طول میں میوات
کے حدود سے فیروز آباد و
شکوہ آباد تک عرض میں سورج مل
قابض ہو گیا ، کسی کی طاقت
نہیں کہ وہاں اذان و نماز
جاری کر سکے - ایک سال ہوا

در تصرف خود آورد هیچ کس از ارکان سلطنت را مقدور نه شد که ممانعت نماید - (۱)

که قلعه الور جو کہ تمام میوات کی خبر گیری کیلئے ایک جائے بلند تھی ، سورج مل اسکو بھی اپنے قبضہ میں لے آیا ، ارکان سلطنت میں سے کسی کی مجال نہ ہوئی کہ وہ اس کام سے روک دیتا -

لعبرمیں نجیب الدولہ نے اپنی حسن تدبیر اور بلوچوں کی مدد سے جاٹوں پر فتح حاصل کی راجہ سورج مل نجیب الدولہ کے مقابلہ میں دہلی کے قریب مارا گیا - اس کے بعد جاٹوں کی ریاست میں بہت سے جھگڑے برپا ہوئے - سورج مل کے دو بیٹے مارے گئے - تیسرا بیٹا رنجیت سنگھ راجہ ہوا - اسکے عہد میں جاٹوں کی ریاست کو بڑا عروج حاصل ہوا -

شاہ صاحب کی سیاسی مساعی :

شاہ صاحب نے انتہائی نامساعد اور مایوس کن حالات میں بھی نہایت تدبر اور دلجمعی کے ساتھ حتی الامکان مسلمانوں کی سیاسی حالت سدھارنے کی کوشش جاری رکھی - اور جن لوگوں میں انہیں ہمت ، صلاحیت اور دردمندی کی خوبیاں نظر آئیں انکی برابر رہنمائی اور حوصلہ افزائی کرتے رہے - شاہ صاحب کے سیاسی مکتوبات سے اصلاح احوال کیلئے انکی

(۱) مکتوبات دوم - سیاسی مکتوبات

ان ہمہ وقت سرگرمیوں کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے -

مسلمانان ھند پر کفار کے ہمہ گیر غلبہ کا زور توڑنے کیلئے اگر آپ نے ایک طرف نجیب الدولہ اور احمد شاہ ابدالی کی افواج سے کام لیا تو دوسری جانب مختلف امراء علماء اور ارباب حل و عقد کو افراتفری کے اس زمانہ میں متحد الخیال بنانے کا سلسلہ جاری رکھا - ذیل میں شاہ صاحب کے سیاسی مکتوبات میں سے چند ایک اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں :

روہیل کھنڈ کے ایک باثر عالم دین اور سیاسی سفیر مولانا سید احمد (۱) کو انکی مجاہدانہ خدمات پر خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے شاہ صاحب لکھتے ہیں :

" یاران کہ ایں طرف آمدند	" وہ احباب جو اسطرف آئے وہ
بشکر جناب آں سیادت مآب	آنجناب سیادت مآب کے شکریے
رطب اللسان بودند کہ تحریص	سے رطب اللسان تھے کہ آپ نے
جیوش روہیلہ بر رفاقت پادشاہ	روہیلوں کے لشکروں کو بادشاہ
اسلام و دفع نہب و قتل از	اسلام کی رفاقت کی رغبت دلائی
مسلمین بوضعے نمودند کہ	نیز مسلمانوں کے جان و مال کی
زیادہ ازاں متصور نباشد فقیر	حفاظت اور (حملہ آوروں کے)
از استماع ایں حکایات بغایت	حملہ و غارت گری سے اس طرح

---

(۱) آپ کا پورا نام مولانا سید احمد المشہور بہ شاہ جی بابا تھا - اپنے زمانے میں روہیل کھنڈ کے باثر علماء میں شمار ہوتے تھے - نواب صفدر جنگ نے روہیلوں میں نفاق و افتراق پیدا کرنے کی غرض سے نواب قائم خان کو حافظ الملک رحمت خان کے مقابلے میں کھڑا کر دیا - اور نومبر ۱۷۴۹ء میں اسے ۵۰ ہزار فوج کے ساتھ

(اگلے صفحے پر)

مبتہج و مسرور شد ودعا ء	بچایا جائے کہ اس سے زیادہ
علو مرتبت ایشاں در دنیا	متصور نہیں - فقیر ان سب
و آخرتا وانمود چرا چنیں	باتوں کے سننے سے بہت مسرور
نباشد کہ جوہر غیرت دینی	ہوا اور آپ کیلئے دنیا وآخرت
و حق شناسی درضمیر	میں بلندیٔ درجات کی دعا کی
آں دودمان عظیم مودع است(۱)	آپ بھلا ایسا کیوں نہ کرتے اسلئے
	کہ غیرت دینی اور حق شناسی کا
	جوہر آپ کی فطرت میں ودیعت
	کیا گیا ہے"-

شاہ صاحبؒ اپنے ایک ہمعصر نواب آصف جاہ کو باغیوں کی سرکوبی پر آمادہ کرتے ہوئے ایک خط لکھتے ہیں :

" واضح شود کہ در ملکوت مقرر	" واضح ہے کہ عالم ملکوت میں
شدہ کہ کفار ذلیل و خوار شوند و	یہ بات طے شدہ ہے کہ مخالفین
بعد ازاں بچند مدت باغیان رسوا	اسلام ذلیل و خوار ہونگے - بعد
و خراب گردند واگر آں شوکت	ازاں باغی لوگ رسوا اور برباد
و شہامت مآب بریں ملاعین کمرہمت	ہونگے - اگر جناب عالی ان

(بقیہ حاشیہ ص ۶۹) روہیل کھنڈ پر حملہ کی غرض سے روانہ ہونے پر آمادہ کیا - اس دوران صلح صفائی کی کوششوں اور روہیلوں کو متحد رکھنے میں شاہ جی نے گرانقدر خدمات انجام دیں - شاہ ولی اللہ صاحب کا یہ مکتوب انکی انہی خدمات کے اعتراف اور حوصلہ افزائی پر مبنی ہے - (سیاسی مکتوبات ص - ۲۳۸ مختصرا (حواشی صفحہ ۱۸۹) (۱) سیاسی مکتوبات - مکتوب بست و ہفتم -

به بندنز این همه منسوب به
ایشاں باشند و استقامت دولت
ایشاں شود و تمام عالم مسخر
ایشاں گردد و سبب رواج ملت
و استقامت دولت ایشاں باشند -
سعی قلیل خواهد بود وعوائد
جلیل - و اگر سعی نکنند این
جمله خود بخود بحوادث سماویه
ہلاک و مضمحل گردند دریں
صورت این معنی بایشاں
منسوب نگردد ۰۰۰۰۰ چوں
این معنی منقح و موکد معلوم است
لہذا بآں عزیز القدر بے اختیار
گفته و نوشته می شود وقت را
غنیمت دانند و درجهاد اعداء الله
تقاعد و تغافل را کار نفرمایند (۱)

بدمعاشوں کے مقابلہ میں کمر ہمت باندھ
کر آ جائیں تو یہ تمام کارنامے جناب
کیطرف منسوب ہونگے - اور دنیا آپ
کی تابعدار ہو جائے گی - اور ملت
مرحومہ کے رواج اور مسلم حکومت کی
استقامت کا باعث جناب عالی کو قرار
دیا جائے گا - کوشش تھوڑی اور فوائد
عظیم الشان مرتب ہونگے - اگر آنجناب
کوشش نہ فرمائیں گے تو یہ تمام مخالف
عناصر آسمانی حادثات سے ہلاک ہو
جائیں گے لیکن اسصورت میں جناب
عالی کیطرف یہ نیک نامی منسوب نہ
ہوگی ۰۰۰۰ چونکہ یہ حقیقت بالکل
یقینی ہے اسلئے جناب سے بے اختیار
کہی اور لکھی گئی ہے - وقت کو
غنیمت جانیے اور مخالفین کے مقابلہ
میں جدو جہد میں ذرا برابر کوتاہی
جائز نہ رکھیئے -

---

(۱) مکتوب بست و ہشتم - سیاسی مکتوبات -

ایک اور خط میں انہی آصف جاہ کو ان کے اسلامی فرائض یاد دلاتے ہوئے وقت کے تقاضوں سے آگاہ کرتے ہیں - اور عام لوگوں کی مشکلات دور کرنے کی ضرورت پر زور دیتے ہیں - فرماتے ہیں :

" بقیہ الکلام آنکہ آں عزیزالقدر
را خدائے عزوجل تسلط کلی در
ہندوستان دادہ ما فقیراں امید
دراز پیدا کردہ ایم کہ رفع مظالم
و تغییر رسوم بد و ترویج دین متین
واقامت امر خیر و اشاعت علم
و نماز و روزہ باحسن صورتہ
بظہور آید - زیرا کہ در طالع
ایشاں فرے و سعادتے عجیب
مفہوم می شد و مزاج ایشاں
صلاح و ذکا و رغبت بامور خیر
مدرک می نمود از مقتضیات زمانہ
آنکہ تا حال این معانی ہیچ گونہ
بظہور نرسید خدا کند کہ من
بعد تلافی مافات واقع شود -
ایں قدر خود البتہ گزارش می شود

" بقیہ کلام یہ ہے کہ آن عزیز
القدر کو اللہ تعالی جل جلالہ نے
ہندوستان پر تسلط کلی عنایت
فرمایا ہے - ہم لوگ بڑی بڑی
امیدیں قائم کیئے بیٹھے ہیں کہ
آپکے ذریعے رفع مظالم ' رسوم بد
کا تغییر' ترویج دین حق اقامت
امر خیر اشاعت علم و نماز و روزہ
یہ سب کچھ احسن طریقے پر
وجود میں آئینگے - اسلئے کہ آپ
کے اندر ایک عجیب شان اور سعادت
محسوس ہوتی تھی اور آپکا مزاج
بھی صلاحیت ذکاوت اوررغبت امور
خیر لئے ہوئے معلوم ہوتا تھا -
شاید مقتضیات زمانہ کی وجہ سے
ابھی تک مذکورہ بالا امور خیر

که ہر چند مقدور باشد در
برانداختن گرانی غله سعی
فرمایند و غارت و تاراج را که
اطرف عالم شائع شده بقدر
امکان برانداختن آن اهم
مهمات است - (۱)

میں سے کسی کا ظہور نہیں ہو سکا -
خدا کرے کہ اس کے بعد تلافی
مافات ہو جائے - اسقدر البتہ گزارش
ہے کہ فی الحال جسقدر طاقت ہو
گرانی غلہ دور کرنے میں سعی بلیغ
فرمائیں اور اطراف عالم میں جو
لوٹ مچ رہی ہے اسکو حتی الامکان
ختم کرنا نہایت ضروری ہے -

نواب مجدالدولہ عبدالمجید خان کشمیری (۲) کو مرہٹہ اور جاٹ اقوام کے مقابلے کی ضرورت سے آگاہ کرتے ہوئے ان لوگوں کے برے انجام کی پیش گوئی کرتے ہیں - آپؒ لکھتے ہیں :

"عزیز القدر من فقیر ایں قدر
می داند که ملکوت برانداختن
ایں دو فریق که مرہٹہ و جٹ
باشد، مصمم است و بعض
اشخاص که ہمت ایشاں را در
حل وعقد مثل ایں امور داخل
داده اند پیوسته مامور اند به

"عزیز القدر - یہ فقیر اسقدر جانتا
ہے کہ عالم ملکوت میں مرہٹہ و جٹ
کا استیصال مصمم ہے اور وہ بعض
اشخاص جنکی توجہ کو اس قسم
کے امور کے حل و عقد میں دخل
عنایت کیا گیا ہے - ان مخالفین
کے استیصال کی دعا کرنے پر برابر --

(۱) مکتوب سی - سیاسی مکتوبات -
(۲) نواب مجدالدولہ عبدالمجید خان کشمیر کے رہنے والے تھے - دہلی میں آباد ہو

(اگلے صفحہ پر)

رھائی استیصال ایشاناں
اگر ایں تصمیم عزم براہلاک
ایشاں نمی بود، ساعہ فساعہ
راعیہ ہمت بر استیصال ایشاناں
در دل ایشاں نمی جوشید - (۱)

مامور ہیں - اگر یہ بات
نہ ہوتی تو دن بدن آپ کے
دل میں انکے استیصال
کا جزبہ موجزن نہ ہوتا -

اسی طرح نواب صاحب مزکورہ کے فرزند مجدالدولہ عبدالاحد خان کو بھی یہ بات سمجھانے کی کوشش فرماتے ہیں کہ عالم الغیب میں ان مشرک فتنہ پرور اقوام کی ہلاکت کا فیصلہ ہو چکا ہے - اسلئے انکے ظاہری رعب و دبدبہ سے خوف نہیں کھانا چاہئیے - فرماتے ہیں :

" اگر اسباب ارضی ہمہ برخلاص
جٹ مجتمع شود امید قوی است
سنت اللہ آنست کہ خلاص نشود
اما تا وقت وجود مراد پست و بلند
بسیار پیش می آید غیر اطمینان و
رفع خواطر و وسواس چارہ نیست

اگر تمام اسباب ارضی خلاصی
جٹ پر مجتمع ہو جائیں تب
بھی سنت اللہ سے قوی امید
ہے کہ یہ لوگ خلاصی نہیں
پائیں گے مگر یہ بات ضرور
ہے کہ وجود مراد کے وقت تک

حاشیہ صفحہ ھذا - (۱) مکتوب سی و پنجم - سیاسی مکتوبات ۔

(بقیہ حاشیہ ص) گئے تھے اور شاہی نوکری اختیار کر لی تھی اپنی فطری صلاحیتوں کے باعث نادر شاہ کے حملہ کے بعد کے زمانے میں ترقی کرتے کرتے منصب شش ھزاری اور مجدالدولہ کے خطاب سے نوازے گئے - علم و ادب اور علماء کے قدردان تھے - انکی وفات کے بعد انکے بیٹے نواب عبدالاحد خان کو بھی خطاب ملا - انہوں نے بڑا اقتدار حاصل کیا اور شاہ عالم بادشاہ کے دربار میں انہیں بڑا رسوخ حاصل تھا - دینی حلقوں میں انکو بڑی مقبولیت حاصل تھی -

مبالغہ دریں کار فائدہ نمی
دہر، کل شئی لوقتہ
مرہون - (۱)

بہت کچھ نشیب و فراز آئیں گے
اطمینان کرنے اور وساوس کو دور
کرنے کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں
اور اس سلسلہ میں مبالغہ کرنے کا
کچھ فائدہ نہیں - ہر چیز اپنے وقت
مقررہ کی مرہون منت ہوتی ہے -

علاوہ ازیں نواب فیروز جنگ نظام الملک احمد شاہی ، تاج محمد خان بلوچ نواب عبیداللہ خان کشمیری اور میاں نیاز گل خان وغیرہ کے نام آپ کے جو خطوط " سیاسی مکتوبات" میں محفوظ ہیں - ان سے معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح آپ ان ارباب حل و عقد کو ایک سیاسی لڑی میں پرونے کی کوشش کرتے رہے - ان تمام حضرات کے علاوہ شاہ صاحب نے اصلاح احوال کیلئے خاص طور پر دو اہم شخصیات کو منتخب فرمایا - جو واقعی اپنے زمانے کے ابتر حالات میں کچھ نہ کچھ کرنے کی ہمت اور صلاحیت رکھتے تھے - ان میں سے ایک ہندوستان کے اندر امیر الامراء نجیب الدولہ کی شخصیت اور دوسری بیرون ہند یعنی افغانستان سے تعلق رکھنے والے احمد شاہ ابدالی والئی افغانستان تھے - ان حضرات کا مختصر تعارف درج ذیل ہے :

نواب نجیب الدولہ :

اصل نام نجیب خان تھا - ۱۷۰۷ء میں صوبہ سرحد کے ایک گاؤں

(۱) مکتوب سی و ہفتم - سیاسی مکتوبات

مانیری میں پیدا ہوئے - یہاں انہیں تعلیم کے مواقع میسر نہ ہو سکے - اللہ تعالی نے بے پناہ ہمت اور معلا حیتوں سے نوازا تھا اسلئے تلاش معاش کے سلسلے میں دوآب کے علاقے میں چلے گئے - اور نواب علی محمد خان کی فوج میں ملازمت اختیار کر لی - جب علی محمد خان کو مغل بادشاہ نے سرہند کا گورنر مقرر کیا تو نجیب خان بھی اسکے ہمراہ گیا - وہاں علی محمد خان کو انکی صلاحیتیں پرکھنے کا موقع ملا -

سرہند سے آنولہ واپسی پر مشہور رئیس دوندے خان نے جو نجیب خان کے خسر تھے ، چاند پور' نگینہ' بجنور وغیرہ کے علاقوں کا انتظام نجیب خان کے سپرد کر دیا - نجیب خان اپنی شجاعت اور بہادری کی بدولت ترقی کرتا گیا - یہاں تک کہ نواب حافظ الملک نے اسے ایک ہزار سواروں کا سالار مقرر کر دیا -

۱۷۵۳ء میں نجیب خان ' مغل بادشاہ کی امداد کی غرض سے روہیلوں کا دس ہزار کا لشکر جمع کر کے دہلی روانہ ہوا - نواب عماد الملک نے شہنشاہ کی خدمت میں پیش کیا - جہاں اسے نجیب الدولہ کا خطاب اور پنج ہزاری منصب عطا ہوا - بادشاہ نے فوجوں کی تنخواہ کے عوض دوآب کا علاقہ عطا فرمایا - شاہانِ مغلیہ کے ساتھ براہ راست تعلق اور اخلاص کی بدولت دہلی کی سیاست میں اسے نہایت اہم اور مرکزی کردار حاصل ہوگیا - یہاں تک کہ ۱۷۶۱ء سے ۱۷۷۰ء تک دہلی کی سیاست کا بوجھ در حقیقت اسی کے کندھوں پر تھا -

نجیب الدولہ کو اللہ تعالی نے بے پناہ سیاسی صلاحیتوں سے نوازا تھا - اگرچہ رسمی تعلیم اسے حاصل نہ ہو سکی تھی - تاہم تجربہ ' محنت اور

خداداد قابلیت جیسے جواہر اسمیں بوجہ اتم موجود تھے - عسکری صلاحیتں اور افواج کی تنظیم و تربیت کا زبردست ملکہ پایا تھا - دشمنوں کی سازشوں اور منافقوں سے نبرد آزما ہونے کا فن جانتا تھا - خود اعتمادی اور مشکل حالات میں ثابت قدمی کے جواہر سے مالا مال تھا -

مشہور مورخ سرجدو ناتھ سرکار اسکے متعلق لکھتے ہیں :

" ایک مورخ کی سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ اسکی کس خوبی کی سب سے زیادہ تعریف کرے - میدان جنگ میں اسکی حیرت انگیز قیادت کی یا مشکلات میں اسکی تیز نگاہی اور صحیح رائے کی ' یا اسکی فطری صلاحیت کی جو اسکو انتشار اور ابتری میں ایسی راہ دکھاتی تھی جس سے نتیجہ اسکے موافق نکل آتا تھا -" (۱)

نجیب الدولہ نہایت دیندار اور جذبہ ایمان سے سرشار رہتا تھا - دینی مدارس کے قیام اور علماء و صلحاء سے تعلق پر بہت توجہ دیتا تھا - بے شمار علماء کرام کے روزینے اور تنخواہیں مقرر کر رکھی تھیں - علماء و مشائخ میں سے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کا نہایت معتقد تھا - اور ہر موقع پر آپکی دعاؤں اور مشوروں کا منتظر رہتا تھا - انہی وجوہات کی بناء پر حضرت شاہ صاحب بھی انہیں مسلمانان ہند کے مصائب کو کم کرنے کا ایک ذریعہ سمجھتے تھے اور آپ کی توجہات پوری طرح نواب صاحب پر مبذول تھیں - شاہ صاحب اور نجیب الدولہ کے باہمی تعلق کی بنیاد پر روشنی ڈالتے ہوئے علامہ ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں :

" شاہ صاحب نے جنکو اللہ تعالی نے مردم شناسی و حقیقت پسندی کا وہ

---

(۱) سرکار بحوالہ شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات ص - ۲۳۲

ملکہ عطا فرمایا تھا جو ان لوگوں کو عطا ہوا کرتا ہے - جو تاریخ اصلاح و تجدید اور کارآدم گری و مردم سازی میں کوئی بڑا کام کرتے ہیں - قحط الرجال کے اس عہد میں جو حوصلہ مندوں اور طالع آزماؤں سے بھرا ہوا تھا - اپنے کام کی تکمیل و مدد لینے میں نجیب الدولہ کا انتخاب کیا - اور انکی دوربین و باریک بین نگاہ نے اس جوہر قابل اور اسکے اندر دینی حمیت کو دیکھ لیا - شاہ صاحب نے ان سے مراسلت شروع کی اور ان چنگاریوں کو فروزاں کرنے کی کوشش کی جو انکی خاکستر میں دبی ہوئی تھیں - (۱)

نجیب الدولہ کے نام شاہ صاحب کے متعدد خطوط آپ کے سیاسی حالات پر نظر اور سعی مسلسل کے آئینہ دار ہیں - چنانچہ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں :

" از فقیر ولی اللہ عفی عنہ	" فقیر ولی اللہ عفی عنہ کی جانب
بعد سلام محبت مشام واضح آنکہ	سے سلام محبت مشام کے بعد
دعائے نصر مسلمین کردہ می	واضح ہو کہ نصرت مسلمین کے لئے
شود و از سروش غیبی نفحات	یہاں دعا کی جا رہی ہے اور سروش
قبول شنیدہ می شود امید	غیبی سے آثار قبول محسوس ہوتے
آنست کہ خدائے تعالی بردست	ہیں - امید یہ ہے کہ اللہ تعالی تمہارے
ایشاں احیاء طریقہ جہاد	ہاتھ پر طریقہ جہاد کو زندہ کرکے

(۱) تاریخ دعوت و عزیمت - حصہ پنجم از ابوالحسن علی ندوی ص - ۲۰۸

فرموده برکات آں عاجلا و	اس کی برکات اس دنیا اور آخرت
آجلا نصیب کند - (۱)	میں عطا فرمائے گا -

ایک مکتوب میں شاہ صاحب مرہٹہ، جاٹ اور سکھ جنگجوؤں سے باری باری نبرد آزما ہونے کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے نجیب الدولہ کو لکھتے ہیں :

" در ہندوستان سہ فرقہ از کفار	" ہندوستان میں تین فرقے شدت و
بہ شدت و صلابت موصوف اند تا	صلابت کی صفت سے موصوف ہیں جب
وقتیکہ استیصال ایں سہ فرقہ	تک ان تینوں کا استیصال نہ ہوگا نہ
نمی شود نہ بادشاہے مطمئن شدہ	کوئی بادشاہ مطمئن ہو کر بیٹھے گا
می نشیند نہ امراء و نہ رعیت	نہ امراء چین سے بیٹھیں گے اور نہ رعیت
بفراغ خاطر می تواند زیست	خاطر جمعی سے زندگی بسر کر سکے گی
مصلحت دینی و دنیوی ہر دو	دینی و دنیاوی مصلحت اسی میں
دراں منحصر است کہ بعد فتح مرہٹہ	ہے کہ مرہٹوں سے جنگ جیتنے کے بعد
بیدرنگ متوجہ قلعہ جات جٹ	فوراً قلعجات جٹ کی جانب متوجہ
شوند وآں رابہ تدبیر وے برکات	ہو جائیں اور اس مہم کو بھی برکات
غیبیہ مبیر فتح نمایند بعد ازاں	غیبیہ کی مدد سے آسانی کے ساتھ
نوبت سکھ است آنجماعہ را نیز	سر کر لیں - اس کے بعد نوبت سکھ
زیر و زبر باید ساخت و منتظر	کی ہے اس جماعت کو بھی شکست دینی
نفحات الہیہ باید بود - (۲)	چاہیے اور رحمت الہی کا منتظر رہنا
	چاہیے -"

---

(۱) مکتوب چہارم - سیاسی مکتوبات

(۲) مکتوب پنجم - ایضاً

ایک موقع پر جب جاٹوں نے دہلی اور گرد و نواح میں زبردست تباہی مچا رکھی تھی - ان حالات میں نجیب الدولہ کے استفسار کے جواب میں شاہ صاحب لکھتے ہیں :

" بناء علیہ این چند کلمہ مرقوم
می شود حقیقت این است کہ فقیر
در واقعہ استیصال قوم جٹ بہ ہماں
صفات کہ قوم مرہٹہ مستاصل شدہ
اند دیدہ است و نیز در واقعہ دید
کہ مسلمین بر دیہات و قلاع جٹ
مسلط شدہ اند و مسکن و ماوائے
مسلمین شدہ است - اغلب رائے
آنست کہ روہیلہا در قلعہائے جٹ
اقامت کنند - این قدر درغیب
الغیب مصمم و مقرر است فقیر
را دریں مقدمہ شک و شبہ نیست
اما ہنوز در عالم ملکوت صورت فتح
ظاہر نشدہ است، محتاج توجہ
و ہمت بزرگان خدا کہ دریں کار
ایشاں را قائم ساختہ اندست

" آپکے خط کے جواب میں یہ
چند کلمات لکھے جا رہے ہیں حقیقت
یہ ہے کہ فقیر نے عالم رویاء میں قوم
جاٹ کا استیصال اسی قسم کا دیکھا
ہے جسطرح قوم مرہٹہ کا استیصال
ہوا ہے - اور یہ بھی خواب میں
دیکھا ہے کہ مسلمان جاٹوں کے دیہات
اور قلعہ جات پر مسلط ہوگئے ہیں اور
وہ دیہات و قلعے مسلمانوں کا مسکن
بن گئے ہیں غالب گمان یہ ہے کہ
روہیلے جاٹوں کے قلعوں میں اقامت
پذیر ہونگے - یہ چیز غیب الغیب میں
مصمم و مقرر ہے - فقیر کو اس بارے
میں ذرہ برابر شک و شبہ نہیں ہے
لیکن ابھی عالم ملکوت میں صورت
فتح ظاہر نہیں ہوئی ہے - جن خدا

چوں ایں مترمہ واضح شر
صلاح دیر ایں فقیر آنست
کہ آں عالی مقام عزیزالقور
نہمت اعلاء کلمۃ اللہ و تقویت
ملت محمدیہ علی صاحبہا
الصلوٰہ والتسلیمات در خاطر
مصمم کنند و جہاد آں ملاعین
شروع نمانید - (۱)

کے خاص بندوں کو اس کام پر قائم
کیا گیا ہے انکی توجہ اور دعا
کی ضرورت ہے -
چونکہ یہ بات واضح ہو گئی ہے
تو اب فقیر کا مشورہ یہ ہے کہ
جناب عالی اعلاء کلمۃ اللہ اور
تقویت ملت محمدیہ (علی صاحبہا
الصلوٰۃ والسلام) کی پکی نیت کر
لیں اور ان ملعونوں سے جہاد
شروع کر دیں - "

شاہ صاحب خود بھی ایک اولوالعزم انسان تھے اور شدائد و مصائب کے موقع پر دوسروں کو بھی عالی ہمت دیکھنا چاہتے تھے - چنانچہ نواب نجیب الدولہ کو ثابت قدم رہنے اور مشرکین سے مرعوب ہو کر صلح پر آمادگی کے خطرات سے خبردار کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

" اما یک نکتہ را خاطر
نشان خود کنند کہ بعض مردم
ہنور کہ بظاہر نوکر شما و
دولت شما اند و بہ باطن
میل بجانب آں ملاعین دارند

" ایک نکتہ خیال میں رہے اور
وہ یہ کہ بعض مردم ہنوز جو بظاہر
تمہارے اور تمہاری حکومت کے
ملازم ہیں لیکن باطن میں انکا
میلان مخالفین کی جانب ہے

(۱) مکتوب ہشتم - سیاسی مکتوبات

نمی خواہند کہ قوم کفرہ
مستاصل شوند ' ہزار حیلہ
دریں مقرمہ خواہند انگیخت
و بہر نوع صلح را در نظر
آں عزیز القدر خواہند آراست
در دل می باید نیت مصمم
ساخت کہ سخن آں جماعہ
نشنوند و ہرگز بسخن ایشاں
میل ننمایند اگر میل سخن
آں جماعہ نمودند نصرت
متاخری شود ' فقیر ایں
مقرمہ را ہمچناں می داند
کہ گویا کسے بہ چشم خود
می بیند - (۱)

وہ نہیں چاہتے کہ مخالفین کی جڑ
کٹ جائے - وہ ملازمین ہزار جتن
اس معاملے میں کھڑے کریں گے -
اور ہر طریقے سے آں عزیز القدر
کی نظر میں صلح کو آراستہ کر کے
دکھائیں گے - دل میں یہ ٹھان لیں
کہ اس جماعت کی بات نہ سنوں گا -
اور اگر ان کی باتوں کی طرف
میلان طبع ہو گیا تو نصرت میں
تاخیر ہو گی - فقیر اس چیز کو
اس طرح جانتا ہے گویا کوئی
اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہا
ہو -

شاہ صاحب کے مکتوبات کے مذکورہ بالا اقتباسات سے شاہ صاحب اور نجیب الدولہ کے باہمی تعلقات کی نوعیت سمجھنے میں مدد مل سکتی ہے - نجیب الدولہ شاہ صاحب کو اپنا مرشد و رہنما سمجھتے تھے - اور آپ نجیب الدولہ کی عسکری و سیاسی صلاحیتوں کو مسلمانوں کے بازوئے شمشیر زن کے طور پر کام میں لانا چاہتے تھے -

(۱) مکتوب ہشتم - سیاسی مکتوبات

احمد شاہ ابدالی کا ہندوستان آنا ' نجیب الدولہ کا اسکے ساتھ شریک و معاون بننا' مرہٹوں کی روز افزوں طاقت کا قلع قمع اور پھر نجیب الدولہ کا امیر الامراء کا منصب حاصل کرنا سب شاہ صاحب کی مساعی اور کاوشوں کا نتیجہ تھا - نجیب الدولہ نے شاہ صاحب کی وفات کے آٹھ سال بعد ۳۱ اکتوبر ۱۷۷۰ء کو انتقال کیا -

احمد شاہ ابدالی :

ہندوستان کے حالات کو سدھارنے کیلئے جس دوسری شخصیت پر شاہ صاحب کی نظر تھی وہ والئی افغانستان احمد شاہ ابدالی کی شخصیت تھی - آپ نے احمد شاہ ابدالی کو ہندوستان بلانے کیلئے نجیب الدولہ کو ذریعہ بنایا اور براہ راست خطوط کے ذریعے بھی رابطہ قائم کیا - احمد شاہ کو ہندوستان پر حملہ آور ہونے کی دعوت دینے کے اقدام کو بعض مورخین نے تنقید کا نشانہ بنایا ہے - تاہم حقیقت یہ ہے کہ جب ہم اس دور کی سیاسیات پر گہری نظر ڈالتے ہیں تو شاہ صاحب کی بصیرت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں

احمد شاہ ابدالی کا مختصر تعارف کچھ اسطرح ہے :

افغانستان کے سدوزئی خاندان کا پہلا حکمران اور درانی سلطنت کا بانی احمد شاہ ۱۷۲۲ء میں ملتان میں پیدا ہوا - ایرانی حکمران نادر شاہ نے جب افغانستان کے بڑے حصے پر قبضہ کر لیا تو احمد شاہ نے اسکی فوج میں ملازمت اختیار کر لی اور اپنی خدا داد صلاحیتوں کی بناء پر بہت جلد ترقی کر کے

بادشاہ کا منظور نظر بن گیا - جون ۱۷۴۷ء کو جب خراسان میں نادر شاہ کو قتل کر دیا گیا تو احمد خان نے قندہار میں اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا - قندہار کو صدر مقام بنا کر اس نے غزنی، کابل اور پشاور کو بھی آسانی سے اپنے حیطہء اقتدار میں لے لیا - چونکہ اس زمانے میں ہندوستان میں بدنظمی اور افراتفری کا دور دورہ تھا اور وہ خود کو نادر شاہ کی مشرقی مملکت کا وارث سمجھتا تھا اور اسلئے ان صوبوں کا دعویدار تھا جو نادر شاہ نے مغل شہنشاہ سے چھین لئے تھے چنانچہ اس نے ۱۷۴۷ء سے ۱۷۶۹ء تک ہندوستان پر نو حملے کئے - گو کہ اسکا یہ ارادہ کبھی نہ ہوا کہ کہ وہاں اپنی سلطنت قائم کرے -

شاہ ولی اللہ اور نجیب الدولہ کی دعوت سے قبل وہ چھ مرتبہ ہندوستان آ چکا تھا اور یہاں کے حالات، فوجی طاقت کے تناسب، موسمی حالات، امراء اور اہل حکومت کے مزاج سے واقف تھا -

احمد شاہ کے سابقہ تمام حملے وقتی اور عارضی ضروریات کی تکمیل تک محدود رہے تھے - علاوہ ازیں اسکی فوج بے ڈھب اور اسلامی جہاد کے آداب سے ناواقف تھی جسکی بدولت مسلمانان ہند کو سخت مصائب بھی برداشت کرنے پڑے تھے - تاہم شاہ ولی اللہ، احمد شاہ کی شخصیت سے واقف اور اسکے سیاسی و عسکری رحجانات کے مزاج شناس تھے - اسی لئے آپکے نزدیک کفار ہند کے مظالم کو روکنے کیلئے وہی اُمید کی کرن ثابت ہو سکتے تھے -

احمد شاہ ابدالی شرافت، علم و ادب اور علماء و صلحاء کی قدر دانی میں بے نظیر تھے - عسکری تنظیم اور قانون کی بالا دستی قائم کرنے کے علاوہ نہایت

رحم دل ، فیاض ، دیندار اور احیائے سنت کے متوالے تھے - اہل قلم اور تعلیم یافتہ ہونے کے علاوہ روحانی ترقی کے خواہشمند رہتے تھے - چنانچہ اپنے عہد کی مشہور شخصیت میاں محمد عمر چمکنی کے ساتھ (جن کا تذکرہ آگے آ رہا ہے) اسکی ارادت و عقیدت نہایت مشہور تھی - شاہ صاحب نے جن حالات کے تحت احمد شاہ ابدالی کو ہندوستان پر حملے کی دعوت دی اسکا صحیح اندازہ لگانے کیلئے عصر حاضر کے مشہور محقق علامہ سید ابوالحسن ندوی کا یہ تبصرہ قدرے طویل ہونے کے باوجود اس لائق ہے کہ اسے یہاں نقل کیا جائے آپ لکھتے ہیں :

" شاہ صاحب نے اپنی بالغ نظری ، ہندوستان کی صورت حال کے حقیقت پسندانہ مطالعہ ، ارکان سلطنت اور امراء و دربار کی بے کرداری اور حکمران خاندان کی روز افزوں نااہلی سے دو حقیقتیں ایسی سمجھ لی تھیں جو روز روشن کیطرح صاف تھیں ایک تو یہ کہ ملک کی پہلی ضرورت اس بے نظمی اور طوائف الملوکی کو دور کرنا ہے جس سے نہ اہل ملک کی جان و مال عزت و آبرو محفوظ ہے نہ کسی تعمیری کام اور بہتر نظم و نسق کی گنجائش ہے ، اس افراتفری ، بے یقینی اور سراسیمگی کی دائمی فضا کی ذمہ داری ان تین انتشار پسند اور جنگجو گروہوں پر تھی ، جو نہ تو کسی ایسے ملک میں حکومت کا تجربہ رکھتے تھے جسمیں مختلف مذاہب قومیں اور تہذیبیں صدیوں سے پائی جاتی تھیں اور جسکے انتظام کی ذمہ داری سنبھالنے کے لئے اعلی درجہ کا احساسِ ذمہ داری قوت ضبط و تحمل ، وسیع النظری اور فراخ دلی ضروری تھی ، نہ انکے پاس ملکمکو اعتدال و سکون عطا کرنے ، اہل ملک کا اعتماد بحال کرنے اور نظم و نسق کو بہتر بنانے کے لئے کوئی منصوبہ تھا نہ کوئی تخیل

اسلئے پہلا کام یہ تھا کہ ان تینوں طاقتوں بالخصوص مرہٹوں کے غلبہ کے خطرہ سے ملک محفوظ کر دیا جائے جس سے ہندوستان کے اس مرکزی حصہ کو جو حکومتوں کا مستقر رہا ہے ، یعنی لاہور سے دہلی اور صوبجات متحدہ تک کے علاقہ کو کسی وقت اطمینان نہیں تھا کہ وہ کس وقت میدان جنگ میں تبدیل اور گلزار و پر رونق شہر ایک آزاد شکار گاہ میں مبدل ہو جائیں گے' جہاں شکاریوں کو پرامن شہریوں کو چڑیوں اور جانوروں کیطرح مارنے کی اجازت ہوگی اور انکا پشتوں اور نسلوں کا اندوختہ دیکھتے دیکھتے تاراج ہو جائیگا - اس سے دوسرے درجہ پر وہ خطرہ تھا جو سکھوں اور جاٹوں کی شکل میں تہذیب و تمدن اور دولت و ثروت کے ان مرکزوں کو بلائے ناگہانی کیطرح پیش آتا رہتا تھا -

دوسری حقیقت یہ تھی کہ اس خطرہ کو دور کرنے کے لئے کسی ایسے تجربہ کار عسکری قائد اور منظم سپاہ کی ضرورت ہے جو نئی جنگی طاقت سے معمور تو ہو لیکن مخمور نہ ہو' اسکے اندر سپہ گری کے جوہر اور شجاعت و بہادری کے ماسوا ۰۰۰ ایمانی غیرت و دینی حمیت بھی ہو' نیز وہ ان ذیلی و ضمنی اختلافات رقابتوں اور پرانے کینوں اور دشمنیوں سے محفوظ ہو جو دہلی کے ایوان سلطنت اور ملک کے اہل سیاست کو گھن کیطرح کھا رہی تھیں اور جن کی موجودگی میں کسی ایسے بلند تر مقصد کی تکمیل کی توقع نہیں کی جا سکتی ، جسمیں بجائے کسی نسلی عنصر' مذہبی گروہ یا ذاتی فتح مندی کے حصول کے ملت کا فائدہ اسلام کی تقویت اور ملک کی حفاظت مقصود و پیش نظر ہو' شاہ صاحب کی نظر میں ایک ذریعہ اور واسطہ کی حیثیت سے تو امیر الأمراء نواب نجیب الدولہ کی ضرورت و

اکثریت تھی لیکن وہ حالات کی سنگینی کے پیش نظر تنہا کافی نہیں تھے اور انکے ذریعہ ان طاقتوں کا زور نہیں توڑا جا سکتا تھا جنھوں نے اپنی فوجی طاقت اتنی بڑھالی تھی کہ ملک کی کوئی واحد فوجی طاقت انکو شکست نہیں دے سکتی تھی اسکے لئے ایک تازہ دم بیرونی فوجی قائد کی ضرورت تھی جو اس ملک کے لیئے مطلقاً اجنبی اور نووارد نہ ہو، وہ اس ملک کے نشیب و فراز، باشندگان ملک کی راہ رسم اور یہاں کے حریف اور نبردآزما گروہوں کے مزاج اور کمزوریوں سے بھی واقف ہو اور جو اسکا حوصلہ اور ظرف بھی رکھتا ہو کہ اس ملک کو ان فوری خطروں سے محفوظ کر کے عنان حکومت یہیں کے قدیم حکمراں خانداں کے کسی اہل اور باصلاحیت فرد، وفادار و صاحب کردار امیر یا وزیر کے حوالہ کر کے واپس چلا جائے کہ یہی حقیقت پسندی ملی مفاد اور حب الوطنی کا تقاضا ہے -

اس نازک اور دشوار کام کیلئے (جسمیں ہر نازک و دشوار کام کی طرح مضرت و منفعت کے پہلو ہوا کرتے ہیں) شاہ صاحب کی نظر انتخاب احمد شاہ درانی والئی قندھار پر پڑی جو ہندوستان کیلئے اجنبی اور نو وارد نہیں تھا - اس نے مختلف حالات و مقاصد کے تحت ۱۷۴۷ء سے ۱۷۶۹ء تک ہندوستان پر نو حملے کئے شاہ صاحب اور نواب نجیب الدولہ کی دعوت اور پانی پت کے معرکہ سے پہلے وہ چھ مرتبہ ہندوستان آ چکا تھا وہ ملک کے نشیب و فراز طریقہ جنگ فوجی طاقتوں کے تناسب اور امراء اور اراکین سلطنت کے رجحانات سے واقف تھا وہ اٹھارویں صدی عیسوی اور بارہویں صدی ہجری کے وسط کے ان ممتاز ترین فوجی قائدین میں تھا جو عرصہ دراز کے بعد پیدا ہوتے ہیں اور مستقل حکومتوں کی بنیاد رکھتے ہیں" - (۱)

(۱) تاریخ دعوت و عزیمت - ص - ۳۱۱ - ۱۱۳

علمائے سرحد کے ساتھ شاہ صاحبؒ کا رابطہ :

ہندوستان کی شمال مغربی سرحدات اور افغانستان پر آباد افغان اقوام و قبائل نے ہندوستان کی تاریخ پر اکثر دورس نتائج ثبت کئے - چنانچہ شاہ صاحب کی وفات کے بعد انکی اولاد واحفاد اور فیض یافتہ جماعت نے تحریکِ مجاہدین کیصورت میں اکثر و بیشتر سرحدی علاقہ جات ہی کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنائے رکھا - شاہ صاحب کی زندگی میں بھی اس علاقے کے علماء و مشائخ اور دیندار طبقہ نے دینی تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا - بعض مکتوبات اور تاریخی دستاویزات سے پتہ چلتا ہے کہ شاہ صاحب نے سرحد اور دیگر مسلم اکثریتی علاقوں کے ارباب حل و عقد سے پورا پورا رابطہ رکھا ہوا تھا -

احمد شاہ ابدالی کے پیر و مرشد حضرت میاں محمد عمر چمکنی پشاوری (۱) کے نام ایک خط سے آپ کے اور حضرت میاں صاحب کے تعلقات کا پتہ چلتا ہے لکھتے ہیں :

" بررائے مہر انجلائے قدوة الانام مربی السالکین مولانا الشیخ عمر متع اللہ المسلمین ببقائہ فقیر ولی اللہ کیطرف سے سلام القیام پیش کرنے کے بعد واضح ہو کہ جب آں عزیز القدر کے اوصاف حمیدہ اور کمالات ظاہری و باطنی

---

(۱) حضرت میاں محمد عمر (م ۱۱۹۰/۱۷۷۶ھ) صوبہ سرحد کے مشہور مصلحین اور اولیاء اللہ میں سے گزرے ہیں آپکی خانقاہ پشاور کے نواح میں موضع چمکنی میں قائم تھی - عوام اور خواص سب آپ سے فیض یاب ہوتے تھے بڑے بڑے ذی جاہ سلاطین و امراء آپکی خانقاہ میں حاضری دینا اپنے لئے باعث سعادت سمجھتے تھے کشف و کرامات اور روحانی کمالات کے علاوہ علم و ادب کے قدر دان اور صاحب

(اگلے صفحہ پر)

اس فقیر نے بار بار سنے تو دل کو ایک قسم کا انجذاب اور خاطر کو ایک قسم کی کشش آپکی جانب حاصل ہوئی - لہذا فقیر نے چاہا کہ اس حدیث پر عمل کرے کہ " جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی سے محبت کرے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے بھائی کو اس محبت کی اطلاع کردے " اور فقیر نے چاہا کہ مکاتبت کا طریقہ جو کہ نصف ملاقات ہے اختیار کرے ۰۰۰۰ امید ہے کہ آپ اپنے معارف خاصہ میں سے جو کہ خزانہ رحمت کی تقسیمات میں سے آپ کو نصیب ہوئے ہیں کچھ معارف گنجائشِ وقت اور اقتضاء حال کے مطابق تحریر فرمائیں گے تا کہ ان معارف سے محبت روحانی کے حق کی ادائیگی ہو سکے - " (۱)

(بقیہ حاشیہ ص ۸۸) تصانیف بزرگ تھے - آپکی شوکت و سطوت کا یہ حال کا تھا کہ بارھویں صدی کا مشہور جابر اور متکبر بادشاہ نادر شاہ افشار (م ۱۷۴۷ء/ ۱۱۶۰ھ) آپکی خانقاہ میں سلامی دینے کیلئے حاضر ہوا - بڑے بڑے نواب اور گورنر اور سرحد و افغانستان کے با اثر روساء آپکی خانقاہ کے حاضر باش مریدوں میں سے تھے - احمد شاہ ابدالی جب کبھی پشاور کی حدود میں داخل ہوتے تو پہلے آپکی خانقاہ میں حاضری کا شرف حاصل کرتے - اور آپ سے رہنمائی حاصل کرتے - حضرت شاہ ولی اللہ نے جب سرزمین ہند کو کفار کی ابھرتی ہوئی قوتوں کے مظالم سے بچانے کیلئے احمد شاہ ابدالی کا انتخاب فرمایا تو میاں محمد عمر چمکنی سے ان تمام مشوروں اور انتظامات میں آپکا رابطہ قائم تھا - چنانچہ احمد شاہ ابدالی کے چھٹے حملے میں حضرت میاں صاحب کے ساڑھے سترہ ہزار مرید اسکے لشکر میں شامل تھے ملخصاً (بحوالہ پی ایچ ڈی مقالہ - حیات و آثار میاں محمد عمر چمکنی - از ڈاکٹر محمد حنیف پشاور یونیورسٹی)

(۱) ایضاً بحوالہ مقالہ "حیات و آثار میاں محمد عمر چمکنی"

اسی طرح ابدالی کے حملے سے پہلے دہلی میں حفاظتی اقدامات کے سلسلے میں صوبہ سرحد کے علماء ملا امان اللہ و ملا شیر محمد (۱) کے نام لکھتے ہیں :

" فضائل دستگاه ملا امان الله	" فضائل دستگاه ملا امان اللہ و
و ملا شیر محمد در حفظ الهی	ملا شیر محمد حفظ الہی میں رہ کر
بوده بنعم دو جهانی مقرون	دونوں جہاں کی نعمتوں سے مالا مال
باشند .... مدتی می گزرد	رہیں .... عرصہ ہوا کہ آپکی عافیت
که از احوال خیریت مآل	کا خداوند کریم سے طالب ہوں - دل
ایشان رقمی نخوانده ایم	خیریت کا منتظر ہے - دیگر آنکہ
دل نگران است و خاطر کشان	جب بادشاہ (ابدالی) عازم ہندوستان
چون شاه عازم هندوستان شود	ہوں تو آپ کے واقف کاروں اور
کسی از آشنایان مخلص ایشان	مخلصوں میں سے جو شخص لشکر
که در لشکر باشد او را تاکید	میں ہو اسکو آپ تاکید کر دیں
کنند که فلانی در شهر است اگر	کہ فلاں شخص (ولی اللہ)
ناگاه فوج به شهر در آید در	شہر (دہلی) میں رہتا ہے - اگر
حفظ کسی و کوئی او	ناگاہ فوج شہر میں داخل ہو تو
(مقرر کردن) و نشانند	اسکے متعلقین اور علاقے کی ہر

---

(۱) ملا شیر محمد گگیانی صوبہ سرحد کے جید علماء اور شاہ صاحب کے شاگردوں میں سے تھے - آپکی گرانقدر علمی تصنیف " الفتح العمیق " کا قلمی نسخہ پشاور کے سرکاری ریکارڈ آفس میں موجود ہے - شاہ صاحب نے "السر المکتوم" کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ یہ کتاب آپ نے ملا شیر محمد اور ملا امان کی درخواست پر لکھی تھی -

نسخچیان ہر چہ ممکن باشد
بعمل آرد و اگر طالب علمی
را ہمراہ لشکر کنند تاآں مخلص
۰۰۰را بروقت بیاگاہند
باحتیاط نزدیک ترخواہد بود
واگر کتابت عزیزی کہ معتقد
شاہ درباب ایں جانب
بنویسانند و ہمراہ آں طالب علم
کنند بہتر است اگرچہ ہمہ امور
وابستہ تقدیر ازلی اند اما جمع
توکل باسبب از سنن مرسلین
است - (۱)

ممکن حفاظتی تدبیر کی جائے - اگر کسی
طالب علم کو ہمراہ لشکر کردیں تاکہ اس
مخلص کو بروقت یاد دلا دے تو یہ بہت
احتیاط کی بات ہوگی اور اگر کسی ایسے
شخص کی تحریر جس سے بادشاہ
اعتقاد رکھتا ہو - ہمارے بارے میں
لکھوالیں - اور اس طالب علم کے ہمراہ
کردیں تو زیادہ بہتر ہوگا اگرچہ تمام امور
تقدیر الٰہی سے وابستہ ہوتے ہیں لیکن
توکل کیساتھ سبب کو جمع کرنا انبیاء
کرامؑ کی سنتوں میں سے
ایک ہے -

احمد شاہ ابدالی نے بھی اپنے طور پر سندھ سے لیکر صوبہ سرحد اور کشمیر تک تمام علماء و مشائخ کیساتھ اپنا بھرپور رابطہ رکھا ہوا تھا - اسکے متعلق عزیزالدین پوپلزئی لکھتے ہیں :

"در سال ۱۱۶۰ ھ کہ دفعہ اول اعلیٰحضرت احمد شاہ درانی بطرف پشاور حرکت فرمود دراثنائی ورود ولایت ننگرہار و پشاور چنانکہ ضمن نامجات دوستان خود بجناب شیخ محمد عمر پشاوری و شیخ محمد سعید لاہوری

---

(۱) مکتوب چہل و دوم - سیاسی مکتوبات -

و میاں ثنا ء اللہ دہلوی و سید محمود بن سید علی شیخانی و
سید نجیب کنٹری (پیر بابا) و میاں محمد عثمان و شیخ شکراللہ
تتوی و شاہ بہلول جالندھری و میاں رحمت انور جالندھری ومیاں
رحمت اللہ لاہوری و خواجہ محمد اعظم دومری کشمیری و خواجہ
شیخ کمال الدین کشمیری و سائر مشائخ کبار دیار ہند و سند ،
کشمیر و پنجاب و ننگرہار خبر داد ' شاہ ولی خان فوفلزئی و
سردار جہاں خان فوفلزئی را از پشاور بہ میرانی محلہ شہر
سرہند بحضور جناب شاہ غلام محمد معصوم ثانی بن حضرت
شاہ محمد اسماعیل بن شاہ محمد صبغت اللہ بن عروۃ الوثقی
حضرت معصوم پسر سوم حضرت مجددالف ثانی شیخ احمد
فاروقی نقشبندی فرستاد -" (۱)

درج بالا اقتباس اگرچہ احمد شاہ ابدالی کے مکتوبات سے متعلق ہے - تاہم جب ہم شاہ صاحب کے دستیاب مکتوبات اور اس عہد کے سیاسی حالات کے تناظر میں اس اقتباس پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ احمد شاہ ابدالی کو شاہ صاحب کی دعوت کوئی وقتی یا ہنگامی فیصلہ نہ تھا بلکہ اس عہد کے تمام ارباب علم و دین اس نظام سے وابستہ اور اس پروگرام کے حامی تھے - جس کی قیادت حضرت شاہ صاحبؒ کے حصے میں آئی تھی - اس حقیقت کو پروفیسر

---

(۱) تیمور شاہ درانی از عزیز الدین وکیلی فوفلزئی - ص- ۶۲۸ مطبوعہ انجمن تاریخ کابل طبع دوم ۱۳۴۶ھ

خلیق احمد نظامی نے ان الفاظ کیساتھ ادا کیا ہے کہ " پانی پت کا میدان کارزار حقیقت میں شاہ ولی اللہ کا سجایا ہوا تھا ۔" (۱)

احمد شاہ کا حملہ اور شاہ صاحب کی حفاظتی تدابیر :

یہ بیان گذر چکا کہ احمد شاہ ابدالی شاہ صاحب کے زمانے میں چھ مرتبہ ہندوستان آکر مقامی اور وقتی مصالح کو پورا کرکے واپس جا چکا تھا ۔ ان حملوں میں اپنی فوجی طاقت کے مظاہرہ اور وقتی ضروریات کی تکمیل کے علاوہ اس نے کوئی مفید کام انجام نہیں دیا تھا ۔ اسکی فوج نے اسلامی اصول جنگ کی پیروی بھی نہیں کی تھی ۔ جسکی بدولت عام لوگوں کو سخت مصائب کا سامنا کرنا پڑا تھا ۔ اسکے حملوں سے کچھ ہی عرصہ قبل نادر شاہ کے قتل عام کی وحشت ابھی دلوں سے نہیں اتری تھی ۔ ان حالات میں ایک بار پھر افغانی حاکم کو حملے کی دعوت دینا کوئی معمولی اقدام نہ تھا ۔ تاہم ان کمزوریوں اور تلخ تجربات کے باوجود شاہ صاحب کی نظر میں وہی امیر کا ایک ستارہ تھا جو افق پر نظر آ رہا تھا ۔ چنانچہ آپ نے عامۃ المسلمین کو جنگ کے مصائب سے بچانے کیلئے اپنے طور پر پوری احتیاطی تدابیر اختیار کرکے احمد شاہ ابدالی کو حملے کی دعوت دی اور مقامی اسلامی قوتوں کو اسکا ساتھ دینے پر آمادہ کیا ۔ اس ضمن میں شاہ صاحب کے مکتوبات کے چند اقتباسات درج ذیل ہیں :

نواب نجیب الدولہ کو ایک خط میں لکھتے ہیں :

" ۔۔۔باقی مانز مطالبی دیگر " ایک بات اور کہنی ہے وہ یہ کہ

---

(۱) شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات ۔ ص ۔ ۴۲

چوں عبور افواج شاہیہ بہ دہلی
واقع شود، اہتمام کلی باید کرد کہ
مثل سابق پامال ظلم نگردد اہل
دہلی چندیں دفعہ نہب اموال
وہتک ناموس دیدہ اند و بہ
ہمیں سبب در کارہائے مطلوبہ
شاہی توقف افتاد آخر آہ مظلومان
کارہا دارد ایں بار اگر می خواہند
کہ کار دست بستہ میسر شود
قدغن بلیغ باید نمود کہ کسے
با مسلمانان و ذمیان دہلی کار
نداشتہ باشند - (۱)

جب افواج شاہیہ کا گزر دہلی میں
واقع ہو تو اسوقت اہتمام کلی کرنا
چاہئیے کہ دہلی سابق کیطرح ظلم
سے پامال نہ ہو جائے - دہلی والے
کئی مرتبہ اپنے مالوں کی لوٹ
اور اپنی عزت کی توہین اپنی آنکھوں
سے دیکھ چکے ہیں - اسی وجہ سے
کارہائے مطلوبہ کے حصول میں
تاخیر ہو رہی ہے - آخر مظلوموں
کی آہ بھی تو اثر رکھتی ہے اگر
آپ اس بار چاہتے ہیں کہ مقصد میں کامیاب
ہوں تو پوری پوری تاکید کرنی چاہئیے
کہ کوئی فوجی دہلی کے مسلمانوں
اور ذمیوں سے ہرگز تعرض نہ کرے -"

اسی طرح ایک اور مکتوب میں حملہ کے دوران ضعیف لوگوں کی حفاظت کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے فرماتے ہیں "

" چوں افواج قاہرہ درجائے
رسند کہ مسلمانان و کافران آنجا

" جب افواج قاہرہ ایسے مقام پر
پہنچیں جہاں پر مسلمان اور غیر

---

(۱) مکتوب ششم - سیاسی مکتوبات -

بہم آمیختہ باشند، بایدکہ
نسقچیان بہ استقلال آنجا
تعین شوند و بآنہا تاکید شود
کہ جماعت از ضعفائے مسلمین
کہ در قریات ساکن اند ایشاں
را در قصبات و امصار در آرند
و باز نسقچیان در قصبات
وامصار گرفتہ استادہ مانند
تا بہ ہیچ وجہ مال مسلمانے
غارت نشود و ناموس مسلمانے
خلل نہ پذیرد - درحدیث شریف
وارد شدہ کہ "زوال الدنیا
اہون عنداللہ من قتل مسلم"
سرور انبیاء علیہ من الصلوۃ
اتمہا و من التحیات اکملہا
ہنگامے کہ حدیبیہ شدند بقصد
عمرہ و کفار قریش از دخول
مکہ مانع آمدند - آخر حال
باکفار صلح درمیان آمد -

مسلمان دونوں رہتے ہوں، چاہیے کہ
منتظمین خاص طور پر ایسے مقام
پر متعین ہوں اور انکو تاکید کی جائے
کہ جو ضعیف مسلمان قریوں میں ساکن
ہیں ان کو قصبوں اور شہروں میں
لے آئیں پھر کچھ منتظمین قصبوں
اور شہروں پر مقرر کیے جائیں، جو
اس بات کی کڑی نگرانی کریں کہ کسی
مسلمان کا مال نہ لوٹا جائے اور
کسی مسلمان کی عزت میں فرق نہ
آنے پائے - حدیث شریف میں آیا ہے
کہ "اللہ کے نزدیک تمام دنیا کا زوال
قتلِ مسلم کے مقابلے میں ہیچ ہے"
حضرت سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم
بقصد عمرہ جب حدیبیہ تشریف لے گئے
اور کفار قریش مکہ کے داخلہ سے مانع
آئے آخر الامر کفار مکہ سے صلح ہوئی
اگرچہ بعض بڑے صحابہ میں سے
ایسے تھے جنکی حمیت دینی جوش

بعض کبار صحابہ را حمیت دین	میں آئی اور اس صلح پر راضی نہیں
بجوشیر و راضی بآن صلح نگردند -	تھے - لیکن حضرت رسول
حضرت سرور انبیا ء صلی اللہ علیہ	اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
وسلم بقول ایشاں التفات نہ فرمود	انکے قول پر التفات نہیں فرمایا
و صلح نمود - چوں ازیں سفر	اور صلح کرلی ' جب اس سفر
باز گشتند در راہ سورہ "انا فتحنا"	سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نازل شد ' حق سبحانہ ' حکمت	واپس ہوئے تو سورہ "انّا فتحنا"
وجود صلح و تاخیر آنجا آشکارا	نازل ہوئی ' اللہ تعالی فرماتا ہے
فرمود - "ولو لا رجال مومنون	"و لو لا رجال مومنون ....
و نساء مومنات لم تعلمو هم ان	تا .. عذابا" الیمًا " (اگر نہ
تطؤ هم فتصیبکم منهم معرةٌ بغیر	ہوتے (مکہ میں) کئی مرد ایمان
علم لیدخل اللہ فی رحمةٍ من	والے اور کئی عورتیں ایمان
یشآ ء لو تزیلوا لعذبنا الذین	والیاں جنکو تم نہیں جانتے اور
کفروا منهم عذابًا الیما" - (۱)	یہ خطرہ نہ ہوتا کہ تم انکو پیس
یعنی چوں مسلمانان را مضرتے	ڈالو گے ' پس اس کے نتیجہ
می رسید حکمت الہی تقاضا	میں تم کو گناہ ہوتا بغیر دانست
فرمود کہ ایں مقصر را بہ مہلت	کے (توتصدیق خواب بالفعل
سرانجام یا بد و کافران بطوع	ہو جاتی اور جلد فتح میسر
یا بکرہ قبول اسلام کنند و	ہوتی - خدا نے فتح کو موخر

(۱) سورہ الفتح ایت - ۲۸

و مسلمانان از گیر و دار مجاہدین
محفوظ مانند بعد ازاں بعد دو
سال فتح مکہ صورت گرفت
و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
با دوازدہ ہزار کس قریب مکہ
رسیدند - واہل مکہ بہ لطف
و عنف داخل ربقہ اسلام شدند
و دست بیعت بآن حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم دادند - دریں قصہ
پادشاہان دور اندیش و دانا
دل ، صائب تدبیر را تعلیم حکمتے
است غریب وآں آنست کہ در
محل اختلاط مسلمانان با
کافراں حلم و تانی را کار فرما
شوند - (۱)

کیا) تا کہ داخل کرے جسکو
چاہے اپنی رحمت کے سایہ میں
اگر ہر دو فریق ایکدوسرے سے
جدا ہو جاتے تو ہم منکروں پر
(فی الفور) آفت ڈال دیتے "
یعنی چونکہ مسلمانوں کو مضرت
پہنچ جانے کا اندیشہ تھا ، حکمت الہی
نے تقاضا کیا کہ اس مقصد کو
مہلت کیساتھ انجام دیا جائے
تا کہ منکرین کسی نہ کسی طرح
قبول اسلام کر لیں اور مسلمان
مجاہدین کے غلبہ سے محفوظ
رہیں - چنانچہ صلح حدیبیہ کے دو
سال بعد مکہ فتح ہوا اور آنحضرت صلعم
بارہ ہزار اشخاص کیساتھ مکہ کے
قریب پہنچے اور اہل مکہ بہرطور
داخل اسلام ہوئے اور آنحضرت صلعم
کے ہاتھ بیعت ہوئے - اس واقعہ صلح
حدیبیہ و فتح مکہ میں پادشاہان
دوراندیش کو حکمت کی عجیب د

(۱) مکتوب دوم - سیاسی مکتوبات

غریب تعلیم دی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ
مسلم و غیر مسلم کے اختلاط کے مقام پر
حلم کا معاملہ کرنا چاہیے -"

شاہ صاحب نے احمد شاہ ابدالی کو ہندوستان پر حملے کی دعوت کے ساتھ ساتھ اسکے بنیادی مقاصد کی جانب پوری توجہ دلائی کہ کہیں یہ حملہ بھی نادر شاہ انتشار کیطرح فقط ایک خونریز معرکہ ثابت نہ ہو چنانچہ لکھتے ہیں "

" ما بندگان الہی رسول خدا
را (صلے اللہ علیہ وسلم) شفیع
می آریم و بنام خدائے عزوجل
سوال می نمائیم کہ ہمت بانہمت
را بجانب جہاد کفار ایں نواحی
مصروف فرمایند تا در پیش خدائے
عزوجل ثواب جمیل در نامہ اعمال
آن حضرت ثبت شود، و در دیوان
مجاہدین فی (سبیل) اللہ نام
نامی نوشتہ شود و در دنیا غنایم
بے حساب بدست غازیان اسلام
افتد و مسلمانان از دست کفار
نجات یابند - بخدا می پناہم از

" ہم بندگان الہی حضرت رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم کو شفیع گردانتے ہیں -
اور خدائے عزوجل کے نام پر التماس کرتے ہیں
کہ ہمت مبارک کو اس جانب متوجہ فرما کر
مخالفین سے مقابلہ کریں تا کہ خدائے تعالی
کے یہاں بڑا ثواب جناب کے نامہ اعمال
میں لکھا جاوے - اور مجاہدین فی سبیل
اللہ کی فہرست میں نام درج ہو جائے -
دنیا میں بے حساب غنیمتیں ملیں اور
مسلمان دست کفار سے خلاصی پا جائیں
خدا سے پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ
نادر شاہ کیطرح عمل ہو کہ وہ مسلمانوں
کو زیر و زبر کر گیا - اور مرہٹہ و جٹ

آنکہ بوستور نادر شاہ	کو سالم و غانم چھوڑ کر
بعمل آیر کہ مسلمانان را زیر	چلتا بنا - نادر شاہ کے
و زبر ساخت و مرہٹہ و جٹ	بعد سے مخالفین قوت پکڑ
را سالم و غانم گزاشتہ رفت	گئے اور لشکر اسلام کا
ازاں باز دولت کفار قوت	شیرازہ بکھر گیا - اور
یافت و جنود اسلام ازہم	سلطنت دہلی بچوں کا کھیل
پاشیر و سلطنت دہلی بمنزلہ	بن گئی - خدا کی پناہ اگر
لعب صبیان گشت - معاذ اللہ	قوم کفار اسی حال پر
اگر آں قوم کفار مسلّم ماندنر	رہی اور مسلمان ضعیف
و مسلمانان ضعیف نام اسلام ہم	ہو گئے تو اسلام کا نام
جائے نخواہر ماند - اللہ	تک باقی نہیں رہے گا - اللہ

اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ - (۱) اللہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ - "

جنگ پانی پت اور اسکے دورس نتائج :

شاہ صاحب کے پروگرام کے مطابق احمد شاہ ابدالی کا حملہ ہندوستان کے حالات کو وقتی طور پر سدھارنے کیلئے ضروری تھا - آپ احمد شاہ ابدالی کے ذریعے ملک کی غیر یقینی صورتحال کو ختم کرنے اور سلطنت کو شاہی خاندان کے کسی نسبتاً لائق تر آدمی کے حوالے کر دینے کا کام لینا چاہتے تھے -

---

(۱) مکتوب دوم - سیاسی مکتوبات

شاہ صاحب اسکی آمد سے پہلے یہ پیش گوئی کر چکے تھے کہ ابدالی یہاں ٹھہرے گا نہیں - بلکہ حکومت پر تسلط قائم کرنے کے بعد اسے اولاد ملوک میں سے کسی کے حوالے کر کے چلا جائیگا - (۱)

۱۷۵۹ء میں احمد شاہ ابدالی نے پنجاب پر حملہ کیا وہاں از سرنو اقتدار قائم کرنے کے بعد دہلی کیطرف بڑھا اس دوران مرہٹوں کے ساتھ اسکی شدید جھڑپیں ہوتی رہیں - یہاں تک کہ نومبر ۱۷۶۰ء میں پانی پت کے میدان میں افغانوں اور مرہٹوں کی تاریخی جنگ کا آغاز ہوا جو اڑھائی ماہ تک جاری رہی - اور بالآخر ۱۴ جنوری ۱۷۶۱ء کو مرہٹوں کو شکست فاش ہوئی - انکے بڑے بڑے سردار اس معرکے میں اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے اور انکی زبردست طاقت طلسم کیطرح اڑ گئی -

اگر سلطنت مغلیہ میں تھوڑی سی بھی جان ہوتی تو وہ جنگ پانی پت کے نتائج سے فائدہ اٹھا کر پھر سے ہندوستان پر مسلم اقتدار کو دوام دے سکتی تھی تاہم اسوقت مغل سلطنت ایک بے روح جسم کی شکل اختیار کر چکی تھی جس میں مزید کوئی سکت باقی نہ تھی -

احمد شاہ ابدالی نے شاہ عالم کو دہلی بلانے کی بڑی کوشش کی جس نے خود کو مرہٹوں کی پناہ میں دے کر الہ آباد میں رہائش اختیار کر لی تھی بادشاہ کی والدہ نواب زینت المحل سے خط بھی لکھوایا - تاہم بادشاہ کے اندر اتنی صلاحیت اور ہمت نہیں تھی کہ وہ اس موقع سے فائدہ اٹھاتا - چنانچہ وہ

---

(۱) شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات - ص - ۳۰

پورے دس سال کے بعد ۱۷۷۱ ء میں دہلی آیا - اور اس کا خمیازہ اسے بعد میں بھگتنا پڑا -

فصل : شاہ ولی اللہ دہلوی اور دعوت الی القرآن

شاہ ولی اللہ کے تجدیدی کارناموں میں قرآن مجید کی وسیع اشاعت اور اسے ایک مخصوص علمی حلقہ سے نکال کر عام لوگوں تک پہنچانے کی کوشش کو بڑی اہمیت حاصل ہے -

شاہ صاحب کے عہد میں سرکاری زبان فارسی تھی جسمیں وسیع پیمانے پر بات چیت اور خط و کتابت کی جاتی تھی - عربی زبان صرف طبقہ علماء و طلباء میں محدود ہو کر رہ گئی تھی - چنانچہ عام پیشہ ور افراد اور معمولی تعلیم یافتہ لوگوں کے لئے قرآن مجید سے براہ راست استفادہ نہایت مشکل ہو چکا تھا - اس صورت حال کا بیان کرتے ہوئے " حیاتِ ولی " کے مصنف لکھتے ہیں :

" اب تک قرآن مجید کے مطالب کا سمجھنا صرف عربی تفاسیر پر منحصرتھا جسے علماء اپنا ہی حصہ سمجھ بیٹھے تھے - اور عوام لوگ کلام الہی کا منشا اور فطرۃ اللہ کا مفہوم سمجھنے سے محض محروم و بے نصیب تھے -عموماً مسلمان رمضان میں یا معمولی تلاوتوں میں بالکل طوطے کی طرح سے قرآن مجید پڑھتے تھے اور معنی نہ جانتے کیوجہ سے خداوندی احکام اور آسمانی قوانین سے محض نابلد تھے - ایسے وقت میں جناب شاہ صاحب نے قرآن مجید کے ترجمہ کی سخت ضرورت سمجھی اور اسکا ترجمہ فارسی میں کیا اور لفظوں کی رعایت سے ایسا مطلب خیز ترجمہ کیا کہ عام لوگوں کو کلام الہی سمجھنا نہایت آسان ہوا - قطع نظر اسکے کہ مطالب کی توضیح کیلئے جا بجا نہایت مختصر فوائد چڑھائے -

بڑے بڑے معرکۃ الآراء مضامین اور نہایت اہم اور دقیق مطالب چند

مختصر اور گنتی کے الفاظ میں اس خوبصورتی اور جامعیت کے ساتھ ادا کئے ہیں - انہیں ایسا صاف اور پانی کر دیا ہے جس سے نہ صرف تعجب بلکہ سخت حیرت ہوتی ہے اور زیادہ حیرت یوں ہوتی ہے کہ جب کسی آیت کی تفسیر عربی تفاسیر میں دیکھی جاتی ہے تو باوجودیکہ وہ اس کے متعلق ایک نہایت طولانی بحث کرتے اور صفحات کے صفحات سیاہ کر جاتے ہیں - مگر پھر بھی ویسا صاف مطلب نہیں کھلتا جیسا شاہ صاحب کے معدود لفظوں سے کھلتا ہے ..... جسطرح خود قرآن مجید فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عظیم الشان معجزہ ہے - اسی طرح ترجمہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی ایک بہت بڑی معجزنما کرامت ہے" - (۱)

اولین ترجمۂ قرآن مجید

شاہ صاحب کے عہد تک ہندوستان میں قرآن مجید کے کسی اور زبان میں ترجمہ کو بدعت اور گناہ تصور کیا جاتا تھا - نہ صرف ہندوستان بلکہ ہمسایہ عجمی ممالک یعنی ترکستان ، ایران اور افغانستان وغیرہ میں بھی یہی صورت حال تھی - یہ بات ہر جگہ تسلیم کر لی گئی تھی کہ قرآن مجید اخص الخواص طبقہ کے مطالعہ اور غور و فکر کی کتاب ہے جس کا سمجھنا ایک درجن سے زیادہ علوم پر موقوف ہے - اس کو عوام میں لانا ، عوام کو براہ راست اس سے واقفیت پیدا کرنے اور اس سے ہدایت و روشنی حاصل کرنے کی دعوت دینا سخت خطرناک اور گمراہی کا دروازہ کھولنے کے مترادف ہے جس سے عوام میں ذہنی انتشار اور علماء کی بے قدری و سرکشی کا رحجان پیدا ہو سکتا ہے -

شاہ صاحب نے ان بے بنیاد خطرات اور غلط اندیشی کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے فیصلہ کیا کہ قرآن مجید کا سلیس فارسی زبان میں ترجمہ وقت کی

(۱) حیات ولی مولانا رحیم بخش دہلوی ص - ۳۶ - ۵۴۵ - مکتبہ سلفیہ لاہور ۱۹۵۵ ام

شدید ضرورت ہے - اسلئے کہ سات صدیوں سے ہندوستان میں رائج سرکاری زبان کی حیثیت سے فارسی زبان کو بہت مقبولیت حاصل تھی اور تقریباً ہر لکھا پڑھا مسلمان اگر اسے بول نہ سکتا تو سمجھتا ضرور تھا -

شاہ صاحب کے ترجمہ قرآن کا اثر

یہ ترجمہ شاہ صاحب کا ایک زبردست تجربی کارنامہ ثابت ہوا - جس سے فہم قرآن کے راستے کی ایک بڑی چٹان زائل ہوگئی - اور آئندہ کیلئے فارسی اور پھر اردو تراجم کا ایک عظیم الشان ذخیرہ وجود میں آ گیا - جسکا سلسلہ آج تک جاری ہے -

شاہ صاحب کے ترجمہ قرآن کے وسیع اثرات کا جائزہ لیتے ہوئے مولانا رحیم بخش دہلوی فرماتے ہیں :

" ہندوستان میں اس وقت فلسفہ اور معقول کی بڑی گرم بازاری تھی اور قرآن و حدیث کا چرچا نہایت دھیما تھا - خاص و عام پیر پرستی کی پیچ در پیچ بھول بھلیوں میں حیران و سرگردان تھے - اسلام شرک میں گھی کھچڑی ہو رہا تھا - اور مسلمان صدہا قسم کے توہمات میں گرفتار تھے - شرک و بدعت کا ایک عظیم الشان اور طوفان خیز سمندر چاروں طرف بہہ رہا تھا - جسکی خوفناک موجیں اور دہشت انگیز لہریں اسلام کی بنیادوں کو کھوکھلا کر رہی تھیں - اس وقت اس خدا کے برگزیدہ اور اسلام کے سرپرست یعنی جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب نے قرآن مجید کا ترجمہ کر کے شرک و بدعت کی عمارت کو جڑ بنیاد سے اکھاڑ پھینکا اور قرآن مجید و حدیث کی اشاعت میں اس درجہ کوشش کی کہ ہوا رخ ادھر سے ادھر پلٹ رہا تھا .....

اس وقت ہندوستان میں جہاں سے جہاں تک سچے اسلام کی روشنی نظر آتی ہے اور شرک و بدعت سے صاف اور ستھرا ہوا مذہب نظر آتا ہے سب اسی ترجمہ کا صدقہ ہے - ھے .

"این کار از تو آید و مردان چنیں کنند"

ہندوستانی مسلمانوں پر شاہ صاحب کا یہ احسان اس قدر گرانبار ہے کہ جس سے وہ گردن نہیں اٹھا سکتے - (۱)

ترجمۂ قرآن کا مقصد

اس ترجمہ قرآن مجید سے شاہ صاحب کے پیش نظر کن مقاصد کا حصول تھا - اس کی وضاحت کرتے ہوئے خود فرماتے ہیں :

"نصیحت و نیک خواہی مسلمان	"مسلمانوں کی نصیحت اور خیرخواہی
درہر زمان و در ہر مکان رنگے دیگر	ہر زمانے میں ایک خاص طرز عمل کا
دارد و اقتضاء دیگری نماید -	تقاضا کرتی ہے - اسی لئے علماء دین
ولہذا علماء دین و کبراء اہل یقین	اور اکابر اہل یقین نے تفسیر، احادیث،
در تفسیر و احادیث و عقائد و فقہ	عقائد، فقہ اور سلوک و تصوف کے میدانوں
و سلوک تصانیف متنوعہ ساختہ	میں بے شمار اور متنوع تصانیف کی ہیں
اند و تالیف گوناگوں پرداختہ	اگر ایک گروہ نے تفصیل و تطویل کا
طائفہ شاہراہ اطناب اختیار	راستہ اختیار کیا تو دوسرے گروہ نے
نمودہ اند، و فرقہ کوچہ اختصار	اختصار کو مفید جانا - اگر ایک جماعت
پیشتر کردہ، جماعتے بہ زبان عجم	نے اہل عجم کی زبان میں گفتگو کی

(۱) حیات ولی - ص - ۴۷ - ۵۴۶

سخن گفته اند و گروهے به لغت
عرب در سفته - و دریں زمان که
ما در آنیم و دریں اقلیم که ما
ساکن آنیم نصیحت مسلمانان
اقتضاء می کند که ترجمه قرآن عظیم
بزبان فارسی سلیس و روزمره
متداول بے تکلف فضیلت نمائی
و بے تصنع عبارت آرائی بغیر
تعرض قصص مناسبه ، و بغیر ایراد
توجیهات متشعبه ، تحریر کرده
شود تا خواص و عوام همه
یکساں فهم کنند و صغار و کبار
بیک وضع ادراک نمایند -
لهذا ایں فقیر داعیهٔ ایں امر
خطیر بخاطر ریختند و خواه
مخواه برسر آں آوردند ، یک
چند در تفحص ترجمها افتاد
تا هر کراکه از تراجم غیر آں
که بخاطر مقرر شده است ،

ہے تو دوسری جماعت نے لغت عرب
میں در افشانی کی ہے - اس موجودہ
زمانے میں جس میں رہ رہا ہوں اور
اس ملک میں جہاں میں سکونت پذیر
ہوں مسلمانوں کی بھلائی کا تقاضا
ہے کہ قرآن مجید کا روزمرہ کی سلیس
فارسی زبان میں ترجمہ کیا جائے - جو
تکلف و تصنع سے آزاد اور متعلقہ
قصوں اور مختلف النوع توجیہات سے
مبرا ہو - تا کہ خاص و عام اس سے
فائدہ اٹھائیں اور چھوٹے بڑے سب اس
سے یکساں طور پر مستفید ہوں جب
سے اس فقیر کے دل میں اس اہم کام کا
داعیہ پیدا ہوا تو اس نے مختلف تراجم
کو تلاش کیا اور اپنے معاصر کے پیش نظر
ان تراجم پر نظر ڈالی کہ اگر ان میں
سے کوئی ترجمہ اس ضرورت کو پورا کر
سکتا ہو تو اس کی ترویج کی کوشش کی
جائے اور اپنے ہم عصر لوگوں کو اسکے

مناسب یابر در ترویج آن کوشد	مطالعہ کی ترغیب
وکیف ما امکن پیش اہل	دی جائے -
عصر مرغوب نمایر '	
در بعض تطویل مخل یافت	تاہم کسی کے اندر بے جا اطناب
و دربعض تقصیر مخل ' ہیچ یک	و تطویل نظر آئی اور بعض میں
موافق آں میزان نیفتاد	اختصار مخل ' غرض ان میں سے
لا جرم عزم تالیف ترجمہ	کوئی بھی اسکے مقرر کردہ معیار پر پورا نہ
دیگر مصمم شد - (۱)	اترا اسلئے مجبوراً ایک نئے ترجمہ کی
	تالیف کا پختہ عزم کر لیا ۔

عوام الناس کی قرآن مجید تک رسائی

اس ترجمہ قرآن کے مخاطب دراصل وہ لوگ تھے جو اپنی معاشی مصروفیات اور پیشوں کی بناء پر ہمہ وقتی تعلیم حاصل کرنے سے معذور تھے - اسی طرح پیشہ ور، اہل حرفت، فوج سے منسلک افراد اور انکی اولاد اور وہ لوگ جنہیں ادھیڑ عمر میں فہم قرآن کا شوق پیدا ہوتا ہے - شاہ صاحب کے پیش نظر تھے - چنانچہ فرماتے ہیں :

" و مرتبہ ایں کتاب بعد خواندن	" قرآن مجید کا متن (عربی) اور فارسی
متن قرآن و رسائل مختصر فارسی	کے مختصر رسائل پڑھانے کے اس کتاب
است - تافہم لسان فارسی بے	(ترجمہ) کو پڑھانا چاہیے تا کہ اسکو
تکلف دست دہد و بتخصیص صبیان	شروع کرنے سے قبل فارسی زبان کی
اہل حرف و سپاہیاں کو توقع	بے تکلف سمجھ آ چکی ہو - خاص طور
استیفاء علوم عربیہ ندارند ' در	پر اہل صنعت و حرفت اور سپاہیوں

(۱) مقدمہ فتح الرحمن ترجمہ فارسی قرآن از شاہ ولی اللہ مطبوعہ تاج کمپنی لاہور

اول سن تمیز ایں کتاب را
با یشاں تعلیم باید کرد که اول
چیزے که در جوف ایشاں افتد
معانی کتاب الله باشد و
سلامت فطرت از دست نرود
و سخن ملاحده که به مرقع
صوفیه صافیه مستتر شده عالم
را گمراه می سازند فریفته
نکنند و اوراحرف معقولیان و
سخن منبوذ بی انتظام لوح
سینه را ملوث نسازد -
و نیز آنانکه بعد انقضاء شطر
عمر توفیق توبه یابند و تحصیل
علوم نتوانند ایں کتاب ایشاں
را باید آموخت تا در تلاوت
قرآن حلاوتے یابند و منفعت
آں درحق جمهور مسلمانان
متوقع است - انشاء الله العظیم
(۱)

کی اولاد کو سن تمیز کے شروع ہی میں
اس کتاب کی تعلیم دینی چاہئیے - تا کہ اولین
چیز جو ان کے دل و دماغ میں اترے وہ کلام
اللہ کے معانی ہوں اور سلامت فطرت ہاتھ
سے جانے نہ پائے - اور ملحدین کے وہ
افکار جنہیں صوفیانہ اقوال کے پردے میں
چھپا کر گمراہی پھیلائی جاتی ہے - ان
بچوں پر اثر انداز نہ ہو سکیں اور
معقولیوں کے بے ہنگم اقوال انکی تختی دل
کو آلودہ نہ کر سکیں - نیز وہ لوگ جنہیں
آدھی عمر گزر جانے کے بعد توبہ کی
توفیق حاصل ہوتی ہے اور وہ علوم حاصل
کرنے کے قابل نہیں رہتے وہ اس کتاب کو
اس طرح یاد کریں کہ انہیں تلاوت قران
میں حلاوت محسوس ہو اور اس کتاب
کی اشاعت سے جمہور مسلمانوں کا
بہت بڑا فائدہ متوقع ہے -
انشاء اللہ العظیم -

---

(۱) مقدمہ فتح الرحمن -

شاہ صاحب نے اپنے زمانہ کے عام دستور اور ذہنیت کے برعکس قرآن مجید کو معمولی تعلیم یافتہ اور فارسی جاننے والے طبقہ میں رائج کرنے کی ضرورت پر زور دیا - اور اس کیلئے باقاعدہ قلم دوات تدریسی عملہ اور مدارس کی عمارات وغیرہ کی بجائے عام مساجد و مجالس میں درس قرآن کے حلقے قائم کرنے کی طرف توجہ دلائی آپ کے پیش نظر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور انکے صحابہ کرام حلقہ ہائے درس تھا جسکی سادگی و بے تکلفی کے باوجود ایک امّی قوم دنیا کی معلم بن گئی - چنانچہ شاہ صاحب لکھتے ہیں :

" اما در حق صبیان و مبتریان خود ظاہر است، چنانکہ گفتہ آمد و سائر ابناء روزگار کہ اکثر اوقات بشغل معاش مشغول اند در وقت فراغ باید کہ بیکدیگر حلقہ حلقہ بنشینند وکسی کہ بر عبارت فارسی قدرت داشتہ باشد و اندکے از فن تفسیر بہرہ یافتہ یا ہر عزیز این ترجمہ را گزرانیدہ بود بقدر وسعت وقت یک دو سورہ با ترجمہ آن بترتیل و تبیین وقوف ہر کلام تام بخواند تا ہمہ بشنوند و بمعانی

" جیسا کہ پہلے کہا جا چکا چھوٹے بچوں اور مبتدیوں کیلئے اسکا فائدہ ظاہر ہے اسی طرح تمام ابنائے روزگار جن کے اکثر اوقات فکر معاش میں صرف ہو جاتے ہیں - انہیں چاہیے کہ فرصت کے وقت آپس میں حلقوں کی صورت میں بیٹھیں اور ان میں سے جو کوئی فارسی عبارت پڑھنے کی قدرت رکھتا ہو اور تھوڑا بہت فن تفسیر سے بہرہ ور ہو یا اپنے کسی عزیز کے ہاں اس ترجمہ پر ایک نظر ڈال چکا ہو - وقت کی وسعت اور گنجائش کے مطابق ایک دو سورتوں کا ترجمہ ٹھہر ٹھہر کر اور کلام

آن محفوظ شوند و تشبه پیدا کرده باشند باصحابہ کرام کہ بہمیں دستور حلقہ حلقہ می نشستند وقاری ایشان قرأت می کرد - ایں قدر فرق است کہ صحابہ کرام بہ سلیقہ خود زبان عربی فہم می کردند و ایں جماعت بتوسط ترجمہ فارسیہ - (۱)

مکمل ہونے پر وقف کرتے ہوئے پڑھتا جائے اور دیگر لوگ اسکو سنیں اور اسکے معانی سے محظوظ ہوں اور اس طرح صحابہ کرام سے تشبہ کی برکت حاصل کریں اسلئے کہ وہ اسی طرح حلقہ در حلقہ بیٹھ جاتے تھے اور قاری انکے درمیان پڑھتا جاتا تھا فرق صرف اتنا ہوگا کہ صحابہ کرام عربی زبان میں ان مطالب کی سمجھ حاصل کرتے تھے اور یہ جماعت فارسی ترجمہ کے ذریعے یہ سعادت حاصل کر لے گی -

شاہ صاحب کے دور میں فارسی زبان کے عرفاء اور صوفیاء کا کلام عام مجالس اور تبلیغی حلقوں میں وعظ و تبلیغ اور درس وتدریس کے سلسلے میں معروف اور رائج تھا - شاہ صاحبؒ نے اس عمومی رجحان سے فائدہ اٹھاتے ہوئے درس قرآن کو ان حلقوں میں رائج کرنے کی ترغیب دی - چنانچہ فرماتے ہیں :

" وچنانکہ یاران سعادت مند مثنوی جلال الدین رومی و گلستان شیخ سعدی و منطق الطیر شیخ فریدالدین عطار وقصص فارابی و نفحات مولانا عبدالرحمان جامی وامثال آن نقل مجلس دارند چہ

" جو سعادت مند دوست مثنوی مولانا روم گلستان شیخ سعدی ' شیخ فریدالدین عطار کی منطق الطیر 'فارابی کے قصے اور مولانا عبدالرحمان جامی کے نفحات وغیرہ کا ذکر اپنی مجالس میں کرتے ہیں کیا ہی بہتر ہوگا کہ وہ

(۱) مقدمہ فتح الرحمٰن

باشد اگرایں ترجمہ را بچہاں
اسلوب درمیاں آرند و حصہ از
شغل خاطر بہ ادراک آں گمارند
اگرآں شغل با کلام اولیاء اللہ
است ایں شغل کلام اللہ است
واگرآں مواعظ حکیماں است ایں
مواعظ احکم الحاکمین است -
واگر آں مکتوبات عزیزاں است
ایں مکتوبات رب العزت است
وشتان بین المرتبتین -
اگر انصاف دہی فائدہ اصلی از
نزول قرآن اتعاظ است بمواعظ
آں واہتدا است بہ ہدایت آں
نہ صرف بتلفظ آں اگرچہ
تلفظ آں ہم مغتنم است - (۱)

اس ترجمہ کو اسی شکل میں اپنی مجالس
کی زینت بنائیں - اور اپنی ذہنی
صلاحیتوں کو اسمیں استعمال کریں اس
لئے کہ اگر وہ اولیاء اللہ کا کلام ہے
تو یہ خود اللہ جل جلالہ کا کلام ہے -
اگر وہ حکماء کے مواعظ ہیں تو یہ
احکم الحاکمین کی ہدایات ہیں -
اگر وہ دوستوں اور عزیزوں کے مکتوبات
ہیں تو یہ خود رب العزت کے پیغامات ہیں
اور ان دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے -
اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو
قرآن مجید کے نزول کا اصل مقصد اس
کے مواعظ سے نصیحت پکڑنا اور اسکی
ہدایات پر عمل کرنا ہے نہ کہ صرف الفاظ
کو دہرانا مقصود ہے اگرچہ الفاظ کا تلفظ
بھی غنیمت ہے) اور فائدہ سے خالی نہیں)

آپ کے ترجمہ کی خصوصیات

شاہ صاحب نے اپنے ترجمہ قرآن میں جن اصول اور پابندیوں کو ملحوظ رکھا ہے - ان
سے ایک طرف تو آپ کی وسعت علمی کا اندازہ ہوتا ہے اور دوسری طرف اصول تعلیم

(۱) مقدمہ فتح الرحمن -

قرآن کے ضمن میں آپ کی ژرف نگاہی کا ثبوت ملتا ہے - فرماتے ہیں :

" وایں ترجمہ ممتاز است از ترجمہائے دیگر بچند وجہ یکے آنکہ نظم قرآن رابمثل مقدار آں از فارسی متعارف ترجمہ کردہ باشد یا اظہار مراد و لطافت تعبیر ' و از آنچہ در ترجمہائے دیگر یافتہ میشود از اطناب عبارت ترجمہ ورکاکت تعبیر و اعجام مراد بقدر امکان احتراز نمودہ شد -

" اور یہ ترجمہ چند خصوصیات کی وجہ سے دیگر تراجم سے ممتاز ہے - ایک یہ کہ قرآنی عبارت کو اتنی ہی مقدار کے متعارف فارسی الفاظ میں ترجمہ کیا گیا ہے اور مراد کے اظہار اور تعبیر کی لطافت کو پیش نظر رکھا گیا ہے اور دیگر ترجموں میں موجود تطویل عبارت تعبیر کی رکاکت اور مراد کی عدم وضاحت سے احتراز کیا گیا ہے -

دیگر آنکہ سائر تراجم از دو حالت خالی نیست یا ترک کردہ اند قصص متعلقہ بقرآن مطلقا یا استیفاء جمیع آں نمودہ اند و دریں ترجمہ راہ متوسط اختیار نمودہ شد پس جائی کہ معنی آیت موقوف است برقصہ بقدر ضرورت

دوسری بات ہے کہ دیگر تراجم دو باتوں سے خالی نہیں ہیں - یا تو انہوں نے قرآن مجید سے متعلق قصص کو مکمل طور پر ترک کر دیا ہے یا پھر ہر قسم کے جملہ قصوں کو جمع کر دیا گیا - جبکہ اس ترجمہ میں درمیانی راستہ اختیار کیا گیا ہے - پس جس مقام پر کسی آیت کا فہم کسی قصہ کے ذکر پر موقوف ہے

دوسه کلمه ازاں انتخاب کرده آورده
شد و جائی که معنی آیت موقوف
بر قصه نبود ترک نموده آمد -
سوم آنکه از توجیهات متنوعه
توجیه اقوی باعتبار عربیه واضح
باعتبار علم حدیث و علم فقه
و اخل در صرف از ظاهر اختیار
نموده شد . . . .
چهارم آنکه این ترجمه بوجهے
واقع شده است که شناسنده
نحو ازاں اعراب قرآن و تعیین
محذوف و مرجع ضمیر و محل
لفظیکه در عبارت مقدم و موخر
کرده شده است می تواند دانست
وآنکه شناسنده نحو نیست از
اصل غرض محروم نه ماند -

پنجم آنکه ترجمها خالی از دو
حالت نیستند یا ترجمه تحت
اللفظی می باشد یا ترجمه
حاصل المعنی و در یکے وجوه

وہاں بقدر ضرورت دو تین کلمات منتخب
کر کے وضاحت کردی گئی ہے اور جہاں آیت
کے معانی قصہ پر موقوف نہیں ہیں وہاں
اسے ترک کر دیا گیا ہے - تیسری بات یہ
ہے کہ جن مقامات پر متعدد توجیہات کی
جا سکتی ہیں وہاں اسی توجیہ کو اختیار
کیا گیا ہے جو عربی زبان کے لحاظ سے
قوی ترین علم حدیث و فقہ کی رو سے واضح
اور ظاہر معنی کے قریب تر ہو - چوتھی
خصوصیت اس ترجمہ کی یہ ہے کہ جو شخص
علم نحو جانتا ہو وہ اسکے ذریعے اعراب
قرآن تعیین محذوف ، مرجع ضمیر اور
عبارت کی تقدیم و تاخیر کو بھی سمجھ سکے
اور جو شخص علم نحو سے واقف نہ ہو
وہ بھی غرض اصلی سے محروم نہ رہے -

پانچویں بات یہ ہے کہ موجودہ تراجم دو
حالتوں سے خالی نہیں ہیں - اور وہ
یہ کہ یا تو ترجمہ بالکل لفظی کیا گیا
ہے یا پھر فقط حاصل معنی بیان کر

خلل بسیار در می یابد - و این
ترجمہ جامع است در ہر دو
طریق و ہر خللے را از اں
خللہا علاجے مقرر کردہ شد - (۱)

دیا گیا ہے ان دونوں طریقوں میں
بہت سی خرابیاں ہیں - جبکہ یہ زیر نظر
ترجمہ دونوں طریقوں کا جامع ہے - اور
مذکورہ خرابیوں میں سے ہر خرابی کا
اسمیں ازالہ کر دیا گیا ہے -

فہم قرآن، علوم آلیہ پر موقوف نہیں

شاہ صاحب کے دور سے قبل یہ خیال عام طور پر رائج تھا کہ کلام پاک کو سمجھنے سے پہلے علوم آلیہ مثلاً صرف و نحو، منطق علم کلام معانی اور بدیع وغیرہ میں کمال حاصل کرنا لازمی ہے - اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ طالب علم کا سارا وقت ان فنون کے حصول میں صرف ہو جاتا - اور قرآن پاک میں غور و فکر کیلئے اسکو بہت کم موقع ملتا - شاہ صاحب اپنے ذاتی تجربہ کی بناء پر اس طریق کار کی مذمت کرتے ہیں - اور ان مقدمات کو فقط بقدر ضرورت پڑھانے پر اکتفا کو ضروری خیال کرتے ہیں - آپ فرماتے ہیں :

" این ترجمہ بنا بر شفقت خلق
اللہ مؤلف شد و ایشاں استقصاء
وجوہ اعراب و استیفاء توجیہات
کلام را و استیعاب قصص را
احتمال نتوانند و اگر بہ تحصیل
علوم آلیہ تکلیف دادہ شود معلوم
نیست کہ آں صورت متحقق شود
یا نہ و بعد تحقق آں صورت

" یہ ترجمہ مخلوق خدا پر شفقت و
سہولت کی غرض سے تالیف کیا گیا ہے اور
عام لوگ اعراب کی جملہ وجوہ کلام کی
مختلف توجیہات اور جملہ قصوں کے
استیعاب کے متحمل نہیں ہو سکتے اور اگر
انہیں پہلے علوم آلیہ (صرف، نحو
و معانی وغیرہ) سیکھنے پر مکلف کیا
جائے تو معلوم نہیں کہ مطلوبہ نتائج

(۱) مقدمہ فتح الرحمن

بمکن که داعیه تعمق در آن علوم پیدا شود و تمام عمر درین داعیه مصروف گردد - چنانکه اکثر اهل علوم آلیه را می بینم ، هیچ بهتر از آں نیست که درجه ادنی از علم تفسیر در اول عمر اکتساب کرده شود تا اگر علوم آلیه بدست آید این نیز معتمد و موید در اتمام مقصود ے بود اگر بدست نیاید حصه از مقصود بدست آورده باشد و خسارت محض نیافته شود - (۱)

پھر بھی برقرار ہونگے یا نہیں اور اگر علوم آلیہ سکھانے کا مقصد پورا بھی ہوتا نظر آئے تو ممکن ہے کہ ان علوم میں مزید گہرائی حاصل کرنے کا شوق اٹھ کھڑا ہو اور پوری زندگی اسی داعیہ کی نذر ہو جائے چنانچہ اکثر علوم آلیہ میں مصروف افراد کو میں نے اسی حالت میں دیکھا ہے - اس لئے اس سے بہتر اور کوئی بات نہیں کہ علم تفسیر کا ابتدائی اور ادنی درجہ اوائل عمر میں حاصل کر لیا جائے - پھر اگر اکثر علوم آلیہ ہاتھ آ جائیں تو یہ علم تفسیر مزید معتمد و مؤید ہو جائے گا - اور اگر علوم آلیہ ہاتھ نہ آ سکیں تو پھر بھی مقصد اصلی (علم قرآن و تفسیر) حاصل ہو چکا ہو گا اور مکمل خسارے سے بچ سکیں گے "

شاہ صاحب کا یہ ترجمۂ قرآن واقعی ایک مجددانہ قدم تھا - علمی لحاظ سے یہ ایک شاہکار تھا جسکی قدر و قیمت کو بعد کے ہر دور کے علماء نے تسلیم کیا - (۲) اور دوسری جانب برصغیر پاک و ہند میں قرآن فہمی کی ایک پوری تحریک کیلئے سنگ میل ثابت ہوا

---

(۱) مقدمہ فتح الرحمن -

(۲) سید عبدالحئی الحسنی اپنی مشہور کتاب " الثقافة الاسلامية في الهند " میں اس ترجمہ کے بارے میں فرماتے ہیں - " وهذه الترجمة من احسن التراجم لم يرنظيرها فيما قبل ولا فيما بعد -

شاہ صاحب کے اس مجددانہ اقدام کے بارے میں مولانا عبدالماجد دریا بادی لکھتے ہیں :

" ہندوستان میں یہ قرآن فہمی کا چرچا آج جو کچھ نظر آتا ہے اور یہ اردو انگریزی اور دوسری زبانوں میں جو بیسیوں ترجمے شائع ہو چکے ہیں ، شائع ہو رہے ہیں یا آئندہ شائع ہو نگے ان سب کے اجراء کا جزو اعظم یقیناً حضرت شاہ صاحب کے حسنات میں لکھا جائیگا - یہ سارے چراغ اسی چراغ سے روشن ہوئے ہیں اگر اسکی ابتداء آپ اپنے مبارک ہاتھوں سے نہ کر جاتے تو نہ شاہ رفیع الدین کا اردو ترجمہ وجود میں آتا ، نہ شاہ عبدالقادر کا اور متاخرین کا تو ذکر ہی کیا - جو شخص امت کی بے شمار نسلوں کے لئے اتنی بڑی رحمت کا دروازہ کھول گیا اسکے اجر بے حساب کا حساب اور مزد بے نہایت کا اندازہ ہی کون کر سکتا ہے ؟ - جسے تصنیف ، تالیف و ترجمہ کا ادنی سا تجربہ بھی ہے وہ جانتا ہے کہ ایک موجود نمونہ کو ترقی دینے ، اسے بڑھانے چڑھانے ، اسمیں گل بوٹے پیدا کرنے اور خود ایک نمونہ قائم کرنے کے درمیان کیسا زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے - شاہ صاحب کا ترجمہ بالفرض بالکل ناقص ہوتا جب بھی فضل تقدم اور شرف اولیت کے لحاظ سے بے مثال ہوتا - چہ جائیکہ جب صحت و تحقیق کے لحاظ سے بھی اعلی سے اعلی معیار پر ہو - اور " فتح الرحمان " کے وہ جنچے تلے چھوٹے چھوٹے اشارے اور حاشیۂ ایجاز و جامعیت میں اپنی نظیر آپ - حالات نے مساعدت کی ہوتی تو ایک مستقل مقالہ شاہ صاحب کے ترجمۂ القرآن کی خصوصیات پر ناظرین " الفرقان " کی نذر کیا جاتا -

اولاد صلبی نے جو کچھ خدمت قرآن کی ، وہ تو ظاہر ہی ہے باقی

اس وقت سے اب تک بڑے چھوٹے جتنے بھی خادمانِ قرآن پیدا ہو چکے ہیں یہ سب اگر حضرت کی اولادِ معنوی نہیں تو اور کیا ہیں -؟ (۱)

(۱) مولانا عبدالماجد دریا بادی کا مکتوب بنام مدیر الفرقان - ماخوذ از الفرقان ولی اللہ نمبر مطبوعہ ۱۳۵۹ھ لکھنؤ.

فصل : شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور علم حدیث

پاک و ہند میں دور متاخر یعنی بارھویں صدی ہجری کے بعد سے علم حدیث کی ترویج و اشاعت کا جو ہمہ گیر رحجان پیدا ہوا وہ درحقیقت شاہ ولی اللہ کے مجددانہ کارناموں میں سرفہرست ہے ۔ آپ کا یہ کارنامہ آپ کی دیگر خدمات پر ایسا غالب آیا کہ " محدث دہلوی " کا لقب آپکے نام کا جزو بن گیا ۔

برصغیر میں علم حدیث :

شروع شروع میں جب سرزمین عرب کے علماء و مبلغین کا ہندوستان کے ساحلی علاقوں سے آمدورفت کا تعلق قائم ہوا تو یہاں بھی علم حدیث کا چرچا پھیلا ۔ بڑے بڑے محدثین خود ہندوستان میں بھی پیدا ہوئے جن میں شیخ علی متقی برہان پوری (صاحب کنز العمال المتوفی ۹۷۵ھ) اور شیخ محمد طاہر پٹنی (صاحب بحار الانوار المتوفی ۹۷۶ھ) جیسے بلندپایہ محدث شامل تھے ۔

تاہم یہ حال ان مخصوص علاقوں کا تھا جنکا رابطہ سرزمین حجاز و عرب کے ساتھ تھا ۔ البتہ جن علاقوں میں اسلام کا پیغام اہل عجم کے ہاتھوں پہنچا وہاں یہ حال نہ تھا جب سندھ میں عربوں کی حکومت ختم ہوگئی اور انکی بجائے غزنوی و غوری سلاطین کا دور آیا تو خراسان ماوراءالنہر سے علماء کرام سندھ کے علاقے میں آئے ۔ جن کی بدولت فقہ و اصول فقہ ، ریاضی ، نجوم ، شعر و ادب وغیرہ کا رواج بڑھ گیا اور علم حدیث کیطرف توجہ کم ہوتی چلی گئی ۔ یہاں سب سے زیادہ توجہ علم فقہ کی طرف

منتقل ہو گئی اور حدیث میں جو لوگ بہت شوق رکھتے تھے تبرکاً مشکوٰۃ المصابیح کے کچھ حصے پڑھ لیا کرتے تھے -

پھر دسویں صدی ہجری میں اللہ تعالیٰ کی عنایت سے سرزمین ہند میں اشاعت حدیث کا سبب یہ بنا کہ بہت سے جلیل القدر علماء حدیث ہندوستان تشریف لائے اور احمد آباد ، لکھنؤ، اکبر آباد وغیرہ میں باقاعدہ درس حدیث کے حلقے قائم ہوئے - اسی طرح گجرات کے بعض علماء نے حرمین شریفین کا سفر اختیار کر کے فن حدیث کا حصول کیا اور واپس آ کر اس علم کی خدمات سرانجام دیں (۱) -

دوسری جانب اس حقیقت پر بھی نظر ڈالنا ضروری ہے کہ ہندوستان میں اسلامی حکومتیں ترکی النسل اور افغانی النسل مسلمان خاندانوں نے قائم کیں اسی طرح دینی علوم کی اشاعت ایران و ترکستان کے عجمی نژاد علماء و مشائخ کے ذریعے ہوئی اور درس و تدریس کے میدان میں عجمی فضلاء اور دانشمندان فارس کا خاص طور پر اثر پڑا - چونکہ ایران میں صفوی حکومت کے قیام کے بعد سے علم حدیث کا چرچا ختم ہو چکا تھا - اس لئے ایرانی علماء کے واسطے سے اس کا براہ راست اثر برصغیر پر بھی پڑ رہا تھا -

<u>شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی خدمات :</u>

گیارھویں صدی ہجری میں فن حدیث کی نشر و اشاعت کی فضیلت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بن سیف الدین بخاری (المتوفی ۱۰۵۲ ھ) کو حاصل ہوئی - انہوں نے دارالسلطنت دہلی میں اپنی مسند درس بچھائی اور دیکھتے ہی

(۱) تفصیلات کیلئے دیکھئے الثقافۃ الاسلامیۃ فی الھند از مولانا سید عبدالحئی لکھنوی

دیکھتے علم حدیث کے پروانوں کا ایک جم غفیر انکے گرد جمع ہو گیا - بڑے بڑے صاحب استعداد آپ کے حلقہ درس میں شامل ہوئے اور شمالی ہندوستان میں درس حدیث کا ایک نیا سلسلہ جاری و ساری ہو گیا -

آپ کے بعد آپ کی اولاد نے کچھ عرصہ تک زور وشور سے یہ خدمت جاری رکھی - تاہم بعد میں وہ جوش اور سرگرمی قائم نہ رہ سکی جسکی امید کی جا سکتی تھی -

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی :

بہر حال سرزمین ہندوستان علم حدیث کے معاملے میں ایک مجدد کی آمد کیلئے تشنہ لب تھی - اور یہ فضیلت حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کو حاصل ہوئی جنھوں نے علم حدیث میں غور و فکر اور اشاعت و تبلیغ کو اپنی زندگی کا مقصد اولین قرار دے کر ایک نئے دور کا آغاز کیا -

شاہ صاحب کی خدمت حدیث اپنے اندر تجدیدی اور اجتہادی شان لئے ہوئے ہے - آپ کی کوششوں سے درس حدیث نصاب تعلیم کا ضروری جزء اور معیارِ فضیلت قرار پایا - عربی مدارس میں صحاح ستہ کو تحقیق کے ساتھ پڑھنے کا رواج عام ہوا - اور حدیث شریف سے متعلقہ علوم و شروح کا ایک وسیع کتب خانہ وجود میں آ گیا - اجازت حدیث اور سند کے حصول کا ذوق و شوق پیدا ہوا - تراجم حدیث کے وجود میں آنے سے عامۃ المسلمین بھی اس نعمت سے محروم نہ رہے اور ہندوستان میں اس فن نے اتنی ترقی کی کہ ماضی قریب میں مصر کے مشہور عالم علامہ رشید رضا نے ہندوستان میں اس علم کے وجود کی تعریف اور اقرار ان الفاظ میں کیا :

" ولولا عناية اخواننا	" اگر ہمارے ہندوستان کے علماء بھائیوں
علماء الہند بعلوم الحدیث	کی توجہ حدیث شریف کی طرف نہ ہوتی
فی ہذا العصر لقضی	تو مشرقی ممالک میں مکمل طور پر ان علوم
علیہا بالزوال من امصار	کا زوال ہو چکا ہوتا - اسلئے کہ مصر شام
الشرق ، فقد ضعفت فی	عراق اور حجاز میں دسویں صدی ہجری ہی
مصر والشام والعراق و	سے اس علم میں ضعف پیدا ہو گیا تھا -
الحجاز منذ القرن العاشر	جو اس چودھویں صدی ہجری کے اوائل میں
للہجرۃ ، حتی بلغت	انتہاء کو پہنچ گیا -
منتہی الضعف فی اوائل	
ہذا القرن الرابع عشر - (۱)	

علم حدیث کے ساتھ شاہ صاحبؒ کا شغف :

علم حدیث شریف کی نشر و اشاعت اسکے مختلف جوانب پر تصانیف اور حلقہ ہائے درس کا قیام شاہ صاحب کے شغف حدیث کا بین ثبوت ہیں - شاہ صاحبؒ کے نزدیک علم حدیث کی نشر واشاعت کی کیا اہمیت تھی ؟ اس کے متعلق آپ خود لکھتے ہیں :

" ان عمدۃ العلوم الیقینیۃ	" علوم یقینیہ میں سے قابل اعتماد
وراسہا و مبنی الفنون	اور تمام دینی فنون کی اساس اور
الدینیۃ واساسہا ہو	اصل ، " علم حدیث" ہے

+ (۱) مقدمہ مفتاح کنوز السنۃ - فواد عبد الباقی - طبع مصر

علم الحدیث الذی یذکر
فیه ما صدر من افضل المرسلین
صلی الله علیه وآله واصحابه
اجمعین من قول او فعل او
تقریر ' فهی مصابیح الدجیٰ
و معالم الهدیٰ ' و بمنزلة البدر
المنیر من انقاد لها و وعی
فقدرشد و اهتدی واوتی الخیر
الکثیر ' ومن اعرض و تولی
غوی و هوی ' وما زاد نفسه
الا التخسیر ' فانه صلی الله
علیه وآله وسلم نهی وامر
وأنذر و بشر و ضرب الامثال
و ذکر ' وانها لمثل القرآن
او اکثر - (۱)

جسمیں سید المرسلین صلی اللہ علیہ
وآلہ واصحابہ اجمعین کے قول یا فعل
یا تقریر کا ذکر کیا جاتا ہے اور یہ
(احادیث) تاریکی میں روشن چراغ،
ہدایت کے سنگ میل اور بدر کامل کیطرح
ہیں - جس نے ان احادیث کا اتباع کیا
اور انہیں سیکھا اسے رشد و ہدایت
نصیب ہوئی اور اسے خیر کثیر عطا
کیا گیا - اور جس نے اعراض و روگردانی
کی وہ گمراہی و ہلاکت میں پڑا اور اسے
نقصان کے سوا کچھ نہ ملا - اس لئے کہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بری باتوں
سے روکا ، نیکی کا حکم دیا - برے انجام
سے ڈرایا اور نیکو کاروں کو خوشخبری دی
اور مثالیں دے دیکر نصیحت فرمائی - اور یہ
احادیث (مقدار میں) قرآن کے برابر یا
اس سے زیادہ ہیں"-

---

(۱) حجة الله البالغة - ج۱ - ص - ۲۸ .

شاہ صاحب رائج الوقت نظام تعلیم میں احادیث طیبہ سے بے توجہی پر افسوس کرتے ہیں اور علماء و طلباء کو درس حدیث میں مشغول ہونے پر زور دیتے ہیں - چنانچہ فرماتے ہیں :

"وأقول لطلبة العلم
ایہا السفہاء المسمون
انفسکم بالعلماء اشتغلتم
بعلوم الیونانیین و
بالصرف والنحو والمعانی
و ظننتم ان ہذا ہو العلم -
انما العلم آیۃ محکمۃ من
کتاب اللہ ان تتعلموہا
بتفسیر غریبہا و سبب
نزولہا و تاویل معضلہا
او سنۃ قائمۃ من رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
أن تحفظوا کیف صلّی النبی
صلی اللہ علیہ وسلم و کیف
توضأ وکیف کان یذہب لحاجۃ
وکیف یصوم وکیف یحج وکیف
یجاہد وکیف کان کلامہ

" میں ان طالبان علم سے کہتا ہوں جو
خود کو علماء کہتے ہیں - کہ اللہ کے بندو!
تم یونانیوں کے علوم اور صرف و نحو اور
معانی کے جال میں پھنس کر رہ گئے ہو اور
تم نے سمجھ لیا ہے کہ گویا علم اسی کا نام
ہے حالانکہ حقیقی علم تو کتاب اللہ کی
محکم آیت ہے - کہ تم اسکے غریب الفاظ کی
تفسیر، اسباب نزول اور مشکل مقامات کی
تاویل کو سیکھو یا پھر علم سنتِ رسول
(صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام ہے - تمہیں
یہ بات سیکھنی اور یاد کرنی چاہئیے کہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیسے نماز پڑھتے
تھے اور کیسے وضو کرتے تھے - اور کیسے
روزہ رکھتے تھے اور کیسے حج کرتے تھے -
اور ان کے جہاد کا کیا طریقہ تھا -
آپ کا انداز گفتگو کیسا
تھا -

وحفظه للسانه وکیف	آپ کے حفظ لسان کا کیا طریقہ تھا -
کان اخلاقه فاتبعوا	آپکے اخلاق کیسے تھے - پس انکے نقش
هدیه واعملوا بسنته - (۱)	قدم پر چلو اور انکی سنت پر عمل کرو -

شاہ صاحب کا سفر حج اور علوم حدیث کی تحصیل :

شاہ صاحب کو علم حدیث کے ساتھ ابتدا ء ہی سے شغف تھا چنانچہ اس علم میں کامل دسترس کی تشنگی آپ کو مولانا محمد افضل سیالکوٹی کے پاس لے گئی - اس لئے کہ دہلی کی محدود فضا آپ کے شوق کی تکمیل کیلئے کافی نہ تھی - اسکے متعلق مولانا عبدالحئی صاحب لکھتے ہیں :

" وکان یختلف فی اثناء	" آپ درس کے دوران اس زمانے میں
الدرس الی امام الحدیث	علم حدیث کے امام شیخ محمد افضل سیالکوٹی
فی زمانه الشیخ محمد افضل	کے ہاں جایا کرتے تھے - ان سے
السیالکوٹی فانتفع به	آپ نے علم حدیث میں استفادہ
فی الحدیث - (۲)	کیا -

شاہ صاحب نے ۱۱۴۳ ھ میں حرمین شریفین کی زیارت کا شرف حاصل کیا اور ۱۱۴۴ ھ تک بیت اللہ کی مجاورت کی اور پھر زیارت مدینہ کیلئے حاضر ہوئے -

---

(۱) التفہیمات الالٰہیۃ ج۱ - ص ۸۳ - ۲۸۲

(۲) نزہۃ الخواطر ج ٦ - ص - ۳۹۹

اس دوران آپؒ نے محدث کبیر شیخ ابو طاہر مدنی سے حدیث اور فقہ کی تعلیم پائی -

شاہ صاحبؒ نے حرمین کے اساتذہ و مشائخ کا ذکر اپنے ایک رسالہ "انسان العین" میں پورے تفصیل سے کیا ہے - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے زیادہ تر استفادہ شیخ ابو طاہر مدنی سے کیا - شیخ بھی آپکی صلاحیتوں کے حد درجہ معترف اور قدردان تھے - انکے علاوہ آپ نے شیخ حسن عجیمی، احمد نخعی اور شیخ عبداللہ بصری سے حدیث کی مختلف کتابیں پڑھیں - ہندوستان سے حرمین جانے والے شیوخ سے بھی آپ استفادہ فرماتے رہے جن میں شیخ عبداللہ لاہوری سے آپ نے ملاّ عبدالحکیم سیالکوٹی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی کتب کی روایت کی اجازت پائی - شیخ سعید کوکنی سے آپ نے فتح الباری شرح صحیح بخاری کا ایک ربع پڑھا (۱) شاہ صاحب جب وطن واپس لوٹے تو اپ نے عہد کر لیا کہ باقی زندگی حدیث و علوم حدیث کی ترویج میں بسر کرنی چاہیے اور آپ نے واقعی ایسا کر دکھایا -

حدیث شریف سے متعلق مختلف علوم پر توجہ :

شاہ صاحب نے علم حدیث کو فقط تبرک یا وعظ و نصیحت کے حصول کے طور پر رائج کرنا کافی نہیں سمجھا بلکہ آپ نے اس علم جلیل کے مختلف علوم کے تحقیقی مطالعہ پر زور دیا - اصحاب حدیث اور کتب حدیث کے طبقات کے علم، احادیث سے احکام فقہیہ کے استنباط اور خاص طور پر احادیث طیبہ کے اسرار و حکم معلوم کرنے پر توجہ فرمائی - اسطرح علم حدیث اپنی جملہ شاخوں کے ساتھ پھر سے

---

(۱) انسان العین بحوالہ تاریخ دعوت و عزیمت حصہ پنجم از ابوالحسن ندوی۔ص ۱۱۰

برصغیر میں اپنی جولانی دکھانے لگا -

شاہ صاحب علم حدیث کی مختلف اصناف پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

" وان هذا العلم له	" علم حدیث کے مختلف طبقات ہیں اور محدثین
طبقات ولاصحابه فيما	کے بھی مختلف درجات ہیں - اس علم کا
بينهم درجات وله قشور	ایک پوست ہے جس کے اندر اس کا مغز ہے -
داخلها لب واصداف	اور اسکی سیپیاں ہیں جن کے اندر موتی
وسطها درر - وقد صنف	ہیں - علماء کرام رحمہم اللہ نے اس کے
العلماء رحمهم الله في	بیشتر فنون میں کتابیں لکھیں - جن سے
اكثر الابواب ماتتخلص	دقیق مسائل کا علم حاصل ہوتا ہے -
به الأوابد و تذلل به	اور دشوار مضامین آسان ہو جاتے ہیں -
الصعاب وان اقرب القشور	اور ظاہر سے قریب ترین پوست فن معرفت
إلى الظاهر فن معرفة	حدیث ہے - (جسکے ذریعے) احادیث
الاحاديث صحة و ضعفا	کی صحت، عدمِ صحت، ضعف اور شہرت و
واستفاضة وغرابة تصدى	غرابت کا علم حاصل ہوتا ہے - متقدمین میں
له جهابذة المحدثين	سے بلند پایہ محدثین و حفاظ نے اس فن
والحفاظ من المتقدمين	میں تصانیف کی ہیں -
ثم يتلوه فن معاني	اس فن کے بعد فن معانی غریب اور ضبط
غريبها و ضبط مشكلها	مشکلات کا درجہ ہے - اس فن کی

وتصدى له' ائمة الفنون الادبية والمتقنون من علماء العربية ثم يتلوه فن معانيه الشرعية واستنباط الاحكام الفرعية والقياس على الحكم المنصوص فى العبارة و الاستدلال بالايماء والاشارة و معرفة المنسوخ والمحكم والمرجوح والمبرم و هذا بمنزلة اللب والورعز عامة العلماء وتصدى له المحققون من الفقهاء - (۱)

خدمت بھی علوم عربیہ کے ماہر اور علمائے ادب نے اچھی طرح کی ہے - اسکے بعد اس فن کا درجہ ہے جس میں احادیث سے معانی شرعیہ اور احکام نوعیہ کا استنباط ہوتا ہے اور جس میں عبارت میں منصوص حکم پر قیاس کرنے 'ایماء و اشارہ کے ساتھ استدلال کا طریقہ اور منسوخ 'محکم مرجوح اور مبرم احادیث کی پہچان سے بحث کی جاتی ہے - اور یہ فن عام علماء کے نزدیک مغز و موتی کا درجہ رکھتا ہے - فقہاء محققین نے اس فن میں خوب عرق ریزی کی ہے -

کتب حدیث کے طبقات :

شاہ صاحب نے کتب حدیث کے طبقات کا علم جاننے پر زور دیا ہے - اس لئے کہ ان پر شرعی احکام کا دار ومدار ہے - آپ فرماتے ہیں :

" اعلم انه ' لا سبيل لنا الى معرفة الشرائع والاحكام

یاد رہے کہ شرائع اور احکام کے معلوم کرنے کیلئے ہمارے پاس صرف

---

(۱) حجة الله البالغة ج۱ - ص - ۲۹-۲۸

الا خبر النبی صلی اللہ
علیہ وسلم بخلاف المصالح
فانہا تدرک بالتجربۃ والنظر
الصادق والحدس و نحوذ لک
ولا سبیل لنا الی معرفۃ
اخبارہ صلی اللہ علیہ وسلم
الا تلقی الروایات المنتھیۃ
الیہ بالاتصال والعنعنۃ سواء
کانت من لفظہ صلی اللہ علیہ
وسلم او کانت احادیث موقوفۃ
قد صحت الروایۃ بہا عن
جماعۃ من الصحابۃ والتابعین
.....

ایک ہی زریعہ یعنی خبر نبی صلی اللہ
علیہ وسلم ہی ہے - بخلاف مصالح کے کہ
گاہے ان کا علم تجربہ ' گہری نظر
اور فراست وغیرہ سے بھی حاصل ہو جاتا ہے
اور حضور صلی اللہ علیہ کی اخبار حاصل
کرنے کا ہمارے پاس ایک ہی ذریعہ ہے
اور وہ یہ کہ ایسی روایات حاصل کی
جائیں جو متصل اور عنعنہ کے ساتھ
ہوں - خواہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کے اپنے الفاظ ہوں یا موقوف روایات
ہوں - جو صحابہ و تابعین کی ایک
جماعت سے صحت کے ساتھ مروی ہوں ...

و تلقی تلک الروایات
لا سبیل الیہ فی یومنا ہذا
الا تتبع الکتب المدونۃ فی
علم الحدیث فانہ لایوجد
الیوم روایۃ یعتمد علیہا غیر
مدونۃ وکتب الحدیث علی

اور ہمارے دور میں ان روایات کو حاصل
کرنے کا صرف یہی ذریعہ ہے کہ علم حدیث
کی مدونہ کتب کا تتبع کیا جائے - اس
لئے کہ ہمارے زمانے میں ایسی کوئی
قابل اعتماد روایت باقی نہیں رہی جو
مدون نہ ہو چکی ہو پھر کتب حدیث

طبقات مختلفۃ و منازل	کے مختلف طبقات اور درجات
متباینۃ فوجب الاعتناء	ہیں - پس کتب حدیث کے مختلف
بمعرفۃ طبقات کتب الحدیث (۱)	طبقات کے علم پر توجہ دینا ضروری ٹھہرا " -

احادیث طیبہ تک عوام کی رسائی :

جس طرح شاہ صاحب عامۃ المسلمین کے " قرآن مجید " سے براہ راست استفادہ کو نہایت اہم جانتے تھے اسی طرح وہ علم حدیث کو بھی صرف خواص تک محدود رکھنے کے قائل نہ تھے - جسطرح آپنے علم حدیث کے دقیق فنون اور اسرار و رموز کو موضوع سخن بنایا اور رائج کیا اسی طرح عوام الناس کو بھی حدیث و سنت کے علم سے روشناس کرانے کیلئے سعی و کوشش فرمائی - جسکی واضح مثال موءطا امام مالک کا فارسی ترجمہ و شرح " مصفّٰی " اور مختصر عربی شرح "مسوّٰی" ہیں -

موطا امام مالک کے فارسی ترجمہ و شرح پر آپؒ نے زیادہ توجہ اس لئے فرمائی کہ آپ کے عہد میں سرکاری و تعلیمی زبان فارسی تھی جسے معمولی لکھے پڑھے افراد سمجھ سکتے تھے - چنانچہ آپؒ چاہتے تھے کہ عربی زبان کے مبادی کی شد بد حاصل ہونے پر دیگر علوم کی بجائے حدیث کی کتاب " مؤطا " پڑھا دینی چاہیے - فرماتے ہیں "

" چوں قدرت بزبان عربی	جب عربی زبان پر قدرت حاصل ہو جائے
یافت مؤطا بروایت یحیٰی بن یحیی	تو مؤطا امام مالک بروایت یحیی بن یحیی

---

(۱) حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ - ص - ۳۲۴

مصموی بخوانانند و ہرگز آں را
معطل نگزارند کہ اصل علم
حدیث است و خواندن آں
فیض ہا دارد - (١)

مصموی پڑھائیں - اس سے ہرگز
پہلو تہی نہ کریں کہ وہ علم حدیث
کی بنیاد ہے اور اس کا پڑھنا بڑے
فیوض کا حامل ہے -

شاہ صاحب نے فارسی ترجمہ و شرح کیلئے مؤطا امام مالک کا انتخاب اسلئے فرمایا کہ یہ کتاب ترتیب و تبویب اور بیانِ مقاصد کے لحاظ سے زیادہ سہل ہے - اور تھوڑی محنت کے ذریعے اس سے استفادہ کیا جا سکتا ہے - نیز اپنے مصنف کی جلالتِ قدر، کتاب کی صحت و شہرت اور جمہورِ اسلام کا اعتماد اسے بہ سہولت رائج کرنے میں ممد ثابت ہو سکتے ہیں - چنانچہ فرماتے ہیں :

" بیقین معلوم شد کہ امروز ہیچ
کتابے از کتب فقہ اقوی از مؤطا
نیست کتابے یا از جہۃ فضل
مصنف باشد یا از جہت التزام
صحت یا از جہت شہرت احادیث
آں یا از جہت قبول جمہور اہل
اسلام آنرا یا از جہت حسن
ترتیب و استیعاب مقاصد مہمہ
ومانند آں واینہمہ جہات در مؤطا
موجودند بہ نسبت جمیع ..

" یہ بات یقین سے معلوم ہو چکی ہے کہ
آج کتب فقہ میں مؤطا سے زیادہ قوی
و معتبر کتاب اور کوئی نہیں - اسلئے کہ
کسی کتاب کو دوسری کتاب سے افضل
قرار دینے کے کئی اسباب ہو سکتے ہیں
مثلاً کتاب کی اہمیت یا تو مصنف کی
فضیلت کے باعث ہوتی ہے - یا التزام
صحت اور شہرت احادیث کے لحاظ سے
یا جمہور اہل اسلام کی پسندیدگی و
قبولیت کے لحاظ سے یا پھر کتاب کی حسن

---

(١) مجموعہ وصایا اربعہ ص-٥٠ - مطبوعہ شاہ ولی اللہ اکیڈمی سندھ ١٩٦٤ء

کتب موجودہ بروجہ	ترتیب اور مقاصر مہمہ کے استیعاب کی بدولت کسی
ارض- (۱)	کتاب کو افضل قرار دیا جاتا ہے اور روئے زمین پر
	موجود تمام کتب کے مقابلے میں یہ امور مؤطا میں
	بطریق احسن موجود ہیں -

شاہ صاحب ان خوبیوں کے علاوہ موطا امام مالک کو صحاح ستہ میں مرکزی دینے کے قائل ہیں اور اس کتاب پر پوری توجہ کو نہایت اہم قرار دیتے ہیں - فرماتے ہیں :

" ان الکتب المصنفۃ فی السنن	" سنت کے موضوع پر لکھی گئی کتب مثلاً "
کصحیح مسلم و سنن ابی داود	صحیح مسلم ، سنن ابو داود ، نسائی اور فقہ
و النسائی وما یتعلق بالفقہ من	سے متعلق صحیح بخاری اور جامع ترمذی
صحیح البخاری و جامع الترمذی	مؤطا کے مستخرج کی حیثیت رکھتی ہیں اور
مستخرجات علی المؤطا تحوم	مؤطا ہی کے مرکز کے گرد گھومتی ہیں
حومۂ و تروم رومۂ مطمح نظر ہم	موطا کے مراسیل کا وصل ، موقوف کا رفع ،
فیہا وصل ما أرسلہ و رفع ما	فوت شدہ باتوں کا استدراک اور اسکی
أوقفہ واستدراک ما فاتہ و ذکر	اسانید کے متابعات و شواہد کا ذکر ان کتب
المتابعات والشواہد لما أسندہ	کا مطمح نظر رہا ہے - پس حق کی تحقیق
واحاطہ جوانب الکلام بذکر ما ردی	اس میں یا اس فقط اسی طرح ممکن ہے
خلافہ و بالجملۃ فلا یمکن تحقیق	کہ اُس کتاب (مؤطا) پر بھر پور توجہ دی
الحق فی ہذا وہ ذاک الا بالاکباب	جائے -
علی ہذا الکتاب - (۲)	

(۱) مسوی مصفی - ص ۳ - مطبوعہ محمد علی کارخانۂ اسلامی کتب - کراچی - ۱۹۸۰ء

(۲)

اسی طرح مؤطا کی عربی شرح میں جس امور کو پیش نظر رکھا ہے ان میں خاص طور پر اس بات کا تذکرہ فرمایا ہے کہ آپ نے احادیث طیبہ کی تطبیق استنباط کے سلسلے میں مختلف ائمہ و فقہاء کے طویل مباحث اور اقوال کی بجائے فقط شافعیہ و حنفیہ کی تحقیقات کے بیان پر اکتفا فرمایا ہے تا کہ مبتدی طلباء کو مشکلات کا سامنا کرنا نہ پڑے - فرماتے ہیں :

" وقد شرح الله صدری والحمد لله ان ارتب احادیثه ترتیباً لیسہل تناوله واترجم علی کل حدیث بما استنبط منه جماہیر العلماء واضم الی ذلک من القرآن الکریم مالا بد للفقیه من حفظه و من تفسیره مالا بدله من معرفته -

" الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ اس بات کیلئے کھول دیا کہ میں اسکی احادیث اس انداز میں مرتب کروں کہ اس سے استفادہ آسان ہو سکے اور ہر حدیث پر ایسا عنوان مقرر کروں جو اس سے جمہور علماء نے مستنبط کیا ہو اور اسکے ساتھ قرآن مجید میں سے وہ (حصے) ملا دوں جسکا حفظ کرنا فقیہ کیلئے ضروری ہو اور وہ تفسیر بھی جسکی معرفت نہایت ضروری ہو -

واذکر فی کل باب مذھب الشافعیة والحنفیة اذھما الفئتان العظیمتان الیوم وھم اکثر الامة وھم المصنفون فی اکثر الفنون الدینیة وھم القادة الائمة ولم اتعرض

اور میں ہر باب میں شافعیہ اور حنفیہ کا مذہب بیان کروں اس لئے آج کل امت کی دو بڑی جماعتیں ہیں اور اکثر دینی فنون کے مصنفین انہیں میں سے ہیں اور وہی ائمہ قائدین ہیں اور ان دونوں کا سوا باقی مذاہب کے ساتھ میں نے تعرض نہیں

لمذہب غیرہما تسہیلا علی حاصلی کیا - تا کہ طلباء کو سہولت رہے
الکتاب و رغبۃ فیما ہو الاہم فی الباب اور زیر نظر باب کے اہم پہلو واضح ہو
(۱) سکیں -

علم حدیث کو عامۃ الناس تک پہنچانے کے سلسلے میں شاہ صاحب موطا امام مالک کی ترویج پر کیوں اتنا زور دیتے تھے - اسکا اندازہ ہمیں مشہور عالم دین مولانا عبیداللہ سندھی کے درج ذیل ذاتی تجربات و مشاہدات سے لگا سکتے ہیں :

"جب میں نوجوان تعلیم یافتہ گروہ سے ملنے لگا تو میرے لئے انکو بعض چیزیں سمجھانا مشکل نظر آئیں - اس سے شکوک پیدا ہونے لگے ۔۔۔۔ میں اسکا کبھی قائل نہیں ہوا کہ دینی تعلیم اگر عربی مدارس کے طلباء کو دی جائے تو ان کیلئے اطمینان بخش ہو اور اگر وہی تعلیم کالجوں کے طلبہ کو دی جائے تو ان میں اطمینان پیدا نہ کر سکے ۔۔۔۔۔ غرضیکہ میں اسکا قائل ہونے لگ گیا کہ امام مالک کی موطا میں وہ تمام مشکل حدیثیں نہیں پائی جاتیں جن کا سمجھنا اس زمانے میں بہت مشکل ہے - اب ان مختلف اثرات کا نتیجہ یہ ہوا کہ قرآن عظیم کے بعد حدیث اور فقہ کی تعلیم کیلئے میں یہ کافی سمجھتا ہوں کہ شاہ ولی اللہ کی کتاب "المسوی" جو موطا کی شرح ہے پڑھ لی جائے - میرے نزدیک قرآن اور اسکے بعد "المسوی" اسلام کی تعلیم کا ایک مکمل نصاب ہے - میں یہ اسلام ساری دنیا کو سکھا سکتا ہوں - مسلمانوں کو ان

---

(۱) مسوی مصفی ص - ۱۳

کے ائمہ کے طریقے پر اور غیر مسلموں کو عام حکمت کے اصولوں پر
چنانچہ تعلیم اسلام کے سلسلے میں جہاں تک مجھے لوگوں سے
واسطہ پڑا ہے میں اسمیں خدا کے فضل سے کامیاب رہا ہوں -
اور خود اپنے اس تجربے کے بعد میں شاہ ولی اللہ کے اس تجربی
کارنامے کی عظمت کو سمجھ سکا ہوں ۰۰۰۰۰۰ واقعہ یہ ہے کہ میں نے
اس وقت یورپ کا سفر کیا ہے جب کہ وہاں بڑے زوروں پر انقلاب برپا
تھا - اور انقلاب کے ہاتھوں ماضی کی ہر چیز کی بیخ کنی ہو رہی
تھی - سیاست ' معاشرت اور معیشت کے سارے نظام ٹوٹ رہے تھے -
اور مزہب اور اسکے عقائد حرف غلط کیطرح مٹ رہے تھے - بحمداللہ
میں اسلام کو شاہ ولی اللہ کے طریقے پر سمجھ چکا تھا اور اسکی تعلیم
کو قرآن اور موطا امام مالک میں منحصر مانتا تھا - اسکی برکت تھی
کہ میں انقلاب کی اس آگ سے جو زندگی کی ہر پرانی قدر اور مزہب کے
ہر عقیدے کو جلا کر بھسم کر رہی تھی - اپنا اسلام سالم لیکر نکل
آیا -

اس زمانے میں اور ان حالات میں اسلام پر ثابت قدم رہنا نیز
غیر مسلموں پر اسکی حقانیت اور صداقت کو واضح کر سکنا ' میرے
نزدیک یہ شاہ ولی اللہ صاحب کے طریقے پر ہی ممکن تھا - اسلئے
میں شاہ صاحب کی تجربو کو اسلام اور مسلمانوں کیلئے بہت بڑی
برکت مانتا ہوں - کاش ہمارے اہل علم ادھر توجہ کریں - اور عربی

مدارس اور کالجوں کے نوجوان طلباء جو ہماری قوم کی مرکزی طاقت ہیں - ان میں سے ہونہار افراد جمع کرکے ان سب کو ایک شیرازہ میں باندھ دیں -" (۱)

احادیث کا تحقیقی مطالعہ :

شاہ صاحب نے علم حدیث کی ترویج و اشاعت کی جو تحریک جاری کر رکھی تھی اسکا ایک نہایت اہم اور امتیازی باب احادیثِ طیبہ کے اسرار و رموز کی تشریح توضیح پر قلم اٹھانا ہے - شاہ صاحب کی تصنیف " حجۃ اللہ البالغۃ " اس ضمن میں اسلامی لائبریری کی ممتاز کتاب ہے - شاہ صاحب حجۃ اللہ البالغۃ کے مقدمہ میں حدیث شریف سے متعلقہ مختلف علوم و فنون مثلاً فنِ معرفتِ حدیث بلحاظ صحت و سقم ' فن معانی غریب و ضبط مشکلات اور احکام فرعیہ کے استنباط وغیرہ کی اہمیت بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں :

" ان أدق الفنون الحدیثیۃ	" میرے نزدیک تمام علوم حدیث میں سب
بأسرھا عندی وأعمقھا محتدی	کی اصل اور سب سے دقیق و عمیق تر ' تمام
وارفعھا منارا واولی العلوم	علوم شرعیہ میں برتر درجہ رکھنے والا اور
الشرعیۃ عن آخرھا فیما اری	بلند و عظیم ترین مرتبہ کا علم "اسرار دین"
واعلاھا منزلۃً وأعظمھا مقدارا،	کا علم ہے - جو احکام شرعیہ کے اسرار و
ھو علم اسرارالدین الباحث	علل اور خواص اعمال کے رموز و نکات بیان

(۱) شاہ ولی اللہ اور انکا فلسفہ از مولانا عبیداللہ سندھی صفحات ۱۵۳ تا ۱۵۸ ملخصاً

عن حكم الاحكام ولمياتها
واسرار خواص الاعمال و
نكاتها فهو والله احق العلوم
بان يصرف فيه من الطاقة
نفائس الاوقات ويتخذه عدة
لمعاده بعد ما فرض عليه من
الطاعات اذ به يصير الانسان
على بصيرة فيما جاء به الشرع
و تكون نسبته بتلك الاخبار
كنسبة صاحب العروض بدواوين
الاشعار او صاحب المنطق
ببراهين الحكماء او صاحب
النحو بكلام العرب العرباء و
او صاحب اصول الفقه بتفاريع
الفقهاء و به يامن من ان يكون
كحاطب ليل او كغائص سيل
او يخبط خبط عشواء او يركب
متن عمياء كمثل رجل سمع
الطبيب يامر باكل التفاح فقاس

کرتا ہے - خرا کی قسم، تمام علوم سے
بڑھ کر یہ توجہ کا مستحق ہے - یہی اس
قابل ہے کہ اسمیں قیمتی اوقات کو خرچ
کیا جائے اور اسے زار آخرت بنایا جائے -
اسی سے انسان کو حقائق شریعت کی بصیرت
حاصل ہوتی ہے - اور احاریث (واخبار) سے
ایسا تعلق پیرا ہو جاتا ہے جیسے کہ
صاحب عروض کا اشعار کے دواوین سے تعلق
ہوتا ہے یا منطقی کو دلائل حکم سے تعلق
ہوتا ہے - یا نحوی کو فصحائے عرب کے
کلام سے یا اصول فقہ کے
ماہر کا فقہاء کی تفریعات
سے تعلق ہوتا ہے اور اسکے
ذریعہ انسان حاطب لیل (رات
کی لکڑیاں چننے والا) یا
غائص سیل (سیلاب میں غوطہ
زن)، جسکو کچھ سمجھائی نہیں دیتا)
کیطرح ہونے سے بچ جاتا ہے - یہ بغیر بصیرت
کے چلنے سے بچ جاتا ہے اور اندھے گھوڑے

الحنظلة علیه لعشا کلۃ الاشباح وبہ یصیر مومنا علی بینۃ من ربہ - (۱)

کی سواری نہیں کرتا اُس متحیر آدمی کی مثال ایسے ہے جیسے کہ ایک آدمی طبیب سے سنے کہ وہ سیب کھانے کا حکم دے رہا ہے تو وہ اندرائن کو ہم شکل ہونے کیوجہ سے اسپر قیاس کر لے (اور کھا جائے) - اور اس سے انسان اللہ کی جانب سے بصیرت والا مومن بن جاتا ہے -

شاہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغۃ میں احادیث طیبہ میں پنہاں اسرار و رموز کو افشاء کیا ہے - اور اس میں اسقدر احادیث بیان فرمائی ہیں کہ اگر اسے بجائے خود ایک کتابِ احادیث کہا جائے تو مبالغہ نہ ہو گا -

علم حدیث کے اس شعبہ میں آپ کے امتیاز کو علمائے امت نے نہایت قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا ہے - نزہۃ الخواطر کے مصنف لکھتے ہیں :

" ومنھا ماصب اللہ تعالی فی صدرہ من نور کشف لہ' وجوہ اسرار الشریعۃ ثم شرح صدرہ لبیانہا فبینھا علی احسن وجہ فی " حجۃ اللہ البالغۃ "

" (اور شاہ صاحب پر اللہ تعالی کے احسانات میں سے یہ بھی ہے) کہ اللہ تعالی نے انکے سینے میں ایسا نور ڈالا جس سے شریعت کے اسرار ان پر کھل گئے پھر انکا سینہ ان اسرار کے بیان کیلئے کھول دیا چنانچہ آپ نے انہیں بہترین انداز میں حجۃ اللہ البالغۃ میں بیان کیا -

وقد قال ولدہ عبدالعزیز فی کتابہ الی امیر حیدر البلگرامی

شاہ صاحب کے فرزند شاہ عبدالعزیز امیر حیدر بلگرامی کے نام اپنے ایک مکتوب

---

(۱) حجۃ اللہ البالغۃ ج ۱ - ص - ۲۹

وكتاب حجة الله البالغة التي
هي عمدة تصانيفه في علم اسرار
الحديث لم يتكلم في هذا العلم
احد قبله على هذا الوجه من تأصيل
الاصول و تفريع الفروع و
تمهيد المقدمات والمبادي و
استنتاج المقاصد منها الى
المجلس والنادي -
وانما يستنشم نفحات قليلة
من هذا العلم في كتاب
" احياء العلوم " للغزالي
وكتاب " القواعد الكبرى "
للشيخ عزالدين عبدالسلام
المقدسي و ربما يوجد بعض
فوائد هذا العلم في مواضع
من " الفتوحات المكية "
للشيخ الاكبر "والكبريت
الاحمر " للشيخ ابن العربي"
(1)

میں لکھتے ہیں : "حجۃ اللہ البالغہ" علم
اسرار حدیث میں شاہ صاحب کی
عمدہ تصانیف میں سے ہے - اس انداز
میں ان سے پہلے کسی نے قلم نہیں
اٹھایا کہ جسمیں اصول کی تاصیل، فروع
کی تفریع، مقدمات و مبادی کی تمہید اور
عام مجالس تک پہنچانے کیلئے اہم
مقاصد کا استخراج اس طرز پر کیا گیا ہو -
البتہ اس علم کے چند جھونکے امام غزالی
کی احیاء العلوم اور شیخ عزالدین
عبدالسلام المقدسی کی القواعد الکبری میں
محسوس کئے جا سکتے ہیں - اسی طرح
اس علم کے بعض فوائد شیخ اکبر کی فتوحات
مکیہ اور شیخ ابن عربی کی " کبریت
احمر " میں بعض مقامات پر دیکھے جا سکتے
ہیں -

---

(۱) نزہۃ الخواطر - ج ۱ ص - ۳۰۳ - ۳۰۲

حدیث اور فقہ کی تقریب و تطبیق :

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ علیہ امت مسلمہ کو ہر لحاظ سے متحد و متفق دیکھنا چاہتے تھے - خاص طور پر مذہبی اور فروعی اختلافات آپ کے دل و دماغ کو بہت متاثر کرتے تھے اور آپ ہمہ وقت امت کے اس مرض کے علاج کیلئے فکر مند رہتے تھے - شاہ صاحب کی اس شدت تاثر پذیری کا اثر ان تحریروں میں جا بجا نظر آتا ہے - ایک مقام پر فرماتے ہیں :

" این فقیر رامدتے بسبب اختلاف مذاہب فقہا و وکثرت احزاب علماء و کشیدن ہر کسے بجانبے تشویشے رائے داد زیرا کہ تعیین طریقے برائے عمل ضروریست و تعیین بغیر ترجیح سفطہ ووجوہ ترجیح بسیار واقوام را در تقریر وجوہ ترجیح اجمالا وتفصیلا اختلاف فاحش پس ہر جانب دست وپازد و فائدہ ندید "

" یہ فقیر بڑے عرصے تک مذاہب فقہا و کے اختلاف علماء کی جماعتوں کی کثرت اور ہر ایک کے اپنی جانب کھینچنے کی بدولت بہت پریشان تھا - اسلئے کہ عمل کیلئے طریقہ کا تعین ضروری ہے اور تعیین بغیر ترجیح کے سفطہ ہے اور ترجیح کے اسباب و وجوہ بے شمار ہیں - اور لوگ ترجیحات کی تعیین میں اجمالاً و تفصیلاً بڑا اختلاف رکھتے ہیں پس (میں نے) ہر جانب ہاتھ پاؤں مارے مگر فائدہ نہ دیکھا اور جس کسی سے بھی مدد مانگی کچھ ہاتھ نہ آیا - آخر کار پوری عاجزی کے ساتھ حضرت باری

و از ہر کسے کہ استعانتے نمود حاصلے بدست نیامد بعد ازاں بتضرع تمام بحضرت باری جل مجدہ

متوجه شد و گفت (لئن لم یهدنی ربی لاکونن من القوم الضالین انی وجهت وجھی للذی فطر السموات والارض حنیفاً وما أنا من المشرکین) " (۱)

جل مجدہ کی بارگاہ کیطرف متوجه ہو کر کہا " اگر میرے رب نے مجھے راہ نہ دکھائی تو میں گمراہ ہو جاونگا - میں اپنا رخ اس ذات کیطرف موڑتا ہوں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور باطل سے حق کیطرف مائل ہوتا ہوں اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں "

حقیقت یہ ہے کہ عرصہ سے عالم اسلام میں قرآن و سنت کی تشریح کے سلسلے میں فقہ و حدیث کے دو متوازی سلسلے چلے آ رہے تھے - جو مرور زمانہ کے باعث ایک دوسرے سے مستغنی ہو کر اپنا سفر طے کر رہے تھے - بعض کے نزدیک فقط احادیث طیبہ کے ظاہری معانی تشریح دین کیلئے کافی تھے - اور مذاہب اربعہ کی ان کے نزدیک کوئی قدرو قیمت نہ تھی جبکہ دوسری جانب بہت سے فقہی مباحث میں حدیث صرف اسی وقت زیر بحث لائی جاتی جب کسی مسئلہ میں اپنے مسلک کی تائید کی ضرورت پڑتی - اگرچہ بعض علماء نے اپنے اختیار کردہ فقہی مسلک کی تائید کیلئے اپنے محدثانہ ذوق سے کام لیکر احادیث کی تخریج کا کام بھی سرانجام دیا تاہم اسے فقہ و حدیث کی تطبیق قرار نہیں دیا جا سکتا - یہی وجہ ہے کہ فقہ اور حدیث کی تقریب و تطبیق اور مذاہب اربعہ کے جمع و تالیف کی سعی بھی شاہ صاحب کے مجددانہ کارناموں میں امتیازی شان کی حامل ہے اور اسمیں شاہ صاحب کے وہبی کمالات کے علاوہ آپ کے تعلیمی پس منظر کو بھی بڑا دخل ہے -

---

(۱) مقدمہ مصفی - ص - ۳

شاہ صاحب کی فقہ و حدیث کی تعلیم کا پس منظر :

شاہ صاحب کے جامع تعلیمی پس منظر پر روشنی ڈالتے ہوئے مولانا ابوالحسن علی ندوی فرماتے ہیں :

" شاہ ولی اللہ صاحب پہلے شخص تھے جنکا حرمین شریفین میں اصل تلمذ اور استفادہ ایک جلیل القدر شافعی محدث شیخ ابو طاہر کردی مدنی سے تھا ' وہ انکے علم ' انکی شخصیت ' اور انکے باطنی کمالات ' وسعت نظر وقلب سے بھی متاثر ہوئے - شاہ صاحب نے " انسان العین " میں اپنے جن مشائخ حرمین کا تعارف کرایا ' ان میں صرف ایک شیخ تاج الدین قلعی ' حنفی عالم و محدث تھے - ان مشائخ میں شیخ محمد وفداللہ بن شیخ محمد بن سلیمان مالکی المذہب تھے - جس دور میں شاہ صاحب نے حرمین میں قیام کیا ہے - اس دور میں حجاز کی علمی قیادت اور تعلیم و تدریس کے میدان (بالخصوص فن حدیث کی تعلیم) میں سربراہی اور پیشوائی علماء و محدثین یمن یا کردی النسل علماء کے ہاتھ میں تھی - اور وہ بالعموم شافعی تھے - ان تمام اسباب کی بناء پر شاہ صاحب کو فقہ شافعی کے اصول و قواعد اسکی خصوصیات اور بعض مابہ الامتیاز چیزوں سے واقف ہونے کا پورا موقعہ ملا - اور اسی طرح فقہ مالکی اور فقہ حنبلی سے بھی باخبر ہونے کا وہ موقعہ ملا جو علمائے ہندوستان کو طویل عرصہ سے (تاریخی ' جغرافیائی ' سیاسی اور تمدنی اسباب کی بناء پر) میسر نہیں آیا تھا - اور اسطرح مذاہب اربعہ کا تقابلی مطالعہ

(الفقه المقارن) ان کیلئے ممکن اور آسان ہوا جو ان علماء کیلئے
دشوار تھا جنکو یہ مواقع حاصل نہیں ہوئے تھے -" (۱)

فقہ کو اپنے مآخذ سے ملانے کی سعی :

علم حدیث اور علم فقہ کے ارتقاء کی پوری تاریخ آپکے پیش نظر تھی - جسکا اندازہ آپکی مختلف تحریروں سے لگایا جا سکتا ہے چنانچہ آپ نے اپنی عمیق نظر اور وسیع مطالعہ کی بناء پر اتحاد امت کیلئے یہ علاج تجویز کیا کہ مسلمانوں کو اپنی روزمرہ زندگی میں جادہ اعتدال کو اختیار کرتے ہوئے فقہائے محدثین کی روش کو اختیار کرنا چاہیے آپ نے غالی فقہاء (جو اپنے اختیار کردہ مسلک سے سرمو انحراف پر تیار نہ ہوں) یا فرقہ ظاہریہ (جو مطلقاً فقہ کے منکر اور ان فقہاء کی شان میں لب کشائی کرتے ہوں جو حاملین علم کے پیشوا و سرتاج ہیں) کی روش پر سخت تنقید فرمائی - اور دونوں جانب کی انتہا پسندی کو ناپسندیدہ قرار دیا - چنانچہ فرماتے ہیں :

" بعد ملاحظہ کتب مذاہب اربعہ واصول فقہ ایشاں واحادیثے کہ متمسک ایشاں است قرار داد خاطر بمدد نور غیبی روش فقہائے محدثین افتاد - (۲)

" مذاہب اربعہ اور انکے اصول فقہ کی کتابوں کے مطالعہ اور جن احادیث سے وہ استدلال کرتے ہیں ان پر غور و فکر کرنے کے بعد طبیعت میں فقہائے محدثین کی روش کی پسندیدگی قرار پذیر ہوئی جسمیں نور غیبی کی مدد بھی شامل تھی

---

(۱) تاریخ دعوت و عزیمت جلد پنجم ص:- ۲۰۰ - ۱۹۹

(۲) الجزء اللطیف - مشمولہ سیاسی مکتوبات ص - ۱۹۸

فقہائے محدثین کی روش سے آپ کی کیا مراد ہے - اسکی وضاحت آپ نے یوں فرمائی ہے :

" در فروع پیروئی علماء محدثین که جامع باشند میانِ فقہ و حدیث کردن و دائما تفریعات فقہیہ را بر کتاب وسنت عرض نمودن - (۱)	" فروعی مسائل میں ایسے علما و محدثین کی پیروی کرنی چاہئیے جو فقہ و حدیث دونوں کے عالم ہوں اور مسائل فقہیہ کو ہمیشہ قرآن مجید اور سنت رسول سے ملاتے رہنا چاہئیے -

نیز فرماتے ہیں :

امت را ہیچ وقت از عرض مجتہدات بر کتاب وسنت استغناء حاصل نیست- (۲)	امت کو قیاسی مسائل کا قرآن وسنت سے تقابل کرنے سے رہنے کسی وقت بے نیازی حاصل نہیں ہو سکتی -

فروعی اختلافات پر مجتہدانہ بحث :

فقہ اور حدیث کو قریب تر لانے اور فروعی مسائل میں جادہ اعتدال اختیار کرنے پر زور دیتے ہوئے شاہ صاحب " خیر القرون " اور اسلام کی ابتدائی صدیوں کی طرف رجوع کرتے ہیں - تا کہ فروعی اختلافات کے اصل منابع و مصادر پر گہری نظر رکھتے ہوئے انکی اہمیت کو متعین کیا جائے - اس سلسلے میں آپ نے اپنی بعض مستقل تصنیفات کے علاوہ حجۃ اللہ البالغہ کے مبحث ہفتم میں نہایت جامع و مانع بحث فرمائی ہے - اس بحث کے چند مختصر اقتباسات ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں -

(۱) ، (۲) المقالۃ الوضیۃ فی النصیحۃ والوصیۃ - ص

" اعلم ان رسول الله صلی الله
علیه وسلم لم یکن الفقه فی زمانه
الشریف مدوّناً ولم یکن البحث
فی الاحکام یومئذ مثل البحث
من هولاء الفقهاء حیث یبنون
باقصیٰ جهدهم الارکان والشروط
و آداب کل شیء ممتازاً عن الآخر
بدلیله ویفرضون الصور
ویتکلمون علی تلک الصور
المفروضة ویحدون ما یقبل الحد
ویحصرون ما یقبل الحصر الی
غیر ذلک من صنائعهم اما رسول
الله صلی الله علیه وسلم فکان
یتوضأ فیری الصحابة وضوءه
فیاخذون به من غیر ان یبین
ان هذا رکن و ذلک ادب وکان
یصلی فیرون صلاته فیصلون کما
راوه یصلی و حج فرمق الناس
حجه ففعلوا کما فعل فهذا کان
غالب حاله صلی الله علیه وسلم

" واضح رہے کہ جناب رسول اللہ صلعم
کے عہد مبارک میں فقہ کی تدوین نہیں ہوئی
تھی اور اس زمانہ میں احکام کے بارے میں
ایسی اُبحاث نہیں ہوتی تھیں جیسے کہ
یہ فقہاء ابحاث کرتے ہیں کہ انتہائی
محنت کے ساتھ ہر چیز کے ارکان ،شروط
اور آداب دلیل کے ساتھ علیحدہ علیحدہ
بیان کرتے ہیں اور مسائل کی صورتیں
فرض کر کے ان فرضی صورتوں کے بارے
میں کلام و بحث کرتے ہیں اور جو حد کے
قابل ہو اسکی حد بیان کرتے ہیں اور جو
حصر کے قابل ہو اسکا حصر کرتے ہیں -
اس قسم کے بہت سے کام کرتے ہیں - لیکن
جناب رسول اللہ صلعم کا زمانہ ایسا تھا
کہ آپ وضو کرتے اور صحابہ کرام آپ کا وضو
کرنا دیکھتے اور آپ کے طریقہ پر عمل پیرا
ہو جاتے اور یہ بتائے بغیر ایسا کرتے کہ
یہ رکن ہے 'یہ ادب ہے' اسطرح آپ نماز
پڑھتے اور صحابہ آپ کو دیکھتے چنانچہ
جیسے آپ نماز پڑھتے ویسے ہی صحابہ

ولم يبين ان فروض الوضوء ستة او اربعة ولم يفرض انه يحتمل ان يتوضاء انسان بغير موالاة حتى يحكم عليه بالصحة او الفساد الا ماشاء الله وقلما كانوا يسألونه عن هذه الاشياء - (۱)

نماز پڑھتے - آپ نے حج کیا لوگوں نے آپکا حج کرنا دیکھا اور جیسے آپ نے افعال حج کئے لوگوں نے بھی ویسے ہی افعال حج کیے چنانچہ حضور صلعم کا عام حال یہی تھا اور آپ نے یہ بیان نہیں فرمایا کہ وضو کے چھ فرض ہیں یا چار فرض ہیں اور نہ ہی آپ نے یہ صورت فرض کی کہ ممکن ہے کہ آدمی وضو کرے اور پے در پے وضو نہ کرے تاکہ اس پر صحت یا فساد کا حکم لگایا جائے - الا ماشاء واللہ - اور ان باتوں کے بارے میں صحابہ کرام بہت ہی کم دریافت کرتے تھے -

....

" وبالجملة فهذه كانت عادته الكريمة صلى الله عليه وسلم فرأى كل صحابي مايسره الله له من عبادته وفتاواه واقضيته فحفظها وعقلها وعرف لكل شيء وجها" من قبل القرائن به فحمل بعضها على الاباحة و بعضها على النسخ

" الغرض یہ حضور صلعم کی عادت مبارکہ تھی ہر صحابی کو جس قدر اللہ نے اسے توفیق دی - آپ کی عبارت فتاوی اور قضایا کو دیکھنے کا موقع ملا تو انھوں نے اسے یاد کیا - سمجھا اور قرائن کے ذریعہ سے ہر چیز کیوجہ معلوم کی اور وہ قرائن و امارات جو صحابہ کو بخوبی معلوم تھے انکے ذریعے بعض کو اباحت پر اور بعض کو نسخ پر محمول کیا -

---

(۱) حجۃ اللہ البالغہ ج ا ص - ۳۴۳

لأمارات و قرائن كانت كافية
عنده ولم يكن العمدة عندهم
الآوجدانُ الاطمئنان والثلج
من غير التفات الى طرق
الا ستدلال كما ترى الاعراب
يفهمون مقصود الكلام فيما بينهم
وتثلج صدورهم بالتصريح والتلويح
والايماء من حيث لايشعرون -
فانقضى عصره الكريم وهم على
ذلك ثم انهم تفرقوا فى البلاد
و صار كل واحد مقتدى ناحية
من النواحى فكثرت الوقائع و
دارت المسائل فاستفتوا فيها
فاجاب كل واحد حسبما حفظه
او استنبط وان لم يجد فيها
حفظه او استنبط ما يصلح للجواب
اجتهد برايه و عرف العلة التى
ادار رسول الله صلى الله عليه
وسلم عليها الحكم فى منصوصاته

اور صحابہ کے نزدیک معتمد علیہ بات
یہی تھی کہ اطمینان اور یقین و سکون
حاصل ہو جائے - اور استدلال کے مختلف
طریقوں کی جانب انکی توجہ نہیں تھی
جیسے کہ تم دیکھتے ہو کہ اعرابی لوگ
تصریح یا اشارہ کنایہ سے ہی مقصود
کلام سمجھ جاتے ہیں اور انہیں اطمینان
حاصل ہو جاتا ہے اور وہ نہیں جانتے کہ
یہ سب کیسے ہوا ؟ آخرکار آپؐ کا عہد
ختم ہو گیا اور صحابہ اس حالت پر تھے
پھر صحابہ کرام مختلف بلاد میں پھیل
گئے اور ہر صحابی کسی نہ کسی علاقے
میں مقتدی اور رہنما بن گیا - پھر واقعات
بھی کثرت سے پیش آنے لگے اور مسائل
بھی پوچھے جانے لگے اور انکے بارے
میں صحابہ سے فتوے معلوم کئے گئے
توہر ایک نے اپنی حفظ و یاد کے مطابق
فتوی دیا یا استنباط کیا اور اگر جواب کے
مناسب استنباط یا یاداشت نہ تھی - تو

فطردالحکم حیثما وجدها لایألوا جهداً فی موافقة غرضه علیه الصلوة والسلام فعند ذلک وقع الاختلاف بینهم علی ضروب- (۱)

رائے سے اجتہاد کیا - علت معلوم کی که جناب رسول الله صلعم نے اپنے منصوص مسائل پر حکم کا مدار رکھا ہے چنانچه جہاں علت کو پایا وہاں حکم لگا دیا اور حکم کو حضور صلعم کی غرض کے موافق بنانے میں کوئی کسر اٹھا نه رکھی - اسوقت انہیں کئی طرح سے اختلاف پیدا ہوا -

اسکے بعد آپؒ نے عہد صحابه میں مختلف امور میں اختلاف رائے پیدا ہونے کے اسباب اور مثالیں پیش کی ہیں - اختلاف کی مختلف وجوہات میں سے آپ نے خاص طور پر درج ذیل کا ذکر فرمایا ہے:-

(۱) ایک صحابی نے کسی معامله میں کوئی حکم یا فتوی سنا، دوسرے نے وہ نہیں سنا تھا - چنانچه اس نے اپنی رائے سے اجتہاد کیا -

(۲) دو صحابه کے درمیان مناظرہ ہوا - اور حدیث اسی طرح ظاہر ہوئی جسطرف گمان غالب تھا - چنانچه صحابی نے اپنے اجتہاد سے رجوع کر کے مسموع حدیث کو اختیار کر لیا -

(۳) صحابی کو حدیث پہنچی مگر اسطرح نہیں جیسا که ظن غالب ہو چنانچه اس نے اجتہاد تو ترک نہیں کیا بلکه حدیث پر جرح کی -

(۴) کسی صحابی کو کسی خاص معاملے میں حدیث ہی نہیں پہنچی -

(۵) اختلاف صحابه کا ایک سبب وہم میں اختلاف ہے - (مثلاً حضور صلعم کے حج کو کسی نے قرآن کسی نے تمتع اور کسی نے افراد سمجھا)

---

(۱) حجة الله البالغه ج ۱ ص - ۳۴۵

(٦) اختلاف صحابہ کی ایک وجہ سہو و نسیان کا اختلاف بھی ہو سکتا ہے -

(٧) کسی حکم کی علت کے تعین میں اختلاف (١)

ان مختلف اسباب اور انکی امثلہ کے بعد آپ فرماتے ہیں :

" و بالجملۃ فاختلف مذاہب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم واخذ عنہم التابعون کذلک کل واحد ما تیسرلہ فحفظ ما سمع من حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و مذاہب الصحابۃ وعقلہا وجمع المختلف علی ما تیسرلہ ورجح بعض الاقوال علی بعض واضمحل فی نظرہم بعض الاقوال وان کان ماثوراً عن کبار الصحابۃ - (٢)

الغرض اسطرح حضور نبی کریم صلعم کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں اختلاف ہوا تھا - تابعین نے جسطرح انہیں توفیق ہوئی اسی طرح ان سے حاصل کیا - پس انہوں نے احادیث رسول صلعم اور مذاہب صحابہؓ میں سے جو کچھ سنا اسے یاد کرلیا - اسے اچھی طرح سمجھا اور اپنی بساط کے مطابق انکے مختلف امور کو جمع کیا اور بعض اقوال کو ترجیح دی اور بعض اقوال انکی نظر میں مرجوح قرار پائے اگرچہ وہ کبار صحابہ سے منقول تھے -

---

(١) حجۃ اللہ البالغۃ - ج١ - ص ٢٨ - ٣٤٥ ملخصاً

(٢) حجۃ اللہ البالغہ ج١ - ص - ٣٥٠

فقہی مسالک کی تاریخ ترویج اور ارتقاء کی اتنی مفصل بحث سے شاہ صاحب کی غرض یہ ہے کہ فروعی مسائل میں امت مسلمہ کے مختلف مکاتب فکر کی شدت وحدت کو کم کیا جائے اور فقہاء مجتہدین کے اجتہادات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زیادہ سے زیادہ عمل بالسنۃ کی کوشش کی جائے چنانچہ فرماتے ہیں :

" الأصل ان يعمل بكل حديث الا ان يمتنع العمل بالجميع للتناقض وانه ليس فى الحقيقة اختلاف ولكن فى نظرنا فقط فاذا ظهر حديثان مختلفان فان كانا من باب حكاية الفعل فحكى صحابى انه صلى الله عليه وسلم فعل شيئا وحكى آخر فلاتعارض ويكونان مباحين ان كانا من باب العادة دون العبادة او احدهما مستحبا والآخر جائزا ان لاح على احدهما آثار القربة دون الآخر او يكونان جميعًا مستحبين او واجبين يكفى احدهما كفاية الاخر ان كانا جميعًا من باب القربة -

" اصل تو یہ ہے کہ ہر حدیث پر عمل کیا جائے ہاں تناقض کی وجہ سے سب احادیث پر عمل کرنا محال ہو تو الگ بات ہے - اور درحقیقت احادیث میں اختلاف نہیں ہے صرف ہماری نظر میں اختلاف محسوس ہوتا ہے اگر دو مختلف حدیثیں سامنے آ جائیں اب اگر وہ دونوں فعل نبیؐ کو بیان کرتی ہو - ایک صحابی یہ روایت کرے کہ حضور نبی اکرم صلعم نے یہ فعل کیا اور دوسرا صحابی بیان کرے کہ آپ نے دوسرا فعل کیا تو دونوں کے درمیان کوئی تعارض نہیں - اور یہ دونوں فعل مباح ہونگے جبکہ یہ فعل عبادت سے نہ ہوں بلکہ عادت میں سے ہوں یا ایک فعل مستحب ہو گا اور دوسرا فعل جائز ہوگا جبکہ ایک میں عبادت کے آثار ظاہر ہوں

وقد نص حفاظ الصحابة على
مثله في كثير من السنن كالوتر
باحدى عشرة ركعة و بتسع و
و سبع وكالجهر في التهجد
والمخافتة وعلى هذا الاصل ينبغي
ان في رفع اليدين الى
الأذنين اوالمنكبين و في
تشهد عمرؓ وابن مسعود وابن
عباس رضى الله عنهم وفي ادعية
الاستفتاح وادعية الصباح
والمساء و سائرالاسباب
والاوقات - (۱)

اور دوسرے میں نہ ہوں یا دونوں نقل
مستحب یا واجب ہونگے کہ ایک جگہ
دوسرا اسکی کفایت کر جائیگا جبکہ
دونوں عبارت سے ہوں - حفاظ صحابہ
نے اکثر سنن میں اسی قسم کی تصریح
فرمائی ہے جیسے کہ وتر ہے کہ گیارہ
رکعت ہیں ، نو رکعت ہیں، سات رکعت ہیں
اور جیسے کہ نماز تہجد میں جہرا اور آہستہ
سے تلاوت کرنا اور اسطریقہ سے مناسب
ہے کہ رفع یدین میں فیصلہ کیا جائے کہ
کانوں تک ہاتھ اٹھائے جائیں یا کاندھوں
تک اٹھائے جائیں اور حضرت عمرؓ ابن
مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کے
تشہد میں بھی اسی طرح فیصلہ کر لینا
چاہیے اور اسی طرح وتر میں بھی فیصلہ
کر لینا چاہیے کہ ایک علیحدہ رکعت ہے یا
تین رکعتیں ہیں - اسی طرح نماز شروع
کرنے کی دعاؤں صبح وشام کی دعاؤں اور
تمام اسباب و اوقات میں فیصلہ کر لینا چاہیے"

---

(۱) حجة الله البالغه ج ا - ص- ٦٣٤- ٦٣٦

مزاہبِ اربعہ کو آپس میں قریب تر لانے کی سعی :

شاہ صاحب کو اللہ تعالی نے مختلف علوم و آراء میں تطبیق دینے کی جو صلاحیت عنایت فرمائی تھی اس سے کام لیتے ہوئے آپ نے امتِ مسلمہ میں رائج و مقبول چار فقہی مزاہب کو قریب تر لانے کیلئے بھی مساعی فرمائی - یہ بھی درحقیقت فقہ اور حدیث کو قریب تر لانے کی کوششوں ہی کا ایک حصہ تھا - اس سلسلے میں اللہ تعالی نے آپ کو جو مخصوص استعداد عنایت فرمائی تھی اسکا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

" فکان من اعظم نعم اللہ علی ان کشف لی عن حقیقۃ حال المزاہب، وحال المتقیر ببعضھا وحال من اراد الانتقال الی مزہب بعد ماکان متقیدا بمزہب آخر وحال من اخز فی بعض المسائل بمزہب وفی بعض الآخر بمزہب آخر وھل خیّر الشارع او الزم لکل واحد یلتزم مزہبا واحدا " - (۱)	" پس مجھ پر یہ اللہ تعالی کی عظیم نعمتوں میں سے تھا کہ مجھ پر (فقہی) مزاہب کی حقیقت کو کھول دیا - اور اس شخص کا حال جو کسی ایک مزہب کا مقلد ہو یا ایک مزہب کا متقید ہونے کے بعد دوسرے مزہب کیطرف منتقل ہونا چاہے یا کوئی شخص بعض مسائل ایک مزہب سے لینا چاہے اور بعض دوسرے سے اور یہ کہ کیا شارع نے اسکا اختیار دیا ہے یا ہر ایک کو کسی ایک مزہب کا پابند قرار دیا ہے - (ان امور کا علم اللہ نے مجھ پر کھول دیا) -
وکشف لی ان الاختلاف علی اربعۃ منازل :	اور مجھ پر یہ بات واضح کی گئی کہ اختلاف کے چار درجے ہیں :

(۱) التفہیمات الالٰہیۃ ج ۱ ص ۲۰۷

اختلاف مردود وليس لقائله ولا
لمقلره من بعر عزر - وهزا قليل
الوجود في المزاهب الاربعة
المرونة واختلاف مردود و لقائله
عزر مالم يبلغه حريث صحيح
دال على خلافه فاذا بلغه فلا
عزر له واختلاف مقبول قر
خير الشارع المكلفين في طرفيه
تخيرا ظاهرا مطلق كالاحرف
السبعه من القرآن -
واختلاف ادركنا كون طرفيه
مقبولين اجتهادا واستنباطا من
بعض كلام الشارع صلوت الله عليه
والانسان مكلف به لامطلقا بل
بشرط الاجتهاد وتاكوالظن
و تقلير من حصل له زلک -
(۱)

(۱) اختلاف مردود: جسکے قائل اور مقلر
دونوں کیلئے کوئی عزر باقی نہ رہے اور ایسا
اختلاف چاروں مدون مزاہب میں بہت
قلیل الوجود ہے -

(۲) وہ اختلاف جو مردود ہو تاہم اسکے قائل
کیلئے کوئی عزر موجود ہو جبتک کہ اسکے پاس
اسکی رائے کے خلاف دلالت کرنے والی صحیح
حدیث نہ پہنچی ہو اور جب ایسی حدیث اسے
مل جائے تو اس کیلئے کوئی عزر باقی رہے
نہیں رہے گا -

(۳) اختلاف مقبول: جسمیں شارع نے مکلفین
کو دونوں جانب واضح اور مطلق اختیار دے
دیا ہو جیسے قرآن مجید کے حرف سبعہ
علیہ السلام سے استنباط و اجتہاد کے لحاظ
سے دونوں طرف برابر ہوں اور انسان اسکا
مطلق طور پر نہیں بلکہ اجتہاد اور پختہ یقین
کی بنیاد یا۔ جسے یہ صفات حاصل ہوں اسکی
تقلید پر مکلف ہے -

---

(۱) التفہیمات الالہیہ ج۱ - ص- ۲۰۸

موطا امام مالک اور تطبیق مذاہب فقہ :

شاہ صاحب نے جسطرح کتب حدیث میں موطا امام مالک کے خصوصی امتیازات کے باعث اسکی تعلیم پر زور دیا اسی طرح آپ نے اس کتاب کو مشہور مذاہب فقہ کی اصل اور جڑ بھی قرار دیا - اور اسکی بنیاد پر مذاہب اربعہ کو قریب تر لانے کی سعی فرمائی - شاہ صاحب " موطا " کو متن قرار دے کر باقی مشہور مذاہب فقہ کو اسکی شرح قرار دیتے ہیں - اسی طرح موطا کو درخت اور حنفیہ شافعیہ اور حنبلیہ کو اسکی شاخیں قرار دیتے ہیں :

" ان علم الفقه اشرف العلوم وانفعها واوسعها وكتاب الموطا اصح كتب الفقه واشهرها واقدمها واجمعها - وقد اتفق السواد الاعظم من الملة المرحومة على العمل به والاجتهاد في روايته ودرايته والاعتناء بشرح مشكلاته ومعضلاته والاهتمام باستنباط معانيه وتشييد مبانيه -

ومن تتبع مذاهبهم ورزق الانصاف من نفسه علم لا محالة ان الموطا عدة مذهب مالك واساسه وعمدة

" علم فقہ سب سے اشرف نافع اور وسیع علم ہے اور موطا فقہ کی کتابوں میں سب سے زیادہ صحیح مشہور قدیم اور جامع ہے - اور امت مرحومہ کا بڑا حصہ اس پر عمل ' اسکی روایت درایت میں اجتہاد اور اسکی مشکلات و معضلات کی شرح اور اسکے معانی کے استنباط اور اسلوب کی تحقیق پر متفق رہا ہے - اور جو کوئی انکے مذاہب کا تتبع کرے اور وہ منصف مزاج ہو تو وہ لا محالہ جان لے گا کہ "موطا" امام مالک

مذهب الشافعي وابي حنيفة و
صاحبيه ونبراسه -

کے مذہب کی بنیاد و اساس امام شافعی و احمد
کے مذہب کی سرتاج اور امام ابو حنیفہ اور اسکے
دونوں ساتھیوں کیلئے مشعل راہ رہی ہے -

وهذه المذاهب بالنسبة للموطا
كالشروح للمتون و هو منها
بمنزلة الدوحة من الغصون
وان الناس وان كانوا من فتاوى
مالك في رد و تسليم و تنكيت
و تقويم ماصفا لهم المشرب ولا
تأتى لهم المذهب الا بماسعى
في ترتيبه واجتهد في تهذيبه
وقال الشافعي لذلك ليس احد
أمنّ عليّ في دين الله من مالك *

اور یہ مذاہب اربعہ مؤطا کے متن کی شروح یا
اس درخت کی شاخوں کی حیثیت رکھتے ہیں -
اور عام لوگوں نے اگرچہ امام مالک کے فتاوی
کے ساتھ قبول اور رد یا تسلیم و تنقید کا رویہ
اختیار کیا ہے تاہم ان کیلئے انکے پسندیدہ مذہب
کا راستہ امام مالک ہی کی مساعی اور ترتیب
و اجتہاد سے وجود میں آیا ہے اسی لئے امام
شافعی فرماتے ہیں کہ اللہ کے دین کے معاملے
میں مجھ پر امام مالک سے زیادہ کسی کا
احسان نہیں "-

(۱)

شاہ صاحب نے موطا امام مالک کی ان خصوصیات کے پیش نظر اسے مرکزی حیثیت دیکر اور مذہب حنفی اور مذہب شافعی کی تحقیقات کو اسکی شرح قرار دیکر ان تین بلکہ چاروں مشہور مذاہب کی تطبیق و تقریب کی کوشش فرمائی - گویا مؤطا کی بنیاد پر فقہ شافعی و حنفی کو قریب تر لا کر تمام فقہی مذاہب کو ایک مرکز پر جمع کیا جا سکتا ہے -

---

(۱) المسوی شرح موطا ص ۷ تا ۹

بین الاقوامی اسلامی عدالت کا قیام اور شاہ صاحبؒ
کے اجتہادات کی قدر و قیمت :

آج کل اسلامی ممالک کے اندر اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور تعاون و اشتراک کا جو احساس موجزن ہے - اسکے تحت ایک " بین الاقوامی اسلامی عدالت " کا قیام بھی وقت کی اہم ضرورت سمجھا جا رہا ہے - اس ضمن میں فروعی احکام و اختلافات کے حل اور مذاہب اربعہ کی تطبیق و تقریب میں ہمیں شاہ صاحب کے مذکورہ بالا اجتہادات سے کافی روشنی مل سکتی ہے -

حقیقت یہ ہے کہ بین الاقوامی اسلامی عدالت اسی وقت عملی شکل اختیار کر سکتی ہے جب فروعی اختلافات کو چھیڑنے کی بجائے قرآن و سنت اورمذاہب اربعہ کے متفق علیہ اصول و قواعد کو زیادہ سے زیادہ اجاگر کرنے کی کوشش کی جائے اس ضمن میں افراط و تفریط سے بچتے ہوئے اجتہادی قوت سے کام لینا ہوگا - شاہ صاحب اسی قسم کے محتاط اجتہاد کو وقت کی اہم ضرورت قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں " :

" اجتہاد در ہر عصر فرض بالکفایۃ است	" ہر زمانہ میں اجتہاد فرض کفایہ ہے اور
و مراد از اجتہاد اینجا نہ اجتہاد	اجتہاد سے یہاں اجتہاد مستقل مراد نہیں
مستقل است مثل اجتہاد شافعی	جیسا کہ امام شافعی کا مستقل اجتہاد
کہ در معرفت تعدیل و جرح رجال	جرح و تعدیل اور معرفت لغت وغیرہ نیز
و معرفت لغت ومثل آن بشخصے	درایت مجتہدانہ میں وہ کسی اور شخص
دیگر نبود وہم چنیں درروایت -	کے ارشاد کے حاجتمند نہ تھے -

مجتہدانہ مسبوق بہ ارشاد کسے - نہ بل معرفت احکام شرعیہ از ادلۂ تفصیلۃ و تفریع و ترتیب مجتہدانہ اگر بارشاد صاحب مذہبے بودہ باشد -،

وآنکہ گفتیم اجتہاد در ہر عصر فرض است بجہت آنست کہ مسائل کثیرۃ الوقوع غیر محصورند و معرفت احکام الہی در آنہا واجب وآنچہ مسطور و مدون شدہ است غیر کافی و در آن اختلاف بسیار کہ بدون رجوع بادلہ حل اختلاف آں نتواں کرد و طرق آں تا مجتہدین غالباً منقطع پس بغیر عرض بر قواعد اجتہاد راست نیاید وآنکہ گفتیم کہ امروز طرق اجتہاد مسدود ست الا ازیں جہت (۱).

بلکہ اجتہاد سے مراد کسی صاحب مذہب کے ارشاد کے مطابق احکام شرعیہ کے تفصیلی دلائل کی بنیاد پر معرفت اور مجتہدانہ ترتیب و تفریع کا کام انجام دینا ہے -

اور یہ جو ہم نے کہا کہ اجتہاد ہر زمانہ میں فرض ہے اس لحاظ سے ہے کہ مسائل کثیرۃ الوقوع بے شمار ہیں اور ان میں احکام الہی کی پہچان واجب ہے اور جو کچھ مسطور اور مدون کیا جا چکا ہے وہ ناکافی ہے اور اسمیں بھی اتنا اختلاف ہے کہ دلائل کیطرف رجوع کئے بغیر اسے حل نہیں کیا جا سکتا اور عام طور پر مجتہدین تک انکا سلسلۂ روایت منقطع ہوتا ہے - پس قواعد اجتہاد پر پرکھے بغیر درست حکم ہاتھ نہیں آ سکتا اور یہ جو ہم نے کہا کہ آج کل اجتہاد کے راستے بند ہو چکے ہیں ہماری مراد فقط اسی اجتہاد مذکورہ بالا سے ہے -

(۱) مسوی مصفی ص - ۱۱

شاہ صاحب نے درج بالا عبارت میں نفاذ شریعت کے میدان میں جن عملی مشکلات کا ذکر فرمایا ہے انکا حل آپ کے ارشاد کے مطابق فقط " رجوع بادلہ " ہے - اسی وجہ سے آپؒ نے علاقائی ضروریات کے پیش نظر مذاہب اربعہ کی اہمیت تسلیم کرنے کے باوجود (۱) مسلمانوں کے بین الاقوامی معاملات کے حل کیلئے تطبیق اور رجوع بادلہ کی ضرورت پر زور دیا ہے - اس نکتہ کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا عبیداللہ سندھی لکھتے ہیں :

" اسے (شاہ صاحب کے) سفر حجاز اور وہاں کے قیام اور مطالعہ کا ثمرہ سمجھنا چاہیے - حجاز میں رہنے اور وہاں بڑے بڑے محدثین اور صوفیاء کو شافعی فقہ کا پابند دیکھنے کے بعد عام علماء کیطرح شاہ صاحب کبھی اس بات کو قبول نہیں کر سکتے تھے کہ فقط فقہ حنفی تمام مسلمانوں کو ایک نقطہ پر جمع کر سکتی ہے - انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ عربی بولنے والے ممالک عموماً شافعی اور مالکی مذہب رکھتے ہیں - اور خاص طور پر وہ لوگ جو سلطنت عثمانیہ کے مرکز سے بہت دور ہیں حنفی فقہ کو بہت کم جانتے ہیں - یہ اسباب تھے جنکی بناء پر شاہ صاحب اس نتیجے پر پہنچے کہ حنفی اور شافعی فقہ کا مساوی درجہ تسلیم کیا جائے - نیز موطا کو اصل مان کر کتب احادیث میں سے جو معروف اور مشہور روایتیں

---

(۱) شاہ صاحب اس بات کے قائل ہیں کہ جن مسلم علاقوں اور اقوام میں جو صحیح مسالک فقہ رائج ہیں انکو چھیڑے بغیر توافق و تطابق بالسنۃ کا فریضہ انجام دینا چاہیے اور کسی بھی صحیح رائج الوقت فقہی مسلک کی مخالفت نہیں کرنی چاہیے فیوض الحرمین میں آپ لکھتے ہیں : بعد ازاں میرے دل میں یہ بات ڈالی

(اگلے صفحے پر)

ہیں یا جن پر بالعموم عمل ہوتا ہے انکا انتخاب کر لیا جائے اور اس ضمن میں شواذ اور غریب حدیثوں کو چھوڑ دیا جائے اب اگر اس طرح کی کسی مشہور حدیث کے مطابق فقہ حنفی کی کوئی روایت ہے تو اسکو ترجیح دی جائے اور اگر شافعی روایت ہے تو اسکو راجح مانا جائے - شاہ صاحب کے نزدیک اس تطبیق اور توافق کے بعد ایسی فقہ کو مسلمانوں کے بین الاقوامی مرکز میں نافذ کیا جائے تو سب مسلمانوں کا فقہ کے معاملے میں ایک نقطہ پر جمع ہو جانا آسان ہو جاتا ہے - (۱)

مولانا عبیداللہ سندھی کی درج بالا عبارت آج کل کے حالات میں نہایت فکر انگیز اور معنی خیز ہے اور ہمیں شاہ صاحب کے فقہی اجتہادات اور تطبیق فقہ و سنت کی کوششوں کے گہرے اور سنجیدہ مطالعہ کی دعوت دیتی ہے -

---

(حاشیہ بقیہ صفحہ) گئی کہ خدا تعالی کو یہ منظور ہے کہ تمہارے ذریعے امت مرحومہ کے شیرازہ کو جمع کرے ۰۰۰۰۰ پس تمہیں چاہیے کہ اپنی قوم کی فروعات میں مخالفت نہ کرو کیونکہ یہ بات اللہ تعالی کی مرضی کے خلاف ہے "

فیوض الحرمین (اردو ترجمہ) ص ۲۲۰
سندھ ساگر اکادمی لاہور - ۱۹۴۷ء

(حواشی صفحہ ھذا)

(۱) شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ - مولانا عبیداللہ سندھی ص ۹۹ - ۱۹۸

فصل : تصوّف کی اصلاح اور تجدید

حضرت شاہ صاحب نے جسطرح علوم دینیہ کے دیگر شعبوں میں نمایاں اصلاحات فرمائیں - اسی طرح "اصلاح و ارشاد اور تصوف" جیسے اہم شعبے پر بھی بھر پور توجہ فرمائی - اسکے فوائد و برکات کو عام کرنے کیلئے زبان اور قلم سے جہاد کیا - اور اسکے اندر پیدا ہونے والی خرابیوں کی واضح الفاظ میں مذمت فرمائی ایک طرف آپ نے امت کے مختلف طبقات کو عصری تقاضوں کے مطابق صحیح تصوف سے روشناس کرایا - تو دوسری طرف تصوف اور علم باطن کے نہایت دقیق اور مشکل مسائل کو موضوع سخن بنایا اور اس علم کے ایسے مسائل میں تطبیق کی سعی فرمائی جو مدت سے اکابرین امت کے درمیان اختلاف و نزاع کا باعث بنے ہوئے تھے - تصوف کے ضمن میں آپ کی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے علامہ شمس الحق افغانی لکھتے ہیں :

" حضرت مجدد (الف ثانی) کے بعد جس ہستی نے تجدیدی کارنامے سرانجام دیے اور ملت اسلامیہ کے کردار کو تنزل سے بچانے کیلئے حقیقی اور اسلامی تصوف کو صحیح انداز میں پیش کیا وہ جامع شریعت و طریقت ' محدث بے نظیر اور مفکر بے عدیل حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی ذات گرامی ہے - آپ نے اپنی جملہ تصانیف میں بالعموم اور تفہیمات ' حجۃ اللہ البالغہ ' ہمعات اور القول الجمیل میں بالخصوص حقیقی تصوف اور اسکی ارتقائی منازل کو اپنی خداداد بصیرت اور بے پناہ صلاحیت کے ساتھ پیش فرمایا ہے - " (۱)

---

(۱) تصوف اور تعمیر کردار - از مولانا شمس الحق افغانی ص - ۳۲ مطبوعہ محکمہ اوقاف - لاہور ۱۹۶۷ء

تصوف کے نام پر گمراہی کی مذمت :

شاہ صاحب نے اپنے عہد کے مروج تصوف کے اندر پیدا شدہ خرابیوں پر سخت تنقید فرمائی ہے اور تصوف کے نام پر رائج خرابیوں سے بچنے کی تلقین کی ہے ۔ نیز ظاہری شعبدہ بازیوں اور کشف و کرامات کے چکر میں پڑنے کی بجائے قرآن و سنت کے مطابق تعمیر کردار پر زور دیا ہے ۔ چنانچہ اپنے مشہور وصیت نامہ میں لکھتے ہیں :

" وصیت سوم آں است کہ در دست مشائخ ایں زماں کہ بانواع بدعت مبتلا هستند ہرگز نباید داد و بیعت با یشاں نباید کرد و بغلو عام مغرور نباید بود و نہ بکرامات زیرا کہ اکثر غلو عام بسبب رسم است وامور رسمیہ را بحقیقت اعتبارے نیست و کرامت فروشان ایں زماں ہمہ الا ماشاء اللہ طلسمات و نیر نجات را کرامات دانستہ اند ۔ (۱)

" اس زمانے کے مشائخ کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دینا چاہیے اور نہ انکا مرید ہونا چاہیے کیونکہ وہ مختلف قسم کی بدعات میں مبتلا ہیں اور عوام کے غلو کے دھوکے میں بھی نہ آئیں نہ ہی کرامات کے چکر میں پڑیں کیونکہ عوام کا غلو رسم و رواج کے سبب سے ہے اور امور رسمیہ کو حقیقت سے کوئی نسبت نہیں ہے ۔ باستثنائے چند اس زمانے میں سب کرامت فروشوں نے طلسمات اور شعبدہ بازی کو کرامات سمجھ لیا ہے "۔

---

(۱) المقالۃ الوضیۃ فی النصیحۃ والوصیۃ از شاہ ولی اللہ دہلوی در مجموعہ وصایا اربعہ ص ۔ ۴۴ مطبوعہ شاہ ولی اللہ اکیڈمی سنہ ۱۹۶۴ء

عجیب و غریب واقعات اور کشف و کرامات کی حقیقت :

تقریباً ہر انسانی معاشرے میں عوام الناس کسی شخص کی مقبولیت و قبولیت کا اندازہ اس کے ہاتھ سے صادر ہونے والے خارق عادت اور عجیب و غریب امور سے لگاتے ہیں - چنانچہ شاہ صاحب نے اپنے وصیت نامہ میں اس رحجان اور اسکی حقیقت کی خاص طور پر وضاحت کی ہے - فرماتے ہیں :

" همت بستن برکارے و بشکل مهیب برآمدن و دل بردل کسے راشتن و طالب را مسخر کردن همه از فنون نیرنج است چند ملاحظه هستند که بایں کارمی رسانند ' صلاح و فجور و سعادت و شقاوت و مقبول بودن ویا مردود بودن دریں جا هیچ فرق پیدا نمی کند - وهم چنیں وجد و شوق و قلق و سرایت ایں حالت در حاضران منشاء آں حرارت بهیمیه است لہذا هر که قوت بهیمیه او قوی تر وجد او زیاده تر -

" کسی کام پر همت باندهنا 'خوفناک صورت اختیار کر لینا 'کسی کے دل پر دل رکھنا (محبت کرنا) اور طالب کو قبضہ میں کرنا یہ سب چیزیں نیرنجات کے فنون ہیں کئی اعمال ایسے ہیں جو ان کاموں تک پہنچا دیتے ہیں - صلاح و فجور سعادت و شقاوت اور مقبول و مردود ہونے سے اسکا کوئی تعلق نہیں - اسی طرح وجد ' شوق اور اضطراب کی حالتوں کو حاضرین میں منتقل کر دینا ' حیوانی قوت کی تیزی کے سبب سے ہوتا ہے - اسی لئے جسمیں حیوان قوت زیادہ ہوتی ہے اس کا وجد زیادہ ہوتا ہے -

آری این اعمال و این احوال
بعضے صالحاں ہم می کنند بہ
نیتے از نیات نیک واین قدر
آنہارا از کرامات نمی گردانند
کمالا یخفی و بسیارے از سادہ
لوحاں را دیدہ ایم کہ چوں این
اعمال را از شیخ فرا گرفتہ اند
آں را عین کرامات می دانند ۔ (۱)

ہاں یہ اعمال نیک نیتی کے ساتھ
بعض صالحین بھی کرتے ہیں اور
اسقدر کام انکی کرامات میں شمار
نہیں ہوتا جیسا کہ واضح ہے ۔ اور
ہم نے بہت سے بھولے بھالے لوگوں
کو دیکھا ہے کہ جب وہ یہ اعمال کسی
شیخ سے حاصل کرتے ہیں تو وہ انکو
عین کرامات سمجھ لیتے ہیں ۔

اتباع شریعت اور صحبتِ شیخ کی اہمیت :

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ عام مسلمانوں کو کشف و کرامات کے پیچھے پڑنے کی بجائے شریعت مطہرہ کا سیدھا اور روشن راستہ اختیار کرنا چاہیے پھر اگر ہمت ہو تو نوافل و مستحبات کے ذریعے نور عبادت اور قربِ خداوندی کے حصول کی سعی کرنی چاہیے ۔ فرماتے ہیں :

" چارہ کار آنکہ کتب حدیث
مثل صحیح بخاری و مسلم
و سنن ابی داود و ترمذی و
کتب فقہ حنفیہ و شافعیہ را
بخواند و عمل بظاہر سنت
پیش گیرد اگر حق سبحانہ در دل

" اسکا طریقہ کار یہ ہے کہ احادیث طیبہ
کی کتب مثلاً صحیح بخاری ، مسلم ،
سنن ابی داود اور ترمذی اور شافعی
و حنفی فقہ کی کتب پڑھے اور ظاہر
سنت پر عمل کو پیش نظر رکھے اگر
حق سبحانہ و تعالیٰ اسکے دل میں

(۱) وصیت نامہ ص ۔ ۴۵

او شوق صادق کرامت فرماید
و طلب این راہ غالب شود
کتاب "عوارف" را از آداب
نماز و روزہ و اذکار و معموری
اوقات پیش کرد و رسائل نقشبندیہ
را در طریق پیدا کردن "یاد داشت"
واین بزرگان این ہر دو باب
را بوجہے روشن نوشتہ اند کہ
احتیاج بہ تلقین ہیچ مرشدے
نماندہ - (۱)

سچا شوق مرحمت فرمائیں اور اس راستے
کا شوق بڑھ جائے تو کتاب عوارف المعارف
کو نماز روزہ اور اذکار وغیرہ کے آداب
کے ضمن میں اور "یاد داشت" کی
کیفیت حاصل کرنے کے سلسلے میں
رسائل نقشبندیہ کو پیش نظر رکھے -
ان بزرگوں نے ان ہر دو ابواب کو اس
انداز سے واضح کر کے لکھا ہے کہ انکے
مطالعہ کے بعد کسی مرشد کی تلقین
کی حاجت نہیں رہتی" -

راہ سلوک میں پیر و مرشد اور شیخ کی صحبت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

" چوں کیفیت نور عبادت و نسبت
یادداشت حاصل شد برآں مواظبت
نماید اگر دریں فرصت صحبت
عزیزے را دریابد کہ صحبت او
مفتاح جذب است و تاثیر صحبت
او در مردماں درمی گیرد باوے
صحبت دارد تا آنکہ حالت مطلوبہ
ملکہ گردد بعد ازاں بگوشہ بنشیند

جب نور عبادت اور نسبت یادداشت کی
کیفیت حاصل ہو جائے تو اس پر دوام
رکھے - اگر اس دوران ایک ایسے بزرگ
کی مجلس نصیب ہو جائے کہ اسکی صحبت
کا اثر لوگوں میں ہو رہا ہو تو اسکی صحبت
اختیار کرلے تا کہ حالت مطلوبہ اسکی
عادت بن جائے اور اسکے بعد گوشہ
نشینی اختیار کرکے اسی ملکہ (کیفیت)

---

(۱) وصیت نامہ ص - ۴۶

وبداں ملکہ مشغول باشد ،
دریں زمانہ ہیچ کس نیست
کہ بہ جمیع الوجوہ کمال
داشتہ باشد اگر ازیک وجہ
بکمال دارد از وجہ دیگر عاطل
است پس ہماں کمال را باید
حاصل کرد و از چیزہا ئے
دیگر نظر باید پوشید -
"خذ ما صفا و دع ما کدر"
نسبت ہائے صوفیہ غنیمت
کبری است و رسوم ایشاں
ہیچ نمی ارزد - (۱)

میں مشغول رہے -
اس زمانے میں ایسا شخص کوئی نظر
نہیں آتا جو ہر لحاظ سے صاحب کمال
ہو - اگر ایک لحاظ سے صاحب کمال ہے
تو دوسری جانب سے معطل ہے - پس
جو کمال اس میں موجود ہے اسے حاصل
کرنا چاہئیے اور اسکی دیگر باتوں سے
صرفِ نظر کرنا چاہئیے " جو صاف ہو
وہ لے لو اور جو پراگندہ ہو اسے چھوڑ
دو " صوفیائے کرام کی نسبتیں بہت
غنیمت ہیں اور انکے رسم و رواج کی
کوئی حیثیت نہیں - "

خلاف شرع ، ریاضتوں کی کوئی حیثیت نہیں :

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ بعض صوفی منش حضرات کے نزدیک مقصود بالذات تصوف کے اعلی درجات ، کیفیات اور احوال کا حصول ہے - البتہ جو لوگ ان درجات کے حصول سے عاجز ہوں ، شریعت کے احکام ان کیلئے ہیں -

شاہ صاحب کے نزدیک یہ بات درست نہیں بلکہ آپ فرماتے ہیں کہ اصل اور مقصود بالذات اتباع شریعت ہے - اسی اتباع شریعت کے نتیجے میں جو مقامات فنا

(۱) وصیت نامہ ص - ۴٦

و بقاء وغیرہ حاصل ہوں انہیں شریعت کی تابعداری کا ثمرہ سمجھنا چاہیے -

جو لوگ شریعت کو ثانوی درجہ دیکر مقامات و احوالِ تصوف کو مطمح نظر بنانا چاہتے ہیں - شاہ صاحب انکی مخالفت کو کار ثواب اور اس مرض کے خاتمے کو ضروری قرار دیتے ہیں - فرماتے ہیں :

" باید دانست کہ میان ما و اہل زمان اختلاف است' صوفی منشاں گویند کہ اصل مطلوب فناء و بقاء و استہلاک و انسلاخ است و مراعاتِ معاش و اقامتِ طاعت بدنیہ کہ شرع بداں وارد شدہ برائے آں است کہ ہمہ کس آں اصل را نمی توانند بجا آورد' "مالا یدرک کلہ لایترک کلہ " وشارع بیان اصل فرمودہ است برائے خاصہ'

" معلوم ہونا چاہیے کہ مجھمیں اور اہل زمانہ میں اختلاف ہے - صوفی منش حضرات کہتے ہیں کہ اصل مطلوب فناء و بقاء اور استہلاک وانسلاخ کی کیفیات کا حصول ہے - باقی شریعت میں جو معاش اور بدنی عبارات کے احکام وارد ہوئے ہیں وہ اسلئے ہیں کہ ہر شخص اس اصل مطلوب (فناء وبقاء) کے حصول سے عاجز ہے پس اس کلیہ کے تحت کہ " جسے پورا نہ ملے تھوڑے کو نہ چھوڑے (شرعی احکام وارد ہوئے ہیں) - جبکہ اصلِ مطلوب کا بیان شارع نے خواص کیلئے کیا ہے -

ومتکلماں گویند کہ غیر ازاں چہ شرع بداں وارد شدہ است چیزے مطلوب نیست و ما می گویم مطلوب بہ اعتبار صورت نوعیہ انسان بجز شرع نیست ....

متکلمین کہتے ہیں کہ شریعت کے علاوہ جو کچھ بھی ہے وہ سرے سے مطلوب ہی نہیں جبکہ ہم کہتے ہیں کہ انسان کی صورت نوعیہ کے اعتبار سے شریعت کے علاوہ اور کچھ مطلوب نہیں ......

و فنا و بقا و استہلاک وغیرہ ایں
ہا مطلوب اند بہ اعتبار خصوصیت
افراد زیرا کہ بعض افراد درغایت
علو و تجرد مخلوق می شوند و
خدا تعالی ایں ہا را راہ ایشاں
دلالت می فرماید وآں حکم نوامیس
نیست بلکہ بلسان حال ایں فرد
از جہت خصوصیت فردیت تقاضا
آں گروہ وکلام شارع ہرگز برآں
محمول نیست نہ صریحاً ونہ اشارۃً

.... و بالجملہ افراط در
مقدمات انسلاخ و استہلاک و
مشغول شدن ہر کس و ناکس
بآں را عضال است درملت
مصطفویہ خدا رحم کناد کسے
را کہ سعی در اخمال آنہا کند
گو بحسب بعض استعدادات اصلی
داشتہ باشد۔

جبکہ فنا و بقا اور استہلاک وغیرہ
خصوصیت افراد کے اعتبار سے مطلوب ہیں
کیونکہ بعض افراد نہایت علو و تجرد
(اعلی کردار و پاک بازی) کی کیفیت
میں پیدا ہوتے ہیں - اور خدا تعالی ان
کو اپنے راستے کی رہنمائی فرماتا ہے
یہ قانونِ فطرت نہیں ہے - بلکہ یہ شخص اس
گروہ کی خصوصیت فردیت کی وجہ سے
زبان حال سے (اسکا تقاضا کرتا ہے)
جبکہ شارع کا کلام ہرگز اس معنی
پر محمول نہیں ہے - نہ صریحاً نہ اشارۃً
خلاصہ یہ کہ انسلاخ و استہلاک کے
مقدمات میں حدود سے متجاوز ہونا اور
ہر کس وناکس کا اسمیں مشغول ہونا
ملتِ مصطفویہ میں ایک شدید مرض کی
حیثیت رکھتا ہے - اللہ تعالی رحم
فرمائے اس شخص پر جو اس مرض کی
بیخ کنی کی کوشش کرے اگرچہ وہ دوسروں
کے مقابلہ میں بنیادی استعداد رکھتا ہو

ہر چند ایں سخن بر بسیارے از	ہر چند کہ یہ بات اس زمانے کے بہت
صوفیہ زماں دشوار خواہد بود اما	سے صوفیوں کو ناگوار گزرے گی تاہم
مرا کارے فرمودہ اند برحسب آں	مجھے جو حکم دیا گیا ہے اسی کے
می گویم بازید و عمر کارے نیست (۱)	مطابق کہہ رہا ہوں - زید و عمر کی مجھے پرواہ نہیں -"

ارشاد و سلوک کی اہمیت متفق علیہ ہے :

شاہ صاحب اگر ایک طرف ایسے صوفی منش افراد کے خلاف ہیں جو تصوف کے مقابلے میں شریعت کو ثانوی درجہ کی چیز جانتے ہیں تو دوسری طرف آپ تصوف و سلوک کی اہمیت و تاثیر کو بھی واضح فرماتے ہیں اور صحیح تصوف کے جملہ سلاسل کو نہایت قابل قدر جانتے ہیں - چنانچہ فرماتے ہیں :

" کسے کہ با مشائخ ایں طرق	" جس کسی نے اس راستے کے مشائخ
صحبت داشتہ باشد یا رسائل	کی صحبت پائی ہے یا اس طائفہ کے
وکتب ایں طائفہ مطالعہ کرد	رسائل وکتب کا مطالعہ کیا ہے وہ
شک ندارد کہ جمیع اصحاب	اس بات میں شک نہیں رکھتا کہ تمام
طرق و ارباب ارشاد یا جمہور	سلاسل کے اصحاب اور ارباب ارشاد یا
ایشان متفق اند براصل طریقت	انکی اکثریت طریقت کی اصل پر متفق
اگر مختلف باشند درکیفیت اقامت	ہے اگرچہ اسکی اقامت کی کیفیت و
آں -" (۲)	طریق کار میں اختلاف رکھتے ہوں "

(۱) وصیت نامہ ص - ۴۸

(۲) ہمعات ص - ۲۰ مطبوعہ شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدرآباد ۱۹۶۴

سلوک و تصوف کے ارتقاء پر بحث کرتے ہوئے' صحیح تصوف کے عہدبعہد تغیرات اور ارتقائی منازل کی نشاندہی کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ سب ایک ہی راستے کے راہی ہیں - البتہ انکے درمیان جو ظاہری اختلاف نظر آتا ہے اسے ہر طبقہ اور زمانہ کے حالات اور اذواق کے تناظر میں دیکھنا چاہئیے' فرماتے ہیں :

" و بالجملہ این فرقہ ھا دراصل یک اند و در صورت شتی - واللہ اعلم باحوالھم ..... این چھار راہ را قدم الصدق است درملاء اعلی - و واجب آں است کہ کلام ہر طبقہ را بر مناسب اذواق وے حمل کنند و یکے را برمذاق دیگر نیازند - (۱)

" مختصر یہ کہ یہ جماعتیں حقیقت میں ایک ہیں اگرچہ بظاہر مختلف ہیں - اور اللہ انکے احوال کو بہتر جانتا ہے ان چاروں راستوں (۲) کو ملأ اعلی میں قدم صدق حاصل ہے اور یہ بات نہایت ضروری ہے کہ ہر طبقہ کے کلام کو انکے ذوق کے مطابق حمل کیا جائے اور ایک کو دوسرے کے مزاق پر نہیں پرکھنا چاہئیے - "

شریعت اور طریقت کی درجہ بندی :

شاہ صاحب کے نزدیک شریعت اور طریقت ایک ہی علم کے دو درجے ہیں - انکا آپس میں کوئی تضاد نہیں بلکہ مختلف حالات میں یہ ایک دوسرے کیلئے متمم و مکمّل کی حیثیت رکھتے ہیں اور انکے آپس میں خلط ملط کر دینے سے بڑا اختلاف اور اشتباہ پیدا ہو سکتا ہے - فرماتے ہیں :

" واشہد للہ باللہ ان الشریعۃ میں اللہ کیلئے اسی کا نام لیتے ہوئے گواہی

(۱) ہمعات ص - ۲۰
(۲) شاہ صاحب کے نزدیک تاریخ تصوف کے ان "چار" اہم مراحل کی تفصیل اگلے صفحات میں آرہی ہے -

علی مرتبتیــن :

احرھما الاخرٰ باصل الفرائض و

الاجتناب عن المحرمات القطعیۃ

واقامۃ شعائر الاسلام - وھزہ

المرتبۃ محتومۃ علی طوائف الناس

اراثیھم واقاصیھم ملوکھم وامرا ؤھـم

و مجاھریھم وفلاحیھم و محترفیھم

و تجارھم و عبیرھم و احرارھم

وھزہ الرتبۃ سھلۃ سمحۃ لیس

فیھا شرۃ -

دیتا ہوں کہ شریعت کے دو مرتبے ہیں :

ایک مرتبہ یہ ہے کہ فرائض کے اصل کو اختیار کیا جائے محرمات قطعی سے اجتناب اور شعائر اسلام کی اقامت کا فریضہ انجام دیا جائے - شریعت کا یہ مرتبہ ہر قسم کے لوگوں کیلئے لازمی ہے خواہ وہ دور کے ہوں یا نزدیک کے - بادشاہ و امراء ہوں یا مجاھدین کاشتکار ہوں یا صنعت کار تاجر غلام یا آزاد اور شریعت کا یہ مرتبہ آسان و سھل ہے جس میں شرت نہیں ہے -

وثانیھما مرتبۃ من اخزھا کان سنیا

و کان عابرا محسنا وفی ھزہ المرتبۃ

سنن وآداب و تورعات ماثورۃ عن

النبی صلی اللہ علیہ وسلم و عن

اوائل الامۃ او مقیسۃ علی الماثور -

وبین المرتبتین فرق عظیم واھمال

الفرق خسران وجھل ومن اھمال

الفرق بینھما ینشأ غالب اختلاف

العلماء ....

دوسرا مرتبہ وہ ہے جو عابد و زاہد لوگوں کیلئے ہے - اس مرتبۂ شریعت میں سنتوں، آداب اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلاف امت کے ماثور تورعات یا ماثورات پر قیاس کئے گئے مستحبات کی رعایت کرنا ہے - اور ان (مزکورہ بالا) دونوں مراتب کے درمیان عظیم الشان فرق ہے اور انکے درمیان موجود فرق کو نظرانداز کرنے میں زبردست خسارہ ہے اور اکثر علماء کا اختلاف اسی فرق کے نظرانداز کرنے کے

ویجب فی الرتبة الاولی ان یکون الامر بالمعروف والنهی عن المنکر بالشرۃ والضعف ولیس فی المرتبة الاولی الاحتیاط والتورع وانما فیها ان یجتنب ماثبت حرمته ومن هذا الوجه اختلف عمل الصحابة فمنهم القراۃ والمحترفة والتجار یشتغلون بامر المعاش یضربون فی الارض اکتفوا باصل الشریعة -

اس پہلے درجے میں شدت و ضعف کے ساتھ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ہونا ضروری ہے البتہ اس پہلے درجہ میں احتیاط و تورع پر زور دینے کی بجائے صرف ان چیزوں سے اجتناب ضروری ہے جنکی حرمت ثابت ہو اسی بناء پر صحابہ کے اعمال میں اختلاف نظر آتا ہے - اسلئے کہ ان میں قاری کاریگر اور تاجر بھی موجود تھے جنہیں اپنے امور معاش کے سلسلے میں زمین میں سرگرم عمل رہنا پڑتا تھا پس ایسے لوگوں نے شریعت کے اصولی احکام پر اکتفا کیا -

ومنهم المتفرغون العباد الزهاد واخذوا بالمرتبة الثانية وراعوا الآداب بکمالها ومنهم بین بین -

اور ان میں سے بعض وہ عابد و زاہد لوگ تھے جنہوں نے خود کو (زہد و عبادت کیلئے) فارغ کیا ہوا تھا - انہوں نے دوسرے (اعلیٰ) درجے کو مطمع نظر بنایا اور اسکے آداب کی پوری پوری رعایت رکھی ۔ اور انمیں سے وہ بھی تھے جنہوں نے دونوں مراتب کے درمیان راستہ اختیار کیا -

ولا ینبغی ان یومر المشتغلون بمعاشهم لا سیما

اور امور معاش میں مشغول لوگوں خاص طور پر غلاموں، لونڈیوں کاشتکاروں

العبيد والاماء والفلاحون
والمحترفون باكثر من المرتبة
الاولى والاكانت الشريعة
شاقة عليهم وافضى الامر
الى تركها والتنفر منها وكان
الامر داخلا فى حديث
"ان منكم منفرين" وقد روعى
حال هولاء العامة اكثر من
امر الخاصة فى القرآن و
حديث النبى صلى الله عليه
وسلم -

ولا ينبغى لهولاء العامة ان
يخلطوا علومهم بعلوم الصوفية
والمتكلمين بل الواجب ان
يكتفوا بما يفهم من ظاهر
الكتاب والسنة" - (١)

اور کاریگروں کو شریعت کے پہلے درجہ سے
زیادہ کا پابند نہیں بنانا چاہیے ورنہ شریعت
ان کیلئے بوجھ بن جائے گی اور اسکا نتیجہ شریعت کو
ترک کرنے اور اس سے متنفر ہونے کی صورت
میں برآمد ہوگا اور یہ کام اس حدیث کے
ضمن میں داخل ہو جائے گا جس میں کہا
گیا ہے کہ " بے شک تم میں سے بعض
(دین سے) نفرت دلانے والے ہیں " اور
قرآن و حدیث میں خواص کے مقابلے میں
ان عوام کی زیادہ رعایت رکھی گئی ہے -

اور ان عوام کو نہیں چاہیے کہ وہ اپنے
علوم کو صوفیاء اور متکلمین کے علوم کے
ساتھ خلط ملط کر دیں بلکہ ضروری یہ ہے کہ
کتاب و سنت کے ظاہری مفہوم پر اکتفا
کریں " -

---

(١) التفهيمات الالهيه - ج١ - ص ٢٨٢

سالک کو پہلے "عقیدہ" کی اصلاح کرنی چاہئیے :

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ راہ سلوک میں سب سے پہلے عقیدہ کی اصلاح پر توجہ دینی چاہئیے اس لئے کہ یہی سب اعمال و افعال کی جڑ ہے - فرماتے ہیں :

" ایشان متفق اند برآنکہ نخست چیزے کہ سالک را باید تصحیح عقائد است برنہج عقائد صحابہ و تابعین و سائر سلف صالحین وادائے ارکان اسلام واجتناب از کبائر ورد مظالم و سائر آنچہ شریعتغرا بیان فرمودہ است کہ این ہمہ اصل طاعت است بغیر وے سلوک صحیح نباشد .... مراد موافقت صحابہ و تابعین است در عقائد نہ موافقت مناظران متکلمین - پس آنچہ در قرون سابقہ بتاویل آں مشغول نمی شدند تاویل آں نباید کرد خصوصاً بطریق تعیین کہ ہمیں مراد است- (۱)

" یہ سب متفق ہیں کہ سب سے پہلی چیز ایک سالک کیلئے یہ ہے کہ صحابہ کرام تابعین اور سلف صالحین کی نہج پر اپنے عقیدے کی تصحیح کرے اور ارکان اسلام کی ادائیگی کبائر سے اجتناب رد مظالم اور شریعت غرا کے جملہ احکام کو اپنے اوپر لازم ٹھہرائے - اس لئے کہ یہی اطاعت کی بنیاد ہے اور اسکے بغیر سلوک درست نہیں ہو سکتا ....
یہاں عقائد میں صحابہ و تابعین کی متابعت مراد ہے نہ کہ مناظرین و متکلمین کے عقیدے کی موافقت - چنانچہ جن امور کی تاویل پر قرون سابقہ میں زور نہیں دیا گیا اسکی تاویل نہ کرے - خصوصاً ایسی تاویل (نہ کرے) کہ کسی امر کو متعین کر کے کہے کہ فقط یہی مراد ہے - "

(۱) ہمعات ص - ۲۲

سالک کو اپنی استعداد کے مطابق عمل کرنا چاہیئے :

شاہ صاحب نے سالکین کے احوال، فطری استعدادات، اذکار، عبادات اور ریاضات کے مختلف اثرات پر بھرپور روشنی ڈالی ہے (دیکھیے صفحہ ۱۸ - ہمعات) - اس بحث کی ابتداء میں شاہ صاحب فرماتے ہیں :

" ایں فقیر را آگاہا نیدہ اند کہ افراد انسان بہ استعدادات مختلفہ مخلوق شدہ اند و ہر فردے حسب استعداد خود کمال کسب می نماید، وہیچ فرد زیادہ از آنچہ در استعداد وے نہادہ اند نمی تواند حاصل کرد وذلک تقدیر العزیز العلیم .....

از علوم جلیلہ کہ بریں بندہ ضعیف نزول فرمودہ اند معرفت استعدادات بنی آدم وعدد آں ہا و علامت ہر یکے و مبلغ کمال آنہا ست تا سالک فطن روش خود را بشناسد وراہ خود را در نظر دارد یا شیخ مشفق او را بہمان راہ ارشاد نماید - (۱)

" اس فقیر کو سمجھایا گیا کہ نوع انسانی کے افراد کو مختلف استعدادوں پر پیدا کیا گیا ہے اور ہر فرد اپنی استعداد کے مطابق کمال حاصل کرتا ہے اور کوئی شخص اپنی عطا شدہ استعداد سے زیادہ کچھ حاصل نہیں کر سکتا اور یہ عزیز و علیم خدا کے مقرر کردہ اندازے ہیں ....

اس بندہ عاجز پر جو علوم جلیلہ نازل کئے گئے ہیں ان میں بنی آدم کی استعدادوں کی معرفت، انکا شمار، ہر ایک کی علامت اور انکے مبلغ کمال کا علم بھی ہے تا کہ ذہین سالک اپنی روش کو خود پہچان سکے اور اپنے راستے پر خود نظر رکھے یا مشفق استاد اسے اس راستے کی رہنمائی کرے - "

(۱) ہمعات - ص ۹۷

سالک کو احسان و سلوک کی منازل و اسباب کا علم ہونا چاہیے :

سلوک و احسان کے راستے پر چلنے والے سالک کیلئے آپؒ یہ امر ضروری قرار دیتے ہیں کہ وہ جو کچھ اعمال و عبادات کر رہا ہے انکی شرعی حیثیت ' ادائیگی کے صحیح طریقہ اور تہذیبِ نفس کے سلسلے میں انکے مرتبہ آثار و نتائج سے آگاہ ہو تا کہ اگر کہیں افراط و تفریط سرزد ہو رہی ہو تو وہ خود اعتدال کا راستہ اختیار کر سکے - گویا سالک کو اندھا دھند تقلید کی بجائے سلوک و احسان کا راستہ علی وجہ البصیرۃ طے کرنا ضروری ہے - چنانچہ شاہ صاحب لکھتے ہیں :

" پس اگر آدمی معنی احسان را که عبارت از نور طہارت و خلاصه مناجات است شناخته باشد و حاصل کرده - من بعد آں معنی را در خود نیابد یا کم یابد باید که در پئی تحقیق سبب آں افتد - اگر قوتِ طبیعت است به صوم آں را معالجه کند واگر شبق است به نکاح یا ملک یمین ازاں مانع خلاص شود و اگر صحبتِ مردم است باعتکاف و قلتِ اختلاط دفع نماید واگر امتلاء اوعیهٔ فکر است بخیالات

" پس اگر آدمی "احسان" کی اصل حقیقت کو جو کہ نور طہارت اور خلاصہ مناجات سے عبارت ہے ' جان لے اور حاصل کر لے اور پھر اس حقیقت کو اپنے اندر نہ پائے یا کم پائے تو ضروری ہے کہ وہ اسکے سبب کو معلوم کرنے کے در پے ہو ' اگر یہ خرابی طبیعت کی قوت کیوجہ سے ہو تو روزے سے اسکا علاج کرے اور اگر خواہشِ صنف مخالف ہو تو نکاح یا ملک یمین کے ذریعے اس رکاوٹ کو دور کرے یا اگر لوگوں کی صحبت کے باعث پریشانی ہو تو اعتکاف اور گوشہ نشینی اختیار کرے یا اگر اسکے اعضاء فکریہ پریشاں خیالی

مشوشه به طول ذکر علاج نماید -
واگر هجوم رسوم اہل دنیا باشد
هجرت اوطان ایشان اختیار
نماید - (۱)

کا شکار ہوں تو کثرت ذکر کے ساتھ مشوش
خیالات سے نجات حاصل کرے - اور اگر
اہلِ دنیا کے رسم و رواج کی کثرت سے
پریشان ہو تو انکے علاقوں سے ہجرت اختیار
کرلے -

سالک کو تصوف کی گہرائیوں میں نہیں پڑنا چاہیے :

شاہ صاحب راہ سلوک و احسان میں درجہ بدرجہ ترقی پر زور دیتے ہیں اور مبتدی کیلئے صوفیانہ اسرار و رموز اور دقائق کی ٹوہ میں لگ جانے کو نقصان دہ قرار دیتے ہیں - فرماتے ہیں :

"مبتدی را مشغول بودن به
دقائق ریا و غیر آں زیاده
ازاں چه در ظاهر کتاب و
سنت معروف و مشهور است
نافع نیست بلکه حال او را
مختل میسازد وایں سخن
بران ماند که شخصے پسر
خود را از گرگ به ترساند که
خواب وے برود و اطمینان وے

" مبتدی کیلئے ریاکاری کے دقائق وغیرہ
میں کتاب و سنت کے مشہور بیانات سے
زیادہ گہرائی میں جانا نافع نہیں بلکہ
اسکے حالات کو پراگندہ کرتا ہے اور اس
کی مثال اس شخص کی ہے جو اپنے بچے
کو بھیڑیے سے اسقدر ڈرائے کہ اسکی نیند
اڑ جائے اور اسکا اطمینان غارت ہو جائے
اس کی بجائے اچھا طریقہ یہ ہے کہ
اس بچے کے لئے بھیڑیے کے داخل

(۱) ہمعات ص - ۹۶

گم گردد - بل چاره او آنست
که مراخل توسیه گرگ را برائے
او مسرود سازد و به احتمالات
ضعیفه مشغول نه گردد همگی
همت دے بتقویت ولے مصروف
باشد که مرد قوی دفع گرگ از
خود میتواند کرد -

ہونے کے راستے بند کر دے اور
بے بنیاد اوہام میں پڑنے کی بجائے
اپنی پوری کوشش بچے کی
تقویت میں صرف کر دے - اس
لئے کہ قوی آدمی خود بھیڑیے
سے اپنا بچاؤ کر سکتا ہے -

ہم چنیں احسن و ابلغ در تربیت
آں است کہ بہ اذکار و اشغالے کہ
محبت انگیز باشد و خاطر را
بجانب علوی منجذب سازد مشغول
کند و قصد اولی تقویت ایں معنی
باشد و توجہ بہ ازالہ حب جاہ
و مال وغیرآں بقدر ضرورت کند -
اعنی آنقدر کہ ذکر بجمعیت دل
تواند کرد - (۱)

اسطرح تربیت کا بہترین طریقہ یہ ہے
کہ محبت انگیز اذکار واشغال جو
خاطر کو جانب علوی کیطرف جذب کرنے
والے ہوں، میں مصروف ہو جائے اور اس
حقیقت کے حصول کو بنیادی مقصد کے
طور پر پیش نظر رکھا جائے اور حب جاہ
و مال وغیرہ کے ازالہ پر بقدر ضرورت
توجہ دے - یعنی صرف اس حد تک کہ
جمعیت خاطر کے ساتھ ذکر کر سکے -

اسی طرح ایک اور مقام پر فرماتے ہیں :

" بمباحث تنزلات خمس و وحدت
وجود و مانند آں سالک را خصوصاً "

" تنزلات خمسہ اور وحدت الوجود جیسے
مسائل میں مبتدی کا مشغول ہونا نقع

(۱) ہمعات ص ۲۴

مبتدی را مشغول شدن	دینے کی بجائے مضر ثابت
نافع نیست بلکہ ضاراست (۱)	ہوتا ہے -

اسی طرح تفہیمات الہیہ میں مشائخ و صوفیاء کی اولاد کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

" ولا نرضی باشاعۃ الاشارات	" ہمیں عام مجالس اور محافل میں
الصوفیۃ فی المجالس والمحافل	صوفیانہ اشارات کی اشاعت پسند نہیں ہے
انما المرضی الاحسان - (۲)	بلکہ اصل پسندیدہ بات تو اخلاص پیدا کرنا ہے -

شریعت و طریقت کا بنیادی مقصد - خصائل اربعہ کا حصول :

شاہ صاحب نے جسطرح ارتفاقات اربعہ ' صفاتِ اربعہ متعلقہ بہ تخلیق" (ابداع ' خلق ' تدبیر ' تدلی) تقویر کے مدارج ' قرآن مجید کے علوم پنجگانہ اور دیگر بے شمار عنوانات کے تحت علوم و فنون کی جو جدید اور جامع تدوین و تقسیم کی ہے - انہی میں سے" خصائلِ اربعہ" کی تقسیم ہے جسے آپ شریعت و طریقت کا بنیادی مقصد اور خلاصہ قرار دیتے ہیں - آپ ان خصائل اربعہ (طہارت ' انابت ' سماحت اور عدالت) کی اہمیت واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تمام انبیاء علیہم السلام اور تمام آسمانی ہدایات کا خلاصہ یہی چار صفات ہیں - لکھتے ہیں :

" ایں فقیر راآگاہانیدہ اند	" اس فقیر کو آگاہ کیا گیا ہے کہ تہذیب نفس
کہ آنچہ ازبابِ تہذیب نفس	کے سلسلے میں شریعت کا مطلوب و

(۱) ہمعات ص - ۲۲
(۲) التفہیمات الالہیہ ج۱ ص - ۲۸۲

در شرع مطلوب میشود اقامت چار خصلت است ونفی اضدار آنها ' حق سبحانه و تعالے انبیاء علیهم السلام برائے همیں چهار خصلت فرستاده - و شرائع همه ارشاد به این چهار خصلت و تحریص برکسب آن ها و نصب مظان آنها است و ترغیبات شرائع بسوئے این چهار خصلت مصروف اند و ترهیبات به اضداد آن راجع -

مقصود چار صفات کا حصول اور انکی متضاد صفات کی نفی کرنا ہے - اللہ تعالی نے تمام انبیاء علیہم السلام کو انہی چار خصلتوں کی خاطر مبعوث فرمایا - اور تمام شریعتوں میں انہی چار خصلتوں کے حصول اور انکے متعلقات کے قیام کی ترغیب دی گئی ہے - تمام شریعتوں کی ترغیبات صفات چہارگانہ کے حصول سے متعلق ہیں جبکہ تمام وعیدوں اور ترہیبات کا مرجع ان صفات کے اضداد ہیں

و برّ عبارت از اشباح و کواسب این چهار خصلت است واثم عبارت از مظان و کواسب اضداد آن ها - وآن اخلاق که درمعاد وجود آن نافع میرهد -

نیکی انہی چار خصائل کے اشباح و کواسب سے عبارت ہے جب کہ گناہ ان کے اضداد سے متعلق اشیاء کا نام ہے اور وہ اخلاق کہ جن کا وجود آخرت میں منافع بخش اور جنکا عدم مضر ہوگا - وہ بھی چار خصلتیں ہیں -

و فقدان آنها ضرر میکند ' همیں چهار خصلت اند و هر که حقیقت

اور جو کوئی ان چار خصلتوں کی حقیقت کو ذوق و وجدان کے ذریعے

این چهار خصلت بطریق ذوق	جان لے اور ہر دور
و وجدان دانست و طریق	و ہر طبقہ میں شرائع کے نزول اور
افشاء شرائع وایصال آں ہا	طریق کار کو ان صفات کے
در ہر دورہ و ہر طبقہ بایں	حوالے سے سمجھ لے وہ
خصال شناخت - وے فقیہ	شخص دین کا سمجھنے والا
فی الدین و راسخ فی العلم است	اور گہرے علم کا مالک ہے -
ہر کہ از اشباح شرائع بہ این	جس کسی نے بھی اشباح شرائع
خصال پے برد و برنگ آں	میں سے ان خصائل کیطرف توجہ
ہا رنگین شد و نفس وے آں ہا	دی اور خود کو ان کے رنگ میں
دراصلِ جوہرِ خود قبول کرد وے	رنگ لیا اور اسکے نفس نے اپنے
از محسنین است - (۱)	جوہر میں ان خصائل کو رچا لیا وہ
	شخص محسنین میں سے ہے" -

شاہ صاحب نے ان صفات چہارگانہ پر اپنی مختلف تصانیف میں متنوع اسالیب میں بحث فرمائی ہے - یہاں اختصار کے پیش نظر آپ کی تصنیف لطیف ہمعات کے ہمعہ (۱۷) کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے ۔

(۱) طہارت :

ان چار بنیادی اقدار میں سب سے پہلی خصلت طہارت ہے قدرت نے ہر سلیم النفس انسان میں یہ خصلت و دیعت کی ہے اور اس میں فطری طور پر طہارت کیطرف میلان

---

(۱) ہمعات - ص

رکھا ہے چنانچہ اگر ایک آدمی اصل سلامتئ فطرت پر رہے اور باہر سے کوئی چیز اسکے نفس میں خلل انداز نہ ہو تو وہ لامحالہ طہارت کی خصلت کا حامل ہوتا ہے - طہارت سے مراد صرف وضو اور غسل کا ظاہر نہیں بلکہ وضو اور غسل کی روح مراد ہے جس سے انسان میں ایک نورانی انشراحی کیفیت پیدا ہوتی ہے - اور نور طہارت کی وجہ سے ملاء الاعلی سے مشابہت حاصل ہوتی ہے اور اسطرح آدمی حقیقی خوشی اور مسرت کا حصول کرسکتا ہے اور اس نور طہارت کی جھلک اسکے تمام اعمال و افعال میں نمایاں نظرآتی ہے -

(۲) طہارت کے بعد دوسری خصلت بارگاہ خداوندی میں خشوع و خضوع ہے صاحب خشوع و خضوع آدمی کی کیفیت ایسی ہوتی ہے جیسے کہ ایک غلام اپنے آقا کی حضوری میں ہوتا ہے یا ایک دہقان بادشاہ کے روبرو حاضر ہوتا ہے یا جسطرح ایک محتاج سائل ایک فیاض آدمی کے در پر کھڑا ہوتا ہے - اس کیفیت کے پیدا ہونے سے ایک طرف تعلق باللہ میں ترقی ہوتی ہے دوسری طرف اعمال و اخلاق پر بہت اچھا اثر پڑتا ہے - خدا تعالی کی معیت کا تصور آدمی کو ناشائستہ حرکات سے بچنے میں مدد دیتا ہے اور ذکر الہی سے اسے ایسا سکون نصیب ہوتا ہے کہ تمام مادی عیش و عشرت اسکے سامنے ہیچ ہے -

(۳) طہارت اور خشوع وخضوع کے بعد تیسری خصلت سماحت کی ہے اور سماحت کے معنی یہ ہیں کہ انسان اپنے نفس کی سفلی خواہشات مثلاً شہوت، غضب، بخل اور حرص وغیرہ کا غلام نہ ہو اس بنا پر سماحت کے مختلف شعبے ہیں مثلاً شہوت اور کھانے پینے کی خواہشات کا اثر قبول نہ کرنا عفت ہے - تن آسانی اور ترک عمل کی خواہشات

سے مغلوب نہ ہونا اجتہاد ہے - گھبراہٹ اور پریشانی کی خواہش کو روکنا صبر ہے - انتقام کی خواہش سے مغلوب نہ ہونا عفو ہے اور حرص کی خواہش سے بچنا قناعت ہے شریعت نے جو حدود مقرر کی ہیں - ان سے تجاوز کرنے کی خواہشات کو دبا دینے کا نام تقوی ہے الغرض یہ تمام چیزیں سماحت میں داخل ہیں اور ان سب کی اصل صرف ایک ہے اور وہ یہ کہ عقل کے عمومی اور کلی احکام کو نفس کی بہیمی اور خسیس خواہشات پر پورا غلبہ حاصل ہو جائے جس شخص کے اندر سماحت کی کیفیت راسخ ہو جاتی ہے وہ اخلاق رذیلہ سے نکل کر اسطرح پاک صاف ہو جاتا ہے جیسا کہ سونا کٹھالی سے نکل کر کندن بن جاتا ہے - صوفیاء نے اس خصلت کا نام زہد حریت اور ترک دنیا رکھا ہے اور اسی خصلت کی بنیاد پر اغلباً عذاب قبر دور رہتا ہے -

۴) ان چار خصلتوں میں سے آخری خصلت "عدالت" ہے اس کے بہت سے شعبے ہیں ان میں سے ایک شعبہ ادب کا ہے ایک آدمی اپنی حرکات و سکنات پر پوری طرح نظر رکھتا ہے اور اس ضمن میں جو بہترین وضع ہوتی ہے اسے اختیار کرتا ہے - اور جو معاملہ بھی اسے پیش آتا ہے اسمیں مناسب ترین اور معقول ترین راہ اختیار کرتا ہے اس شخص میں جب یہ کیفیت بطور عادت کے پیدا ہو جاتی ہے تو اسے ادب کہتے ہیں انسان کا اپنے کاموں کی دیکھ بھال اور نیز خرچ، خرید و فروخت اور اس طرح کے دوسرے معاملات میں عدالت کو ملحوظ رکھنا کفائیت ہے گھر کو ٹھیک طرح چلانا تہذیب منزل ہے - شہروں اور لشکروں کا اچھی طرح سے انتظام کرنا سیاست مدنی ہے - ساتھیوں میں اچھی طرح زندگی گزارنا ہر شخص کا حق ادا کرنا اور ہر ایک کے ساتھ حالات کے مطابق الفت برتنا - اور اس سے خوشی خوشی ملنا حسن معاشرت ہے الغرض

یہ تمام خصلتیں عدالت کے شعبے ہیں اور ان سب کی اصل ایک اور صرف ایک ہے اور وہ یہ کہ انسان کا نفس ناطقہ خود اپنی فطرت کے تقاضے سے عادلانہ نظام اختیار کرے اور نہ صرف اختیار کرے بلکہ اس نظام کو برسرکار لانے میں کوشاں بھی ہو۔ شارع علیہ علیہ الصلوۃ والسلام نے صفت طہارت کے اکتساب کے لئے وضو غسل اور اسطرح کی اور چیزیں ضروری قرار دیں اور خشوع و خضوع کی خصلت کے حصول کے لئے نمازیں ' دعا ومناجات ' تلاوت قرآن ' ذکر و اذکار ' توبہ واستغفار وغیرہ اعمال مشروع فرمائے ہیں اور اسی طرح سماحت کے حصول کے لئے عفو ' حسنِ خلق اور دیگر اخلاق حسنہ ہیں اور عدالت کی خصلت (جیسے اگرنے کیلئے جوایک کرالسلام علیکم) کہنے کی تلقین اور دیگر آداب و حدود متعین کئے ہیں ۔" (۱)

اولیاء اللہ کے وجود کی ضرورت :

ہر زمانے میں اولیاء اللہ اور مرشدانِ ہدایت کے وجود کو ضروری قرار دیتے ہیں ۔ آپ فرماتے ہیں کہ دینِ محمدی (علی صاحبہا الصلوہ والتسلیم) کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ' ظاہر شرع کا تعلق مصالح ' تعیین اوقات و مقادیر ' تبلیغ اور تحریف کے سدباب وغیرہ سے ہے ۔ جس کیلئے اللہ تعالی ہر زمانے میں مجدد دین فقہاء ' محدثین غزاۃ اور قاریوں کو پیدا فرماتے رہتے ہیں ۔ (۲)

اسی طرح شریعت کے باطن یعنی احسان و اخلاص فی العمل کو بھی ظاہرِ شریعت کیطرح اہمیت حاصل ہے جسکی حفاظت و ترویج اولیاء اللہ کا کام ہے اس ضمن میں شاہ صاحب لکھتے ہیں :

"و فرقہ دیگر ہم بحسب استعداد ازلی : " ایک دوسری جماعت بھی استعداد

(۱) ہمعات ص ۹۱ تا ۹۵ (ملخصاً) (۲) ہمعات ۔ ص ۔ ۱۱

ذکر الہی گشتنو بہ نسبت باطن
دین کہ احسان است - تا این فرقہ
در ہر قرنے مرجع اہل زمان باشنو
وایشان را بہ کیفیت تحصیل
انوار طاعات و وجدان حلاوت در
آنہا ' وتخلق باخلاق فاضلہ
واحوال سنیہ ارشاد کننو -

ازلی کیمطابق عنایت الہی کا مرجع بنتی
ہے جسکا تعلق دین کے باطنی حصہ
یعنی " احسان " کے ساتھ ہے - تا
کہ یہ جماعت ہر دور میں اہل زمانہ کا
مرجع بنے - اور لوگوں کو نیکیوں کے
انوار کے حصول کی کیفیت اور ان سے
حلاوت حاصل کرنے اور اخلاق فاضلہ
واحوال سنیہ سے آراستہ ہونے کا راستہ
دکھائیں -

وبالجملہ درہر قرنے مردے پیدا
میشود از اولیاء اللہ کہ عنایت
حضرت حق سبحانہ و تعالے
بحسب اقامت واشاعت باطن دین
و مخ آن کہ احسان است - در وے
ظہور میفرماید واین کار از دست
دے سرانجام مے دہنو -

" کارِ زلفِ تست مشک افشانی '
اما عاشقان مصلحت را
تہمتے برآہوئے چین بستہ انو " -

مختصر یہ کہ ہر زمانے میں اولیاء اللہ
میں سے ایک شخص ایسا پیدا ہوتا ہے
جسے عنایت الہی دین کے باطنی حصے
اور مغز یعنی احسان و اخلاص کی اقامت
واشاعت کا ذریعہ بناتی ہے اور یہ اہم کام
اس شخص کے ہاتھ سے کروایا جاتا ہے -

شعر :

مشک افشانی تو درحقیقت تیری زلفوں کا
کمال ہے یہ اور بات ہے کہ عاشق لوگ
مصلحت کے تحت اسے چینی ہرن سے
منسوب کرتے ہیں " -

پس چوں ایں معنے در ولیے
از اولیاء اللہ ظاہر شود ،
از آثار ظہورش آں است کہ
رفعتے شان وے درمیان مردم
وصرف قلوبِ ناس بسوئے وے ،
واشاعتِ ذکرِ جمیل وے درناس
بحصول پیوندو - والہام
اشغال مناسبہ بطبائع

پس جب یہ صفات اولیاء اللہ میں سے
کسی ولی میں ظاہر ہو جائیں تو انکے
ظہور کے آثار یہ ہیں کہ لوگوں کے درمیان
اسکی شان بڑھ جاتی ہے - لوگوں کے دل
اسکی جانب مائل ہونے لگتے ہیں اور
عوام میں اسکا ذکر خیر پھیلنے لگتا
ہے - اور ملت مصطفویہ کے وظائف
میں سے اس قوم کے مزاج کیمطابق مناسب
اشغال کا اس شخص کے دل پر الہام
ہونے لگتا ہے -

آں قوم از وظائف ملتِ مصطفویہ
در قلب وے ظاہر گردد - و در
صحبت و کلام وے تاثیرے و
جذبے ودیعت نہند و انواع کرامات
از کشف و اشراف ، و تصرف در
خلق بقوۃ اللہ واستجابتِ دعا
وآنچہ ازیں قبیل است ، صادر شوند
و از اجتماع طالبان بروئے و
جریان وے در مقتضیات ایں مقام
از ترتیب وتعیین اشغال واوراد

اسکی صحبت اور کلام میں تاثیر اور جذب
ودیعت کیا جاتا ہے اور کشف ، اشراف
اللہ کی مدد سے مخلوقات میں تصرف
اور دعا کی قبولیت جیسی کرامات اس
سے ظاہر ہونے لگتی ہیں اور
اسکی کوشش اور مساعی سے مریدوں
کا اجتماع ، اور اس مقام کے تقاضوں
کے مطابق اشغال واوراد کے تعین
وغیرہ سے ایک خانوادہ وجود میں
آ جاتا ہے -

وغیرآن خـانـواده پیرا میشود
و مردمان درآن خانواده سلوک
میکنند و زود بمطلب میرسند و ناصر
وناصح آن خانواده ہمیشه مظفر و
منصور میگردد - و غاش و خاذل آن
ہمیشه مطرود و مخذول میشود -
و در دل عوام وخواص رعب و
ہیبت آن جماعت مے افگنند و
اسبابے واقع میسازند از باب
الہام واحاله که سبب اجتماع مردم
میشود بران خانواده ' تا وقتیکه
آں عنایت متوجه به سوئے شخصے
دیگر گردد وآنجا آشیانه گرفته '
خانواده احداث فرماید - پس
آن گاه خانواده اولی جسدے
مانند بے روح ' وسلوکے گردد بے
جذب - (۱)

لوگ ان خانوادہ کی رہنمائی میں راہ
سلوک پر چلتے ہیں اور جلد مقصد تک
پہنچنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں اس
خانوادہ کا حامی و خیر خواہ ہمیشہ
کامیاب و کامران ہوتا ہے اور انکا دشمن
ہمیشہ ذلیل و خوار ہوتا ہے - عوام و
خواص کے دلوں میں اس جماعت کا رعب
وہیبت ڈال دیا جاتا ہے اور الہام و احالہ
کے ذریعے سے ایسے اسباب مہیا کر دیئے
جاتے ہیں جو لوگوں کے اس خانوادان کے
ہاں اجتماع کا سبب بنتے ہیں یہاں تک
کہ عنایتِ الہی کسی اورشخص کی طرف
متوجہ ہوتی ہے - اور دوسری جگہ آشیانہ
بنا لیتی ہے - اور ایک اور خانوادہ
پیرا ہوجاتا ہے اسوقت پہلا خانوادہ ایک
جسدِ بے روح اور سلوکِ بے جذب کی
شکل اختیار کر لیتا ہے -

---

(۱) ہمعات ص - ۱۲ ' ۱۳

تصوف اور اسکی ارتقائی منازل :

شاہ صاحب اپنے عام طریقۂ تعلیم و تدوین علوم کے مطابق سلوک و تصوف کی تاریخ کے مختلف ادوار کو پیش نظر رکھتے ہوئے اسے چار ادوار میں تقسیم کرتے ہیں - چنانچہ آپ کے نزدیک پہلا دور عہد صحابہ و مابعد کا ہے - دوسرا دور حضرت جنید بغدادیؒ تیسرا دور شیخ ابو سعید ابوالخیر اور چوتھا دور حضرت شیخ اکبر ابن العربی کا ہے - شاہ صاحب ہر دور کی نمایاں خصوصیات پر بحث فرماتے ہوئے لکھتے ہیں :

" این فقیر راآگاهنیده اند که تغیرات کلیه درطریق تصوف چهار اند - الف - درزمان پیغمبر صلی الله علیه وسلم واصحاب تاقرون متعدده غالباً توجه اہل کمال بقصر اولی بظاہر شرع بود و مراتب دیگر مضمحل درآن بودند - پس احسان ایشان آن بود که صلوٰة و صوم و ذکر و تلاوت وحج و صدقه و جهاد کنند - ہیچ کس از ایشان ساعتے سر بجیب تفکر نمے افگند و نسبت حضور رابحیا لها ہے

" اس فقیر کو سکھایا گیا ہے کہ راہ تصوف میں اہم تغیرات چار مراحل میں ہوئے ہیں : (۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور انکے صحابہ کے دور سے لیکر مابعد کے کئی ادوار تک 'اہل کمال کے پیش نظر اولین مقصد ظاہر شریعت کی پابندی تھی اور دیگر مراحل (تصوف) پر بہت کم توجہ تھی -
پس انکا "احسان" یہ تھا کہ وہ صوم وصلاة ذکر و تلاوت اور حج صدقہ اور جہاد سے عہدہ برآں ہوں - ان میں سے کسی نے بھی اپنا سر گریبان تفکر میں نہیں ڈالا اور نسبت حضوری کو بے ملابسۂ اذکار

ملا بسه اذکار و اعمال نصب العین
نمے ساخت تا در تربیت آن فقط
سعی کنر - آرے محققین در نماز
و ذکر حلاوت مناجات می یافتنر -
و در تلاوت متعظ می شرنر - و
زکوۃ از ویرازیت بخل ' یا غیرت
براشتغال بغیر الله مے دادنر وعلی
هذا لقیاس' وہیچ کس از ایشان
صعقه و ووجرد خرق نمی کرد -
و شطح نمی گفت - وازتجلی
واستتار ومثل آں خبر نمیدار -
رغبت ایشان به بهشت بور و
خوف ایشان از نار - وکشف و
خوارق عادات و سکرو غلبات
از ایشان انر کے ظاہر میشر وآنچه
ظاہر شر غالباً بطور اتفاقیات
است - نه مثل امورِ قصریه که
از ملکه خویش صادر شونر - و از
قبیل استحضار است بانچه

و اعمال کے نصب العین نہیں ٹھہرایا
تا که اس (نسبت) کی تربیت کی
جائے - ہاں محققین 'نماز اور ذکر
میں مناجات کی حلاوت پاتے تھے -
تلاوت قرآن سے عبرت حاصل کرتے اور
زکوۃ کی ادائیگی بخل اور اشتغال
بغیر الله سے بچنے کیلئے کرتے تھے
وعلی هذاالقیاس اور انمیں سے کوئی
بھی صَعقه ' وجَد اور خَرَق وغیرہ کو
عمل میں نہیں لاتا تھا - اور نه ہی
ان سے شطحیات کا صدور ہوتا تھا -
اسی طرح تجلی اور استتار جیسی کیفیات
کی خبر نہیں رکھتے تھے - انکو جنت
کی طلب اور آگ کا خوف تھا - امورِ
کشفیه ' خوارق اور سکر و غلبه
جیسی کیفیات ان پر کم ہی طاری
ہوتی تھیں - اور ان امور میں سے
جو کچھ ظہور میں آتا وہ اتفاقی
طور پر ہوتا نه که روحانی ملکه کی

دراصل ایمان بران یقین
آوردہ اند ۰۰۰۰۰۰۰
این بود غالب احوال این
طبقہ الا ماشا ء اللہ -

(ب) در زمان سیدالطائفہ
جنید و قبل ازاں بقلیلے
رنگے دیگر فائض شد - پس
عامہ متوقف ماندند برآنچہ
مذکور شد - و خاصہ بعد از
اجتہادات بلیغہ و ریاضات
شاقہ وانقطاع کلی از دنیا
واشتغال دائمی کیفیاتے دیگر
یافتند - وآن توجہ است
بالاصالہ بہ سوئے نسبت تعلق
قلب باللہ پس بسوئے وے متوجہ
شدند و درتربیت آن افتادند
و مدتہا سر بجیب مراقبہ ماندند
و اقوال تجلی ، واستتار وانس

بنیاد پر قصداً ظاہر ہوتا - انکے استحضار
کی کیفیت وہی تھی جس پر وہ بنیادی ایمان
کے ضمن میں یقین رکھتے تھے ۰۰۰ یہ اس
طبقہ اور دور کے عمومی حالات تھے -
الا ماشاء اللہ -

(ب) دوسرا دور : سید الطائفہ حضرت جنید
اور ان سے کچھ قبل ایک اور رنگ فائض
ہوا - عام لوگ تو اسی حالت پر تھے جسکا
(سطور بالا میں) ذکر کیا گیا - جبکہ
خواص ، سخت کوششوں ، شدید ریاضتوں اور
دنیا سے مکمل طور پر انقطاع اور
(عبادات میں) دائمی مشغولیت کے باعث
دیگر کیفیات سے روشناس ہوئے - اور یہ
(دائمی شغل) اللہ کے ساتھ قلب کے تعلق
کی نسبت کیطرف متوجہ ہونا تھا ، پس
وہ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور اسکی
تربیت میں مشغول ہوئے وہ مدتوں سر کو
گریبان میں ڈال کر مراقبہ میں مشغول ہوئے
یہاں تک کہ تجلی واستتار اور انس ووحشت

و وحشت روشن تر ظهور کرد -
وازآن احوال به نکات واشارات
تعبیر کردند و صادق ترین این
طبقه آن بود که تعبیر نه کندالا
از حال موجود در خود و به
سماع راغب شدند - وصعقه
و خرق ورقص درایشان پیدا شد -
و کلام بر خواطر وفراسات
ازایشان پدید آمد - از خلق
می بریدند و به جبال و بیابانی
میگریختند - و از ماکولات
به گیاه و اوراق اشجار
اکتفا می نمودند و از ملبوسات
بمرقع - مکائد نفس و شیطان
وغوائل دنیا می شناختند وبانفس
مجاهده می کردند - واخلاص
ایشان آن بود که خدارا
عبادت کنند به بخوف نار و طمع

کے احوال روشن تر حالت میں ظاہر
ہوئے اور انہوں نے ان احوال کو نکات
و اشارات سے تعبیر کیا اور اس طبقہ کے
صادق ترین اشخاص وہ تھے جنھوں نے اپنے
اندرون کے حال کے سوا اور کوئی تعبیر
نہ کی اور سماع کی طرف راغب ہوئے اور
ان پر صعقہ خرق اور رقص کی کیفیات طاری
ہوئیں اور خواطر و فراسات سے متعلق کلام
ان سے صادر ہوئے وہ لوگوں سے جدا ہوئے
اور پہاڑوں اور بیابانوں کیطرف نکل گئے اور
انہوں نے خوراک کی بجائے گھاس اور درختوں
کے پتوں پر اکتفا کیا - اور کپڑوں کی بجائے
چیتھڑوں پر گزارہ کیا -
نفس و شیطان اور دنیا کے مکائد
کو انہوں نے جان لیا اور نفس
کے ساتھ مجاہدہ کیا - ان کے اخلاص
کی یہ حالت تھی کہ انہوں نے دوزخ کے
ڈر یا جنت کی خواہش کی بجائے فقط
خدا کی محبت کی خاطر اس کی

جنت بلکه به محبت او -
و دریں زمانه توجه بوجه خاص
که عبارت از جمع نفس است
به سوئے حقیقة الحقائق تا
صبغة الله آں را در گیرد و قدم
بر حروث غالب آید ۔ خالص نبود
این بآن مخلوط مے شد و ہیچ
کس از ایشان نبود که وے
را آن جارا ہے تعین نماید -
انوار طاعات غالب مے بودند
واین معنی کالبرق الخاطف
مے نماید -

شعر "شب خیال طرهٔ شوخے بدل
پیچید و رفت ✤ ساعتے ہم چوں
شب قدر از بزم جوشید و رفت "

(ج) در زمان سلطان الطریقة
شیخ ابو سعید بن ابی الخیر
و شیخ ابوالحسن خرقانی
صورتے دیگر فائض شد - پس

عبادت کی -
اس زمانے میں توجه بوجه خاص جو که نفس
کے حقیقة الحقائق کی جانب جمع خاطر
سے عبارت ہے تا که اس میں صبغت الله
جڑ پکڑلے اور قدم حدوث پر غالب آ جائے
خالص شکل میں موجود نه تھی به دونوں چیزیں
آپس میں مخلوط تھیں اور ایسا کوئی شخص
نه تھا جس نے اس بات کو اسطرح نصب العین
بنایا ہو که اسی کے ساتھ چمٹ کر رہ جائے
اور اسکی جانب اشاره کرے اور وہاں راسته
متعین کرے - اس دور میں نیکیوں کے انوار
غالب تھے - البته یه حالات بجلی کی کوند
جیسے ہوئے تھے -

(شعر)

(ج) تیسرا دور : سلطان طریقت شیخ
ابو سعید بن ابوالخیر اور شیخ ابو الحسن
خرقانی کے دور میں ایک اور صورت
فائض ہوئی - پس عام لوگ تو اعمال پر متوقف

عامه متوقف ماندند برا عمال و
خاصه براحوال وخاص الخاصه
را جزبے دریافت که به سبب
آن مہتری شدند به توجه بوجه
خاص و خرق حجب وجود
تاذاتے که قیوم اشیا است و
اضمحلال درآں و انصباغ به
آن - پس به اوراد و وظائف
چندان مشغول نه شدند - وبه
مجاہدات و ریاضات شاقه و
معرفت مکائد نفس و دنیا چندان
اعتنا نه کردند - اعتنا و کلی ایشاں
به تکمیل این توجه بود - وآن
ہمه نسبت ہارا حجب نورانیه
مے گفتند - و دریں زمانه توحید
شہودی و توحید وجودی متمیز
نبود - بلکه غرض اصلی ایشان
تحصیل کیفیت اضمحلال نفس
بوده است - نه تحقیق حقائق

تھے اور خاص لوگ احوال پر متوجه تھے
جبکه خاص الخاص لوگوں کو ایک جزب نے
آ لیا جسکے سبب سے وہ "توجه بوجه
خاص" کیطرف متوجه ہوئے اور وجود کے پردے
قیوم اشیاء کی ذات تک چاک ہوگئے
اور اسی میں اضمحلال اور اسی
رنگ میں رنگ جانے کی کیفیت پیدا ہوئی
پس وہ اوراد و وظائف اور مجاہدات و
ریاضات شاقه میں بالکل مشغول نه ہوئے
اور نفس و دنیا کے مکائد کی معرفت
پر کچھ توجه نه دی - ان کی پوری
کوشش اس توجه کی تکمیل پر مرکوز تھی
اور انہوں نے تمام نسبتوں کو نورانی
پردے قرار دیا اور اس زمانے میں توحید
وجودی و شہودی میں تمیز نه
تھی بلکه انکی اصل غرض نفس
کے اضمحلال کی کیفیت کا حصول
تھا نه که تحقیق حقائق نفس
الامریۃ علی ماهی علیه .

نفس الامریہ علی ماہی علیہ -

(د) بعد ازاں در زمان شیخ اکبر محی الدین بن عربی و قبل وے بہ قلیلے متسع شد ذہن ایشان و از کیفیات و جدانیہ نفسانیہ در گزشتہ بر تحقیق حقائق نفس الامریہ علی ماہی علیہ کمر بستند و تنزلات واجب را دریافتند و شناختند کہ صادر اول کیست ؟ وطریق صدور چیست ؟ وعلی ہذا القیاس-(۱)

(د) چوتھا دور: اسکے بعد شیخ اکبر محی الدین بن عربی اور اُن سے کچھ قبل ان لوگوں کے ذہن کچھ اور وسیع ہوئے اور انہوں نے کیفیات نفسانیہ وجدانیہ کو چھوڑ کر حقائق نفس الامریہ کی تحقیق پر کمر باندھی اور تنزلات واجبہ کو دریافت اور شناخت کیا - کہ صادر اول کون ہے اور تخلیق کا طریقہ کیا ہے - وعلی ہذا القیاس- "

شاہ صاحب کی بیان کردہ یہ مختصر اور جامع تاریخِ تصوف اس راہ میں پیدا ہونے والے بے شمار شبہات کو رفع کر دیتی ہے اور صوفیاء کرام کے مسالک کے ظاہری اختلافات کی حقیقت کو واضح کر دیتی ہے اور واقعی یہ آپ کا ایک بہت بڑا کارنامہ ہے - شاہ صاحب نے علم تصوف کی اصلاح و ترویج کے سلسلے میں جو گرانقدر خدمات انجام دی ہیں انکو مختصر طور پر کچھ یوں بیان کیا جا سکتا ہے :-

(۱) تصوف کے نام پر رائج تمام گمراہیوں کی برملا مذمت کر کے انکی قلعی کھولدی

(۲) شریعت اور طریقت کے درمیان رائج شدہ بعد کو دور کر کے اس بات کو واضح فرمایا کہ یہ ایک ہی حقیقت یعنی اطاعتِ الہی کے مختلف درجات ہیں -

---

(۱) ہمعات ص - ۱٦ تا ۱۹

(۳) تصوف کے تمام سلاسل کے احترام کا درس دیا اور تمام خدا پرست صوفیاء کو طریق کار کے اختلاف کے باوجود قابل احترام قرار دیا - اور بتایا کہ ہر ایک کے مسلک کو اسکے ذوق اور حالات کے تناظر میں پرکھنا چاہیے تا کہ غلط فہمیاں پیدا نہ ہوں -

(۴) تصوف کے دو بڑے مکاتبِ فکر یعنی وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے قائلین کے درمیان موجود نزاع کو لفظی بعد قرار دیکر انہیں قریب تر لانے کی کوشش فرمائی اور ایک حکم و ثالث کی حیثیت سے ان میں تطبیق پیدا کی -

(۵) تصوف کے ارتقائی مراحل پر بصیرت افروز روشنی ڈالتے ہوئے انہیں ایک ہی سلسلے کی کڑیاں ثابت کیا - اور انکے آپس میں نظر آنے والے ظاہری بعد کی توجیہ و تفسیر فرمائی -

(٦) تصوف کے اعلی ترین مباحث کو موضوع بحث بنایا عوام کو ان مباحث میں پڑنے سے سختی سے روکا مگر دوسری جانب علماء وصوفیاء کو اعلی ترین منازل کی نشاندہی فرمائی -

اس لحاظ سے شاہ صاحب کے کام کو تصوف کے میدان بھی تجدید و اجتہاد کا درجہ حاصل ہے جس نے آنے والی نسلوں کو بھرپور انداز میں متاثر کیا -

فصل : **شاہ ولی اللہ کا فلسفہ**

علوم عالیہ کو عام طور پر تین شعبوں میں تقسیم کیا جاتا ہے - منقولات معقولات اور مکشوفات -

منقولات میں وہ علوم شامل ہیں جو نقل و روایت سے ہم تک پہنچے ہیں ان میں علوم شرائع و ادیان اور علوم تاریخ و آثار شامل ہیں -

معقولات سے وہ علوم مراد ہیں جنکا تعلق عقل و ذہن سے ہو - جبکہ مکشوفات کا تعلق وجدانی کیفیات سے ہے جو بونی ریاضتوں اور روحانیت میں حصول کمال کے بعد وارد ہوتی ہیں - ان تمام علوم میں وافی ملک رکھنے والوں کو کاملین اور محققین کہا جاتا ہے -

شاہ ولی اللہ نے قرآن و سنت کی کلیات کو سامنے رکھ کر ایک ایسا فلسفہ ترتیب دیا ہے جو نقل عقل اور کشف تینوں کا جامع ہے اور یہی جامعیت و عمومیت شاہ صاحب کے فلسفے کا خصوصی امتیاز ہیں -

شاہ صاحب عقائد حقہ اور علم الکلام کو انہی تینوں قسم کے دلائل سے مبرہن کرتے ہیں - آپ نے نقل صحیح (کتاب و سنت) کو اصل الاصول قرار دیکر عقل مستقیم اور کشف صحیح سے اسکی تشریح و تائید کا کام اسطرح لیا ہے کہ تمام باتیں اپنی اپنی جگہ ٹھیک ٹھیک بیٹھ جاتی ہیں -

عام اہل علم شاہ صاحب کے فلسفہ کو سمجھنے میں اسلئے دقت محسوس کرتے ہیں کہ آپ عقلی و نقلی دلائل کے ساتھ اپنے کشف و مشاہدہ کو بھی وسیع پیمانے پر استعمال کرتے ہیں چنانچہ جو لوگ کشف سے مناسبت نہیں رکھتے وہ

آپ کے فلسفہ سے پوری طرح مستفیر نہیں ہو سکتے -

شاہ صاحب کے فلسفیانہ نظام تفکر کا تعارف کرتے ہوئے مولانا سیر محمومتین ہاشمی لکھتے ہیں :

" حضرت شاہ صاحب کے فلسفیانہ نظریات کسی ایک کتاب میں مروّن نہیں ہیں بلکہ آپ کی مختلف تصنیفات مثلاً حجۃ اللہ البالغہ ' سطعات ' لمعات ' اور الطاف القرس وغیرہ میں بکھرے پڑے ہیں -

ہم ذیل میں مزکورہ بالا کتابوں سے اخز کردہ نظریات بالاختصار پیش کر رہے ہیں -

فلسفہ میں سب سے اہم اور پیچیرہ مسئلہ " وجور " کا مسئلہ ہے - جب ہم موجورات کے اس لامتناہی سلسلے پر نظر کرتے ہیں تو ہمیں دو حیثیتیں خاص طور پر محسوس ہوتی ہیں (۱) اشتراک (۲) امتیاز

یعنی باوجور اسکے کہ اشیاء بعض صفات کے اعتبار سے اشتراک رکھتی ہیں ' ایک دوسرے سے امتیاز بھی رکھتی ہیں - مثلاً انسانیت میں سارے انسان شریک ہیں لیکن اپنے خرو خال اور قر و قامت نیز طبائع کے اعتبار سے ایک دوسرے سے ممتاز بھی ہیں - یہی حال تمام موجورات کا ہے کہ وصف وجور سب میں مشترک ہے لیکن سب ایک دوسرے سے ممتاز ہیں - معلوم ہوا کہ اس کائنات کی اصل وجور ہے - بعض صوفیہ (ابن عربیؒ وغیرہ) نے یہ نتیجہ نکالا کہ خرا خور موجورات سے عبارت ہے - ایک دوسری گروہ نے موجورات کو عکوس قرار دیا (یہ حضرت مجررؒ کا گروہ ہے) - شاہ صاحب نے اس کاحل " نفس کلیہ " کے نظریہ کے ذریعہ نکالا - شاہ صاحب کے نزریک نفس کلیہ

جوہر اور عرض دونوں پر مشتمل ہے - کیونکہ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ حقیقت فی نفسہ ایک ہی ہے - جب وہ اپنے وجود کے اصلی لباس میں ظاہر ہوتی ہے تو اسکا نام جوہر ہوتا ہے اور جب وہ دوسرے وجود کے لباس میں جلوہ گر ہوتی ہے تو ہم اسے عرض کہتے ہیں - شاہ صاحب کے نزدیک نفس کلیہ کا صدور ذات حق سے بطریق ابداع ہوا ہے - یعنی کسی ایسی چیز کو عدم سے وجود میں لانا جسکا مادہ پہلے سے موجود نہیں تھا - اب رہا یہ سوال کہ مبدِع اور مبدَع کے درمیان کونسی نسبت ہے - شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اسکی کیفیت معلوم نہیں ہے اور نہ عقل اسکا ادراک ہی کر سکتی ہے - حضرت شاہ صاحبؒ ساری کائنات کو "شخص اکبر" کا نام دیتے ہیں اور اسکے اندر جو روح دوڑ رہی ہے انکے نزدیک نفس کلیہ ہے -

شخص اکبر ایک عظیم ترین خیالی قوت کا مالک ہے - اسکے علاوہ اس میں ایک قوت ارادی بھی ہے - شخص اکبر کی قوت ارادی کا مرکز (قلب) نفس کلیہ کا عرش ہے - اس عرش پر تجلی اعظم کا عکس پڑتا ہے - عرش چونکہ ساری کائنات کو محیط ہے اسلئے تجلی اعظم کا تعلق بواسطہ عرش تمام مخلوقات سے رہتا ہے - عرش کے نیچے انسانیت کا ایک مجموعہ موجود ہے جسے امام نوع انسانی یا "انسان اکبر" کہا جاتا ہے - نوع انسانی کا امام نوع سے تعلق ناگزیر ہے - اسی طرح عرش کے نیچے ہر نوع کا امام موجود ہے جس سے اس نوع کے افراد کا تعلق ہوتا ہے - فرشتوں کی مرکزی جماعت کی سب سے بڑی قوت بھی یہیں موجود ہے - وہ جگہ جو فرشتوں کی قوت کا مسکن ہے اسے "حظیرہ القدس" کہتے ہیں - شاہ ولی اللہ کے فلسفہ میں "حظیرۃ القدس" کو بنیادی اور مرکزی حیثیت حاصل ہے یہ وہ روحانی دنیا ہے جہاں ملائکہ مقربین

اور کاملین کی ارواح کا اجتماع ہوتا ہے - اسی کو "الرفیق الاعلیٰ" اور الندی الا علی بھی کہتے ہیں - اس کائنات میں اعمال خیر کے تمام اہم امور اسی جگہ طے پاتے ہیں اسی سے نورانیت وجود پذیر ہو کر کائنات میں اعمال خیر کے لیے راہ ہموار کرتی ہے حظیرۃ القدس کے باسیوں کا قبلہ و کعبہ " تجلی اعظم " ہے انسان کی ترقی کی معراج یہ ہے کہ وہ اس حظیرۃ القدس کا رکن بن جائے -" (۱)

اس اجمالی بیان سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ فلسفہ ولی اللہی میں حیات انسانی کو مسلسل اور مربوط شکل میں تسلیم کیا گیا ہے وہ حیات دنیوی کو ایک اکائی مانتے ہیں - اور زندگی کا تسلسل انکے فلسفہ میں غیر مختتم ہے - انسان صرف ایک منزل سے دوسری منزل کیطرف ترقی یا تنزل کی شکل میں منتقل ہوتا چلا جاتا ہے - چنانچہ حیات دنیوی (مادی زندگی) پھر عالم برزخ اور اسکے بعد عالمِ آخرت کی زندگی ایک ہی زنجیر کی مختلف کڑیاں ہیں - شاہ صاحب کے فلسفہ میں انسان کو جو بلندی فکر ملتی ہے وہ کسی دوسرے فلسفے میں نہیں پائی جاتی -

موجودہ زمانے میں شاہ صاحب کے فلسفہ کے مطالعہ کی اہمیت بیان کرتے ہوئے مولانا عبدالحمید سواتی (۲) لکھتے ہیں :

" شاہ ولی اللہ کا فلسفہ مغربی علوم کے نقطہ نظر سے بھی بڑا اہم ہے کیونکہ مغربی علوم و فنون نے جہاں انسانی سوسائٹی میں مادی ترقی اور دنیوی خوشحالی کے سامان فراوانی سے پیدا کر دیئے ہیں وہاں اقلیمِ جان میں خاک بھی

---

(۱) سطعات - شاہ ولی اللہ دہلوی - مترجمہ سید محمد متین ہاشمی - مقدمہ ص ۲۹ - ۲۸ مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۷۶ء

(۲) مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے مدرس جنہوں نے شاہ صاحب کی کئی تصانیف کے ترجمہ، تحقیق اور تحشیہ کی خدمات انجام دی ہیں -

اڑا دی ہے اور انسان کی روحانی ترقی کو بالکل ہی ختم کر دیا ہے - مغربیت نے الحاد اور بے دینی کا ایک سیل رواں جاری کر دیا ہے - اس سیلاب کو روکنے کے لئے اگر فی الواقع کوئی فلسفہ تریاق کا کام دے سکتا ہے تو وہ فلسفہ ولی اللہی ہے - یہ فلسفہ اتنا جاندار اور حقیقت کے قریب ہے کہ مغربی فلسفہ اسکا مقابلہ نہیں کر سکتا - شاہ صاحب کا فلسفہ (حکمت ولی اللہی) انسان کو ایمان، یقین، حقیقت کا مشاہدہ اور روحانی ترقی اور مادی دنیا میں بھی سکون دیتا ہے - برخلاف اسکے کہ مغربی فلسفہ انسان میں شکوک و شبہات کا ایک غیرمتناہی سلسلہ پیدا کر دیتا ہے - جسکی وجہ ظاہر ہے کہ مغربی فلسفہ انسانی افکار و آرا سے ماخوذ ہے - خواہ اسکی قدامت کا رشتہ یونان کے فلاسفہ سے ملتا ہو یا ہندی و ایرانی حکیموں سے بہرحال انسانی افکار و آراء میں تضاد و اختلاف کا ہونا ایک بدیہی امر ہے - بالخصوص ایسے انسان جو کسی الہامی کتاب پر یقین ہی نہیں رکھتے - یا کوئی الہامی کتاب انکے پاس موجود ہی نہ ہو اور نہ وہ اس سے روشناس ہوں کیونکہ وہ علم کے ایک قطعی اور یقینی ذریعہ سے خالی ہوں گے - حضرت شاہ ولی اللہ کے فلسفہ کا ایک یہ بھی کمال ہے کہ وہ حکماء و عقلاء جن کے باتیں حقیقت سے قریب ہوں، انکو انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی تعلیمات سے ہم آہنگ کر دیتے ہیں - (۱)

عصر حاضر کے مشہور محقق اور عالم مولانا ڈاکٹر عبدالواحد ہالے پوتا لکھتے ہیں :

" امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد شاہ ولی اللہ ایک

---

(۱) ماہنامہ الرحیم جولائی ۱۹۶۳ء ص - ۵۶ - حیدرآباد سندھ

ایسے مجدد پیدا ہوئے جو دور جدید اور جدید فلسفہ کے بانی ہیں اور وہ دور جدید کے فاتح اور بنیاد رکھنے والی شخصیت ہیں - جن کے فلسفہ کے اثرات اٹھارویں صدی میں انکے بعد کے دور کے مغربی خواہ مشرقی یا مغربی حکماء اور فیلسوفوں میں ملتے ہیں - آپ کا فلسفہ جامع اور بین المللی ہے جسکو دنیا کی ہر قوم سے ذہنِ سلیم رکھنے والی ہستیاں تسلیم کرنے سے انکار نہیں کر سکتیں - یہی سبب ہے کہ استاذی مولانا عبیداللہ سندھی علیہ الرحمۃ یہ دعوی کرتے تھے کہ شاہ ولی اللہ کے الہی فلسفہ کی بنیاد پرُ اسلامی تعلیم کو کسی بھی دنیا کے فرد کو خواہ وہ ہندو ہو یا کوئی دوسرا اسکو اسلام کے اصلی اصول آسانی سے سمجھائے جا سکتے ہیں -

شاہ ولی اللہ کا فلسفہ اسلامی دینی فلسفہ ہے جسکی بنیاد قرآنی تعلیمات کے اصول پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ اور خلفائے راشدین کے طرز عمل پر مبنی ہے......

.........آپ کے فلسفہ کا اصلی مصدر اور مرجع قرآن حکیم اور حدیث مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے جسطرح حجۃ اللہ البالغہ جلد اول کے فلسفہ اور حکمت کے مباحث کی بنیاد قرآن کریم اور احادیث نبوی پر ہے - یہ حقیقت ہے کہ شاہ ولی اللہ کے فلسفہ کے چند مزید پہلو ایسے ہیں جنکے لئے ایک مستقل ادارے کی ضرورت ہے جسمیں استعداد والے اعلی پایہ کے مصنف شاہ ولی اللہ کے فلسفہ کے جدا جدا پہلوؤں پر تصنیفات لکھ کر اجاگر کر سکیں -

شاہ ولی اللہ ایک جامع شخصیت ہیں انکے فلسفہ کے مختلف پہلو پر اچھی طرح بحث کے بعد وضاحت سے کتب لکھوانے کے لئے ایک جامع ادارہ کی

ضرورت ہے -

شاہ ولی اللہ نہ صرف اپنے زمانے سے لیکر ہمارے زمانہ تک فلسفہ جدید کے بانی ہیں بلکہ مستقبل کے لئے بھی حکیم ہیں - کیونکہ آپ کے فلسفہ میں کئی نکتے ہیں جو وقت بوقت زمانہ گزرنے سے مزید واضح ہوتے جاتے ہیں اور کئی نکتے ہیں جو موجودہ دور گزرنے کے بعد بصیرت رکھنے والے علماء کے ذہن پر واضح اور منکشف ہوتے جائینگے -" (۱)

---

(۱) مقدمہ - شاہ ولی اللہ کا فلسفہ ص - ٦ - ۵ -بتصرف-از ڈاکٹر عبدالواحد ھالے پوتا -

فصل : نظریہ پاکستان اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ

جب ہم برصغیر ہند میں مسلمانوں کی آمد سے لیکر قیام پاکستان تک کے عرصے کی نظریاتی تاریخ پر عمیق نظر ڈالتے ہیں تو اس میں ہمیں دو عناصر خاص طور پر کارفرما نظر آتے ہیں :

۱) مسلمانوں کا اپنے ملی تشخص کا تحفظ'

۲) مثالی اسلامی ریاست کے قیام کی شدید خواہش

بیسویں صدی عیسوی کے وسط میں انہی دو بنیادی عوامل نے عام مسلمانوں کی زبانوں پر اس نعرے کی شکل اختیار کی کہ :

" پاکستان کا مطلب کیا ؟ لا الہ الا اللہ -

۱) ملی تشخص کا تحفظ :

عام طور پر ہندوستان کے صوفیائے کرام کے بارے میں یہ تاثر پھیلایا گیا کہ انہوں نے اپنی وسیع المشربی اور روا داری کے تحت اسلام اور دیگر مذاہب ہند کے درمیان اتحاد کی کوشش کی اور مسلمانوں کے امتیازی خصائص و شعائر کے قیام پر زیادہ زور نہیں دیا - تاہم تاریخی لحاظ سے یہ تاثر انتہائی ناقص اور گمراہ کن ہے - حضرت مجددؒ الف ثانی' شاہ ولی اللہؒ اور بہت سے دیگر اکابر جو اپنے اپنے عہد میں علماء اور صوفیاء کے سرخیل رہے ہیں - اپنی اسلامی رواداری کے باوجود اسلام اور مسلمانوں کے غلبہ و بالادستی کیلئے ہمہ تن مصروف رہے ہیں - اس حقیقت کی وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر وحید قریشی لکھتے ہیں " :

" مسلمانوں کی سماجی زندگی میں ہم صوفیاء کے طریق بود و باش

اور صلحِ کل ' کی پالیسی کو ایک عام گھسے پٹے زاویے سے دیکھنے کے عادی ہیں مذہب اور شریعت کی آویزش کے حوالے سے عموماً یہ تاثر لیا جاتا ہے کہ مذہبِ اسلام تنگ نظری اور صوفیانہ فکر وسیع القلبی کی علامت ہیں ' ہنٗر میں تصوف جس راستے سے وارد ہوا وہ راستہ شریعت پر شدید اصرار کی منزل سے ہو کر گزرتا ہے - ہند میں ابتدائی صوفیاے کرام شریعت کی پابندی کو لازمہ تصوف گردانتے تھے اور آج بعض علاقوں میں مسلمانوں کی جو اکثریت ہے وہ انہی بزرگان دین اور حامیان تصوف کی مساعی جمیلہ کا ثمر ہے - یہ درست ہے کہ تصوف کی تحریک میں بعض مقامی عناصر بھی آگے چل کر داخل ہوئے اور ویدانت کی تعلیمات نے صوفیاء کو متاثر کیا - فلسفیانہ افکار پر ان مقامی اثرات کا عمل دخل ضرور ہوا ہے اور اس نظام فکر کے بعد بعض اجزا اس سے بہت متاثر بھی ہوئے لیکن ہندوستان میں مسلمانوں کی فکری تاریخ کا بھر بھر جائزہ لیا جائے تو پورے نظام میں ان عناصر کی حیثیت مرکزی نہیں ضمنی اور ذیلی رہتی ہے اور صوفیاء میں بھی صرف ایک محدود طبقہ (اور وہ بھی اکبری دور کی سیاسی و سماجی تحریکات کے زیر اثر) جملہ ادیان کی وحدت اور قرآن کی حقانیت کو مساوی طور پر تقسیم کرتا دکھائی دیتا ہے - یہ عمل اس محدود پیمانے پر سیاسی سطح پر بھی، میثاق لکھنوء کے بعد ہوا - اسی کے بارے میں علامہ اقبال نے طنزیہ پیرائے میں کہا تھا کہ "

" یہ آیہ نوجیل سے نازل ہوئی مجھ پر "
گیتا میں ہے قرآن تو قرآن میں گیتا -

مشترک تہذیبی اور مذہبی اساس کی تلاش و جستجو کا یہ رویہ ہماری

جدوجہد آزادی کے ماہ و سال میں ایک نہایت محدود اور مختصر مدت کے لئے ابھرا اور اسے عمومی طور پر قبولنے میں پس و پیش کرنے والوں کی تعداد ہر دور میں زیادہ رہی ہے - مذہبی افکار کے حوالے سے سماجی سطح پر یہ رجحان ہمیشہ قوی رہا ہے کہ مسلمان اپنی تہذیبی روایات کے لحاظ سے برصغیر کی دوسری اقوام سے مختلف ہیں اور ان میں اور ہندوؤں میں کوئی نسبت قریبہ نہیں - (۱)

اسلامیان ہند کی زندگی کے پہلے عنصر یعنی "ملی تشخص کی حفاظت" کی شاہ ولی اللہ نزدیک کیا اہمیت تھی اسکا اندازہ آپ کے مشہور وصیت نامہ کے ان پرتاثیر الفاظ سے لگایا جا سکتا ہے - فرماتے ہیں !:

" مردم غریبیم کہ در دیار ھندوستان آبائے ما بغربت افتادہ اند و عربیت نسب و عربیت لسان ہر دو فخر ما است کہ مارا بسید اولین و آخرین وافضل انبیاء و مرسلین و فخر موجودات علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات نزدیک می گرداننو شکر ایں نعمت عظمیٰ آں است کہ بقدر امکان عادات ورسوم عرب اول کہ منشاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

" ہم مسافر لوگ ہیں اسلئے کہ ہمارے بزرگ ہندوستان میں مسافروں کی حیثیت سے آئے - عربی نسب اور عربی زبان دونوں پر ہمیں فخر ہے - کیونکہ یہ دونوں چیزیں ہمیں سید اولین و آخرین افضل انبیاء و مرسلین فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب تر کرتی ہیں - اور اس نعمت عظمی کا شکریہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے عرب اول کی عادات و رسوم کو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا منشاء ہیں

---

(۱) پاکستان کی نظریاتی تاریخ - ڈاکٹر وحید قریشی - ص ۲۰ - ۲۱ - مطبوعہ ایجوکیشن ایمپوریم لاہور

از دست مذہب و رسوم عجم و عادات ہنود را درمیاں خود نگزاریم ۰۰۰۰ ومارا لا بد است کہ بحرمین محترمین رویم و روئے خود را براں آستانہائے مالیم سعادت ما ایں است و شقاوت ما در اعراض ازیں "۔ (۱)

ہاتھ سے جانے نہ دیں اور عجمی رسومات اور ہندووں کی عادات کو اپنے معاشرہ میں رہنے نہ دیں ۰۰۰ ہمارے لئے لازمی ہے کہ حرمین شریفین میں پہنچیں اور اپنے چہرے ان آستانوں سے ملیں یہی ہماری خوش بختی ہے اور اس سے روگردانی ہماری بدقسمتی ہوگی ۔"

۲) مثالی اسلامی ریاست کا قیام :

منہاج نبوت اور خلافت راشدہ کی طرز پر ایک اسلامی ریاست کا قیام شروع ہی سے مسلمانان ہند کی دلی آرزو رہی ہے - تاہم مغلیہ سلطنت کے زوال کے نتیجے میں پیدا ہونے والے فکری اضطراب کے زمانے میں یہ شاہ صاحبؒ ہی تھے جنہوں نے مسلمانوں کے سامنے ایک مثالی اسلامی ریاست کے قیام کی ضرورت کو اجاگر کیا - اور پھر سے انکے اندر عزم و ہمت اور حرکت و جدوجہد کی لہر دوڑا دی - انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ پیغمبرؐ کا کام صرف عقائد کی اصلاح اور حیات اخروی میں فلاح تک محدود نہیں بلکہ دنیا میں ایک صالح معاشرہ کا قیام بھی، انبیائے کرامؑ کے مشن کا ایک لازمی حصہ ہوتا ہے - شاہ صاحب نے اپنی گراں قدر تصانیف حجۃ اللہ البالغہ اور البدور البازغہؔ میں خاص طور پر اس امر کی نشاندہی

(۱) وصیت ہفتم - وصیت نامہ (فارسی) ص - ۵۲ - ۵۰

فرمائی - اور مسلمانوں کو مجاہدانہ ومجتہدانہ طرزِ عمل اختیار کرنے کا راستہ دکھایا (تفصیل اسی مقالے میں " انبیائے کرام اور معاشی اصلاح " کے عنوان کے تحت دیکھی جا سکتی ہے) اور یہی فکر بعد میں " تحریک مجاہدین " اور تحریک آزادی ہند " کے رہنماؤں کیلئے مشعل راہ ثابت ہوئی - عصر حاضر کی مشہور مستشرق ڈاکٹر این میری شمل شاہ ولی اللہ کے افکار کو علامہ اقبال کے نظریہ پاکستان کا منبع قرار دیتے ہوئے لکھتی ہیں :

"Shah Walliullah too claims that the truth and sincerity of a prophet's claim can be examined by looking at the political and social results of his preaching for....

"God gave Him intelligence by which He could find the proper means to institute a healthy society.(means) such as good breeding domestic economy,social intercourse, civic economy, and the management of the community."

It is interesting to notice that more than 150 years later Muhammad Iqbal, the great modernist interpreter of Islam, expressed a similar opinion, only with the difference that instead of complicated Persian phrases he uses philosophical English:

Another way of judging the value of a prophet's religious experience, therefore, would be to examine the type of manhood he has created, and the cultural world that has sprung out of the spirit of his message. (1)

---

(1) Dr.Anne Marrie Schimmel - And Muhammad is His Messenger - Page: 220 London - 1985.

(ترجمہ) " شاہ ولی اللہ یہ دعوی کرتے ہیں کہ ایک نبی کے دعوی نبوت کی صداقت کو اسکی تبلیغ کے نتیجے میں ظہور میں آنے والے سیاسی اور معاشرتی نتائج سے بھی جانچا جا سکتا ہے -

اللہ تعالی نے اسے (حضور صلعم) کو ایسی ذہنی استعداد سے نوازا جسکے ذریعے آپ نے ان صحیح طریقوں کو آشکارا کیا جو ایک صحتمند معاشرہ کو وجود میں لا سکیں یعنی ایک ایسا پھلتا پھولتا معاشرہ جو گھریلو معاشیات ' معاشرتی تعاون ' شہری معاشیات اور سوسائٹی کے بہتر انتظام پر مبنی ہو - "

یہ بات بہت دلچسپ ہے کہ (شاہ صاحب کے) ڈیڑھ سو برس بعد ڈاکٹر محمد اقبالؒ جو اسلام کے بہت بڑے جدید شارح ہیں 'یہی نظریہ پیش کیا صرف اتنے فرق کے ساتھ کہ اس نے پیچیدہ فارسی اسالیب کی بجائے فلسفیانہ انگریزی زبان میں اسکا اظہار کیا کہ :

" ایک پیغمبر کے مذہبی پروگرام کی قدر و قیمت کو جانچنے کا ایک اور طریقہ یہ ہے کہ اسکے قائم کردہ انسانی معاشرہ اور اسکے پیغام کی روح سے پھوٹنے والی تہذیب کو پیش نظر رکھا جائے - "

اس سے معلوم ہوتا ہے' جیسا کہ ایک اور مقام پر اقبال نے صحیح طور پر کہا ہے کہ اسلام کی جدید ترجمانی درحقیقت شاہ ولی اللہ کے عہد سے شروع ہوتی ہے - جسمیں علماء نے پیغمبر اسلام کے معجزات کے مقابلے میں آپ کے کردار کے اس حصے کو اجاگر کرنے میں بہترین نمونہ کی حیثیت رکھتا ہے - "

حقیقت یہ ہے کہ نظریہ پاکستان کی تشکیل اور قیام پاکستان کی تحریک کے سلسلے میں جن بزرگوں اور رہنماؤں نے حصہ لیا ہے - رائے اور طریق کار کے اختلاف کے باوجود ان سب کے پیش نظر یہی دو مقاصد (ملی تشخص کا تحفظ اور مثالی اسلامی ریاست کا قیام) رہے ہیں جنکی نشاندہی علماء و صوفیاء ہند نے عام طور پر اور حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے خاص طور پر فرمائی تھی - اور پھر آپکے مسترشدین اور اولاد و احفاد نے اپنی جانیں ہتھیلی پر رکھ کر اس فکر کو مقبول عام بنایا -

فصل : شاہ صاحب کا اسلوب نگارش

شاہ ولی اللہ کو عربی اور فارسی زبانوں پر غیر معمولی قدرت حاصل تھی - آپ نے مختلف علوم پر نہایت تبحر اور روانی کے ساتھ طبع آزمائی فرمائی - بلکہ ایسی اصطلاحات اور محاورے نہایت خوبی کے ساتھ استعمال کیئے جو آپ کے بعد تو مقبول ہوئے مگر آپ سے پہلے کی کتابوں میں نظر نہیں آتے -(۱) بعض اوقات شاہ صاحب اتنے جامع اور پر معنی جملے لکھتے ہیں کہ نہایت توجہ اور گہرے مطالعہ کے بغیر انکا مقصد سمجھنا مشکل ہو جاتا ہے - ڈاکٹر شمل لکھتی ہیں :

It is somewhat difficult to desoribe Shah Waliullah's own system of thought in detail. His numerous works are written in a complicated,idiosyncratic Arabic or Persian style,and it is not always easy to discover the exact meaning of his sentences(even though his grandson,Shah Ismail Shahid,composed a special book to explicate his grandfather's terminology). (2)

(ترجمہ) شاہ صاحب کے مخصوص نظام تفکر کی تفصیل میں جانا قدرے مشکل کام ہے - آپ کی بے شمار تحریریں ایک پیچیدہ اور مخصوص عربی یا فارسی اسلوب میں لکھی گئی ہیں - اور عام طور پر شاہ صاحب کے جملوں کا صحیح مفہوم اخذ کر لینا آسان نہیں ہوتا (اگرچہ اس کے پوتے شاہ اسماعیل شہید نے اپنے دادا کی مستعمل اصطلاحات کی وضاحت کیلئے خاص طور پر ایک کتاب (۳) لکھی) "

---

(۱) مثلاً " ڈاکٹر عبدالواحد ہالے پوتا لکھتے ہیں " اصطلاح ارتفاق " شاہ ولی اللہ کی ساختہ کردہ ہے " شاہ ولی اللہ کا فلسفہ ص ۱۰۸ (حاشیہ)

(2) Dr.A.M.Schimmel-And Muhammad is His Messenger- P.221.

(۳) اشارہ "عبقات" مصنفہ شاہ اسماعیل شہید کی طرف ہے .

مولانا ابوالحسن علی ندوی نے شاہ صاحب کے اسلوب تحریر کو بے مثال قرار دیتے ہوئے لکھا ہے :

" شاہ صاحب کی عربی تالیفات بالخصوص " حجۃ اللہ البالغہ " شہادت دیتی ہے کہ انکو عربی زبان اور اسمیں تحریر و انشاء پر نہ صرف قدرت تھی بلکہ (جہاں تک حجہ اللہ البالغہ کا تعلق ہے) وہ اسمیں ایک ایسے طرز و اسلوب کے بانی ہیں جو علمی مضامین و مقاصد کی شرح و بیان کیلئے موزوں ترین اسلوب ہے - اور جسمیں علامہ " ابن خلدون " کے بعد انکا کوئی ہم پایہ اور ہم سر نظر نہیں آتا -" (۱)

شاہ صاحب کے مکاتیب :

علمی تصانیف کے علاوہ شاہ صاحب کے مذہبی سیاسی اور نجی مکتوبات بھی آپکی بے پناہ ادبی صلاحیتوں کے شاہد عدل ہیں - مثال کے طور پر شاہ صاحب کے ایک نجی خط کا اقتباس ذیل میں پیش کیا جاتا ہے جو آپ نے اپنے استاد شیخ جمال الدین ابو طاہر کردی مدنی کے نام لکھا :

" لا زالت شآبیب الرحمۃ	" رحمت و برکات کے مینہ اور
والبرکات منہلۃ و منسجمۃ	عنایت و کرامات کے بادل اس گوشہ
وسحائب العنایۃ واکرامۃ	زمین پر ہمیشہ برستے رہیں جسے
ممطرۃ و مستریمۃ علی الصقع	بزرگ نیکوکار فرشتے گرد وپیش
المحفوف بالبررۃ الکرام	سے احاطہ کئے ہوئے ہیں اور

(۱) "تاریخ دعوت و عزیمت - ج ۵ - ص ۱۰۱

عربی	اردو
الموصوف بالعجز فوق	جو فضیلت خاص سے موصوف
ما نذکر بالکلام جناب	ہے اس کا سلسلہ کلام میں ذکر
من اجلة ان اذکرہ بصریح	کرنا فوق ادب ہے - اور اسکی
اسمہ - واستغنی من	جناب اس سے بہت بلند ہے
ذلک بتعیینہ بعلامتہ	کہ میں صراحۃً اس کا نام لوں
ووسمہ ـــہ	یا علامت و نشان کے ساتھ تعیین کروں ـہ
" ومن العجائب ان افوہ	" ومن العجائب ان افوہ بذکرہ
بذکرہ ولقد أغاربان یمر	ولقد اغاربان یمر بخاطری
بخاطری "	
ومن اجدہ فی خلدی حاضرا	جسے میں اپنے دل میں حاضر
فلا یغرب عنی بحیاة ولا	پاتا ہوں اور وہ زندگی بھر کبھی
یغیب والفیہ فی بصری	مجھ سے غائب نہیں ہوتا اور جسکی
متمثلا فلا یصبنی فقدہ	تصویر میری آنکھوں کے سامنے آ جاتی
ولا یریب حضرة شیخنا	ہے اور پھر کبھی نظروں سے ہٹتی
وقدوتنا ومخدومنا و	نہیں وہ ہمارے شیخ ہمارے مقتدا و
مولانا الاکرم الأوحد	ہمارے مخدوم ہمارے عظیم الشان آقا
الا بجل ـــہ	و بزرگ ہیں - ـہ
بقیت بقاء الدہر یا کہف اہلہ	بقیت بقاء الدہر یا کہف اہلہ

وہذا دعاء للبریة شامل (۱) وہذا دعاء للبریة شامل -

---

(۱) حیات ولی مولفہ رحیم بخش دہلوی ص - ۱۹ - ۵۱۸

شاہ صاحب کا منظوم کلام:

شاہ صاحب کو عربی فارسی میں شعر گوئی کا زبردست ملکہ حاصل تھا - آپ کا جو عربی و فارسی کلام دستیاب ہے - اس میں زبان و بیان کی شیرینی گہرے اور دقیق مطالب کا بیان اور سلاست و روانی جیسی خوبیاں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہیں - ذیل میں شاہ صاحب کے کلام کا نہایت مختصر انتخاب پیش کیا گیا ہے :-

" قصیدہ و بعض معارف طا مضہ "

" الا طال شوق الابرار الی لقائی — وانی لا شر شوقا الیھم منھم

من ندانم بادہ ام یا بادہ را پیمانہ ام — عاشق شوریدہ ام یا عشق باجانانام

مبتلائے حیرتم جاں گویمت باجان جان — اصطلاح شوق بسیارست و من دیوانہ ام

باجمال ذاتیش حسن دگر درکار شد — چشم او را سرمہ ام یا زلف او را شانہ ام

میل ہر عنصر بود سوئے مقر اصلیش — جذبہ اصل است ہر ہر شورش مستانہ ام

غافل از خود ما نواز صورت چوپہر شد آئینہ — تا ترا بشنا ختم جانا ز خود بیگانہ ام

اے امین بر مستیم نام تجرد تہمت ست — در ازل پیش از زمان میر شد میخانہ ام۔

غـــزل

دوائے دردمن برجمع اضدار تو مینازم — نمک ریز دل مجروح من ہستی و مرہم ہم

جہان وجان فزائے وضع شوخ شہر آشوبت — قیامت می نمائی و دم عیسےٰ مرہم ہم

توئی اول توئی آخر توئی ظاہر توئی باطن — توئی مقصود اہل دل توئی مشتاق و محرم ہم

زیک منبع در ینجا مختلف فوارہ می جوشد — مزاج حرص قاروں زہد ابراہیم ادہم ہم

بخارے از زمین خیزد ببار جو درآمیزد گہے باران ریزان است وگاہے برف و شبنم ہم

رباعیات در بیان بعض قوا عو سلوک

علمے که نه ماخوذ از مشکوۃ نبی است والله که سیرابی ازاں تشنه لبی است
جائے که بود جلوه حق حاکم وقت تابع شدن حکم خرد بو لہبی است

دانی که چه بود نہج قدیم اے دلدار شغل دل تو ظاہر و باطن با یار
این را شوی از درس عوارف عارف واں فن دگر یار بگیر از احرار

در مذہب ما ہست ز اسباب غرور ذکرے که بود عاطل از انوار حضور
در حاشیه نفی شواز خلق نفور در جانب اثبات برو سوئے غفور

مستی و وله شرط طریق افتار ست بے مست شدن کار کسی نکشا رست
در ذکر خفی جہر تخیل کردن شرط ست و ز ا ستار طریقم یارست

خواہی که مئے صرف محبت نوشی باید که بتقلیل علائق کوشی
دل راز خیالات جہاں صرف کنی چشم از صور جمله عالم پوشی

غـــزل دیگـر

بزلف پیچ در پیچ کسے گم کرده ام خوردا خروش در دل شبہا نمی کردم چه می کردم
دلے پر درد جان افگار یار تنو خودارم جہاں را پر ز یاربہا نمیکردم چه میکردم
غم تحصیل دیار شغل و درد غزل می بیتم جنون ترک منصبہا نمیکردم چه میکردم
کسے باگل ہمیساز د کسے باگل ہمے بازد اگر من یا ر لبہا نمیکردم چه میکردم
مئے تحقیق را از خم مشربہا بروں دیوم خروج از قید مشربہا نمیکردم چه میکردم

حجاب وصل مطلوب است دل بستن طلبہا آمیں گرترک مطلبہا نمیکردم چہ میکردم (۱)

شاہ صاحب کا ایک نعتیہ قصیدہ جو آپ نے حبّ رسولؐ کے جزبات میں ڈوب کر لکھا ہے - اور عربی شاعری کا بہترین نمونہ ہے : اسکے چند اشعار مندرجہ ذیل ہیں :

" فمن شاء فلیذکر جمال بثینۃ * ومن شاء فلیغزل بحب الربائب
سأذکر حبی للحبیب محمد * اذا وصف العشاق حب الحبائب
واذکر وجدا قد تقادم عہده * حواہ فؤادی قبل کون الکواکب
و یبدو محیاہ لعینی فی الکری * بنفسی افدیہ اذا والا قارب
و تدرکنی فی ذکرہ قشعریرۃ * من الوجد لا یحویہ علم الا جانب
والفی لروحی عند ذلک ہزۃ * و انسا و روحا دون وثبۃ واثب
وصلی علیک اللہ یا خیر خلقہ * و یا خیر مامول و یا خیر واہب
و یا خیر من یرجی لکشف رزیۃ * و من جودہ قد فاق جود السحائب
فاشہد ان اللہ راحم خلقہ * وانک مفتاح لکنز المواہب
و انک اعلی المرسلین مکانہ * وانت لہم شمس وہم کالثواقب
وانت شفیع یوم لا ذو شفاعۃ * بمغن کما اغنی سواد بن قارب
وانت مجیری من ہجوم ملمۃ * اذا انشبت فی القلب شر المخالب
فما انا اخشی ازمۃ مرلہمۃ * ولا انا من ریب الزمان براہب
فانی منکم فی قلاع حصینۃ * و جر حریز من سیوف المحارب
ولیس ملوما عیّ صب اصابہ * غلیل الہوی فی الا کرمین الاطائب (۲)

(۱) حیات ولی - ص - ۵۰۵ - ۵۰۶ (۲) نزہۃ الخواطر - ج ۶ - ص ۴۱۲ - ۴۱۵

فصل: شاہ صاحب خود اپنی نظر میں

شاہ صاحب نظر میں

شاہ ولی اللہ کو اللہ تعالی نے جن امتیازی خصوصیات اور عالی استعداد سے نوازا تھا - موافق و مخالف سب اسکے قائل ہیں - خود شاہ صاحب بھی اپنے درجات رفیعہ اور منصب عالی سے بے خبر نہ تھے - چنانچہ آپ نے اپنی تصانیف میں جا بجا "تحدیث نعمت" کے طور پر ان بےپایاں احسانات الہیہ کا برملا ذکر فرمایا ہے یہاں نمونہ کے طور پر چند اقتباسات نقل کیے جاتے ہیں :

مجدد ملت :

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ تعالی نے اپنے عہد کا مجدد مقرر کیا ہے تا کہ دین کے اندر پیدا شدہ اختلافات اور تحریفات کو دور کر کے دین کو واضح اور روشن شکل میں پیش کیا جائے - لکھتے ہیں :

" ولما تمت بی دورۃ الحکمۃ ألبسنی اللہ سبحانہ خلعۃ المجددیۃ فعلمت علم الجمع بین المختلفات و علمت ان الرأی فی الشریعۃ تحریف - (۱)

" جب مجھ پر دورۂ حکمت کا اتمام ہوا تو اللہ تعالی نے مجھے خلعت مجددیت سے نوازا - پس میں نے اختلافی مسائل میں درمیانی راہ نکالنے کا علم حاصل کیا اور مجھے معلوم ہوا کہ شریعت میں رائے کو دخل دینا تحریف ہے - "

شاہ صاحب کا طریقہ: عقل ' نقل اور کشف کا جامع :

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ جسطرح حضرت موسی علیہ السلام کے دور

---

(۱) تفہیمات الہیہ - ص - ۵۴-ج۱

میں جادو کا چرچا تھا - پس اللہ تعالی نے آپ کو عصا کا معجزہ عنایت فرمایا جس نے ساحروں کو مبہوت کر دیا - اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں خطابت اور شاعری کا زور تھا اسلئے آپ کو قرآن کا معجزہ دیا گیا جس نے فصحائے عرب کو عاجز کر دیا - یہی حال مجددین و اوصیاء کا بھی ہے کہ انہیں بھی اپنے زمانے کے علوم و مقتضیات کے مطابق کمالات سے نوازا جاتا ہے - چونکہ شاہ صاحب کے زمانے میں تین قسم کے علوم رائج تھے اسلئے آپ کو علم کے ان تینوں شعبوں میں جامعیت عطا کی گئی - فرماتے ہیں "

" اما ہذا الوصی فانہ وجد فی زمان شاع فیہم ثلاثۃ اشیاء :

۱ - البرہان : و ذلک لاختلاط علوم الیونانیین ، واشتغال القوم بالکلام ، حتی لایکاد یوجد کلام فی العقائد الا ممزوجا بمناظرات برہانیۃ -

۲ - والوجدان و ذلک لاجتماع الناس شرقا و غربا علی قبول الصوفیۃ ، وانقیادہم لہم ، حتی کان اقوالہم واحوالہم اعلق بقلوبہم من الکتاب والسنۃ

" جہاں تک اس وصی کا تعلق ہے تو وہ ایسے زمانے میں پیدا ہوا جسمیں تین اشیاء کا چرچا ہے : (۱) برہان (دلیل) : اور یہ یونانی علوم کے اختلاط اور علم کلام کی مشغولیت کے باعث ہے یہاں تک کہ عقائد سے متعلق کوئی بحث برہانی مناظروں سے خالی نہیں ہوتی -

(۲) وجدان : یہ مشرق و مغرب کے لوگوں کے تصوف کو قبول کرنے اور اسکا اتباع کرنے کے باعث ہے - یہاں تک کہ صوفیاء کے احوال و اقوال انکے دلوں کو کتاب و سنت سے زیادہ متاثر کرتے ہیں اور

وكل شئي و حتي دخل
رموزهم واشاراتهم في الناس -
فمن انكر رموزهم واشاراتهم ، اوكان
منهم على جانب فانه لايقبل ،
ولا يعد من الصالحين . وما
من واعظ على رؤس المنابر
الا و كلامه ممزوج بالاشارات
الصوفية -

(٣) والسمع و ذلك
لدخولهم في الملة الاسلامية ونشأ
في زمان اتبع فيه كل ذي رأي
رأيه ، ولن تر فيه احدا يقف
على المتشابهات وما أشكل عليه
من العلم ، ولن تر أحدا إلا و
يخوض في فهم معاني الاحكام
واسرارها ، ويميل في ذلك الى
المعقول ، وصار لكل رجل
مذهب حسب مافهمه ، وتجادلوا
وتناظروا و تباحثوا ، ولم يمكن

عوام الناس تک میں انکے رموز و
اشارات جگہ پا چکے ہیں - پس
جو کوئی انکے رموز و اشارات کا انکار
کرے یا اس سے پہلو تہی کرے اسکی
بات قبول نہیں کی جاتی اور اسے
صالح نہیں سمجھا جاتا اور منبروں پر
خطاب کرنے والا کوئی واعظ ایسا نہیں
جسکا کلام صوفیانہ اشارات سے پر نہ ہو -

(٣) تیسری، اہم چیز دلیلِ نقلی ہے جو
ان لوگوں کے اسلام میں دخول اور ایسے
زمانے میں پیدا ہونے کے سبب سے ہے
جسمیں ہر صاحب رائے اپنی ہی رائے کا
اتباع کرتا ہے - اور تُو ایسا کوئی شخص
نہیں دیکھے گا جو متشابہات
اور مشکل علوم پر وقف کرے اور جسے
بھی دیکھو معانی احکام اور انکے اسرار
کے فہم کے پیچھے پڑا ہوا ہے اور اس
میں معقولیات کی طرف مائل ہے اور ہر
شخص کا مذہب اسکے اپنی فہم کے مطابق

الاتفاق والاصطلاح اصلا - " (۱)

ہو چکا ہے اور وہ مجادلوں، مناظروں
اور مباحثوں میں اسطرح پڑے ہوتے
ہیں کہ انھیں اتفاق اور صلح کا کوئی
راستہ نظر نہیں آتا -

شاہ صاحب کے علوم اتحادِ امت کا وسیلہ ہیں :

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ فقہی مسالک و مذاہب کا اختلاف اتحاد و امت کو پارہ پارہ کر رہا ہے - چنانچہ اللہ تعالی نے مجھے تطبیق اور حل اختلافات کی استعداد سے نوازا ہے - لکھتے ہیں :

" واختلفوا في انواع الفقه
منهم الحنفي ومنهم الشافعي
وكل يتعصب لا صحابه وينكر
على الآخرين و كثرت التخريجات
في كل مذهب و خفي الحق فكان
من جود الله و رحمته و لطفه
و حكمته ان جعل تفسير هذا
الوصي للشريعة بوجه لو امعنوا
فيه اضمحل الخلاف - (۲)

" اور لوگوں نے فقہ کی مختلف انواع
کے درمیان اختلاف کیا - کوئی ان
میں سے حنفی ہے اور کوئی شافعی
اور ان میں سے ہر ایک اپنی جماعت
کا ساتھ دیتا ہے اور دوسروں کا انکار
کرتا ہے اور ہر مذہب میں تخریجات
اتنی زیادہ ہو چکی ہیں کہ حق انکے
درمیان گم ہوگیا ہے - پس یہ اللہ تعالی
کے جود رحمت، لطف اور حکمت کا کرشمہ
ہے کہ اس وصی (شاہ صاحب) کی
تفسیرِ شریعت اس انداز کی ہے کہ اگر وہ
لوگ اسمیں غور کریں تو اختلافات ختم ہو
کر رہ جائیں گے -

(۱) تفہیمات الٰہیۃ ج ا ص :- ۱۱۱-۱۱۰ (۲) التفہیمات الالٰہیۃ ج ا ص - ۱۱۱

وصی زمان :

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ آپ اپنے زمانے کے وصی ہیں اور آپ کو علوم کے زبردست خزانوں سے نوازا گیا ہے - فرماتے ہیں :

" فلعمری لو توسّر ھذا الوصی الرست تکلم مع الفلسفی بفلسفته ، ومع المتکلم بکلامه ، و مع المحدث بحدیثه ، ومع المفسر بتفسیره ، ومع الفقیه بفقهه ، ومع النحوی بنحوه ، ومع المتصوف بتصوفه ، ولأعجز کل ذی فن و بهت کل ذی نباهۃ ولأعلمهم ما جهلوا و نبههم علی ما خفی علیهم -

" خدا کی قسم اگر امور اس وصی (شاہ صاحب) کے افکار کو سپرد کر دیئے جائیں تو وہ فلسفی سے اپنے فلسفے کے ذریعہ ، متکلم سے اپنے کلام کے ذریعہ ، محدث سے اپنی حدیث کے ذریعہ مفسر سے اپنی تفسیر کے ذریعہ ، فقیہ سے اپنی فقہ کے ذریعہ ، نحوی سے اپنی نحو کے ذریعہ اور صوفی سے اپنے تصوف کے ذریعہ گفتگو کرے گا اور ہر ماہر فن کو عاجز و مبہوت کر دیگا - یہ وصی انکو وہ باتیں بتلائے گا جن سے وہ واقف نہیں اور ان اسرار کی نشان دہی کریگا جو ان پر ہنوز پوشیدہ ہیں -

ولعمری تری ھذا الوصی یعز ر المعارف بقوۃ لجیه ، و تجر فی شقشقۃ لسانه خبر اللاهوت والجبروت والملاء الأعلی

اور خدا کی قسم تو اس وصی کو دیکھے گا کہ وہ علوم و معارف کو عجیب قوت گویائی کے ساتھ بیان کریگا اور تو اسکی زبان سے لاہوت و جبروت اور ملاء اعلی و

والعلاء السافل ، وتجد قلبه
قد غطّ بمسائل التدبیر الالهی
فی اُرضه وقضائه ، فی الدنیا
والآخرة ، واُوتی لکل شئی
ضوابط وقوانین لا ینتقل ولا
یتبدل وکل ما اوتی فهو الیقین
والثلج والبرد والهدی والرحمة
واللطف من غیر ان یمتزج ماجس
طبعی معه - (۱)

ملا سافل کی خبریں سنے گا - اور تو
اسکے دل کو دنیا وآخرت کے امور میں
تدبیر الہی کے فیصلوں سے متعلق
علوم سے ڈھکا ہوا پائے گا اور اسے ہر
چیز کے ضوابط و قوانین دئیے گئے
ہیں جو ناقابل انتقال و تبدیل ہے -
اور اسے جو کچھ دیا گیا ہے وہ یقینی
اطمینان بخش دل کو ٹھنڈک دینے
والا اور ہدایت اور رحمت اور لطف وکرم
کا ذریعہ ہے جس میں کسی طبعی فکر
وہا جس کا امتزاج نہیں - "

امام و قیم دوران :

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ انہیں "امام و قیم دوران" کے مرتبے سے نوازا گیا، جسکی بدولت وہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے نزاع کے درمیان فیصلہ کن راستہ کا انکشاف کر سکے - فرماتے ہیں :

" و مثال ذلک بحسب هذه
الدورة وهذا الشان الذی نحن
فیه و بحسب قیم هذه الدورة
واما مها - ان السابقین توغلوا

" اور اسکی مثال موجودہ
حالات اور اس دورہ کے قیم اور امام
کی مناسبت سے یہ ہے کہ پچھلے لوگوں
نے وحدت الوجود میں غلو کیا اور

(۱) تفہیمات الہیہ ج۱ - ص - ۱۱۲

فی وحدۃ الوجود ، و رجعت	انکی معرفت اللہ کیطرف راجع ہوئی -
معرفتہم إلی اللہ فانعقد فی	پس ملأ اعلی میں ایک علم وجود میں آیا
الملاء الاعلی علم و ہو	اور وہ اتحاد حقیقی و تغایر اعتباری کے
بیان الفرق بین التنزل الذی	تنزل اور تغایر حقیقی و اتحاد اعتباری
ہو اتحاد حقیقی ، و تغایر	کے تنزل کے درمیان فرق کا علم ہے - اور
اعتباری ، و بین التنزل الذی	شیخ مجدد رح آئے جو اسکے گرد گھومے پس
ہو تغایر حقیقی ، و اتحاد	کبھی فرمایا کہ عالم موجود خارجی ہے
اعتباری ، وجاء الشیخ	اور کبھی فرمایا کہ عالم موہوم متقن ہے
المجدد رح فحام حولہ فقال مرۃ :	اور کبھی فرمایا کہ عالم اسماء کا
العالم موجود خارجی ، وقال	سایہ ہے اور آپ نے اصل حقیقت نہ
مرۃ اخری : العالم موہوم متقن	کھولی - بالآخر اس دور کا قیم
وقال مرۃ العالم ظل الاسماء	(شاہ صاحب رح) آیا اور
ولم یبین الامر علی ما ہو علیہ	حقیقت امر کو کھول کر
فجاء قیم الدورۃ فکشف	رکھ دیا - "
حقیقۃ الأمر - (۱)	

اپنے دور کا محبوب الہی :

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ آپ اپنے دور کے محبوب الہی ہیں جنکے ذریعے اللہ تعالی کی رحمتیں لوگوں پر نازل ہوتی ہیں - فرماتے ہیں :

" واعلم انہ یجب ان یکون فی کل اجتماع من الناس محبوب بمنظر

(۱) تفہیمات الہیہ ج۱ - ص - ۱۳۵

الیہ الحق برحمتہ و ینظر الی الناس فی نظرتہ تلک ، فیرزقون
و ینصرون و ینزل علیھم البرکات بجاھہ - وھذا الوصی ھو المحبوب
الذی یرزق المحبوبون ، وینصرون ، ویتقربون الی الحق ،
ویتوسلون الیہ بجاھہ - وفی ضمن نظرہ نظرۃ الحق الیہ برحمتہ ،
و بلطفہ المنبجس من صورہ - فلعمری ھو و تر السموات والارض لولاہ
لم یبق الارض فراشا ، و لا السماء بناء ولولاہ لم ینزل البرکا ت
ولولاہ لم ینزل الھدی والرشد - فواھا لہ ثم واھالہ ، ثم واھالہ واللہ
یرزق من یشاء بغیر حساب -" (۱)

شاہ صاحب کا فیض جاری رہے گا :

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ انہیں اللہ تعالی نے اس آخری دور میں ایسی جامع صفات عطا کی ہیں جن کا اثر بہت بعد کے زمانے تک رہے گا - اور آپ کا وجود خیر اور برکت کا باعث ہوگا - لکھتے ہیں :

" فہمنی ربی جل جلالہ انک انعکس فیک نور الاسمین الجامعین نور الاسم المصطفوی والاسم العیسوی علیھما الصلوت والتسلیمات فعسی ان تکون سا دالافق الکمال غاشیا لاقلیم القربۃ فلن یوجد

(یعنی مجھے اللہ تعالی نے بذریعہ الہام سمجھایا کہ تمہارے اوپر دو جامع اسموں کا نور منعکس ہوا ہے یعنی اسم مصطفوی اور اسم عیسوی علیھما الصلوت والتسلیمات تو عنقریب کمال کے افق کا سردار بن جائے گا اور قرب الہی کے تمام اقالیم پر چھا جائے

---

(۱) تفہیمات ج ۱ - ص - ۱۳۵

بعدک مقرب الاولک دخل فی
تربیته ظاهرا و باطنا حتی
ینزل عیسی علیه السلام و
عسی ان ینزل علیک الحق
فاکالستظام العالم کما تنزل
الصاعقة فتعک و تقمع کلما
تماسه و یظهر الایات من بین
یدیک ومن خلفک وعن
یمینک وعن یسارک ویطلع
شمس الحق ساطعة و تنمحی
کل ظلام عن شرور عالم
التخلیط وعسی ان یتم لک
ذلک ان تکون الارض نورانیة
و یذهب عنها الجور و الجفا حتی
ترتفع الحاجة الی المهدی
ویتأخر وجوده الی مرة
طویلة ۰۰۰۰۰ ولکل امرٍ اجل
مسمی لایجاوزه - (۱)

گا - تیرے بعد کوئی مقرب الٰہی ایسا
نہیں ہوگا جسکی ظاہری اور باطنی
تربیت میں تیرا دخل نہ ہو - یہاں
تک کہ حضرت عیسی علیہ السلام نازل
ہوں - عنقریب تجھ پر حق نازل ہوگا جو
نظام عالم کو توڑنے والا ہوگا جیسے
بجلی گرتی ہے اور ہر اس چیز کو توڑ
پھوڑ دیتی ہے جسے وہ چھو دیتی ہے
تیرے آگے پیچھے دائیں بائیں سے
اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ظاہر ہوں گی
اور حق کا آفتاب طلوع ہوگا جس سے
اس دنیا کے شرکا اندھیرا دور ہو
جائے گا - عنقریب تیرے لیے یہ سب
باتیں پوری ہو کر رہیں گی اور زمین
نورانی ہو جائے گی اور اس پر سے
ظلم وجور رفع ہو جائیں گے یہاں تک
کہ (وقتی طور پر) مہدی علیہ السلام
کی آمد کی حاجت بھی رفع ہو جائے گی
اور ایک طویل زمانے تک انکا ظہور موخر
ہو جائے گا لیکن (یہ یاد رکھو) کہ ہر چیز

(۱) تفہیمات الہیہ ج ۲ ص - ۱۴۵

کا ایک معین وقت ہے جس سے کوئی بھی چیز
تجاوز نہیں کر سکتی -

شاہ صاحب کو جن بے مثال کمالات و علوم سے نوازا گیا ان میں سے چند
کا ذکر آپ نے "الجزء اللطیف" میں کیا ہے جسکا خلاصہ درج ذیل ہے :

(۱) آپ کو خلعت فاتحیہ سے نوازا گیا - اور دورآخر کی کشادکار آپ کے
ہاتھ سے وابستہ کی گئی -

(۲) فقہ حدیث کی از سرنو بنیاد رکھی -

(۳) اسرار حدیث اور مصالح احکام دین کا عظیم الشان فن ' جو آپ
سے پہلے کسی نے اسطرح مرتب کر کے نہیں لکھا - آپ نے مدوّن فرمایا

(۴) آپ کو وہ طریقۂ سلوک الہام ہوا جو اس دور میں کامیاب اور برہانِ
مرضی حق ہے -

(۵) عقائد متقدمین کو معقولیوں کی خس و خاشاک سے صاف کر کے مدلل
طور پر بیان کیا -

(۶) آپ کو کمالاتِ اربعہ یعنی ابداع ' خلق ' تدبیر اور تدلی کا علم دیا
گیا -

(۷) نفوس انسانیہ کی استعدادوں کا علم آپ کو عطا کیا گیا -

(۸) حکمت عملی جسمیں اس دور کی کامیابی و درستگی مضمر ہے ،
بوسعت تمام آپ کو دی گئی -

(۹) آپ کو امتیاز و شناخت کی ایسی قوت دی گئی جسکے ذریعے سنت

کو تحریف و بدعات سے الگ کیا جا سکے - (۱)

(۱) " نعمت عظمی بزیں ضعیف آنست که او را خلعت فاتحیه دادند و فتح دورهٔ باز پسین بردست وی کردند و ارشاد فرمودند که مرضی در فقه چیست آنرا جمع کرده فقه حدیث از سر بنیاد کرد واسرار حدیث و مصالح احکام و ترغیبات و سائر آنچه حضرت پیغامبر صلی الله علیه وسلم از خدا تعالی آورده اند و تعلیم فرموده اند وآں فنی است که پیش ازیں فقیر مضبوط تر از سخن این فقیر کسے آں را ادا نه کرده است ' باوجود جلالت آں فن ' اگر کسی را دریں حرف شبه باشد گو کتاب قواعد کبری به بیں که شیخ عزالدین آنجا چه جهد ها کرده بعشر عشیر این فن فائز نشده و طریقه سلوک که این برهان مرضی حق ست و دریں دوره فائز میشود الهام فرمودند آنرا در دو رساله ضبط کرده به لمعات و الطاف القدس مسمی نمود و عقائد قدمائ اهل سنت بر دلائل و حجج اثبات کرد آنرا از خس و خاشاک معقولیان پاک ساخت وبوجهی مقرر نمود که محل بحث نماند و علم کمالات اربعه یعنی ابداع و خلق و تدبیر و تدلی بایں عرض و طول و علم استعداد نفوس انسانیه بجمیعها وکمال ومآل هر کسی افاضه فرمودند واین هر دو علم جلیل اند که پیش ازیں فقیر کسی برگرد آں نگشته و حکمت عملی که صلاح این دوره در آنست بوسعتی تمام افاده نمودند

و توفیق تشبیر آں بکتاب وسنت وآثار صحابه وا دنر و برتمیز

آنچه علم دین ست منقول از حضرت پیغامبر صلے الله علیه

وسلم و آنچه مرخول ست و محرف و آنچه سنت ست و

آنچه ہر فرقه بوعت کرده است اشاره سا ختنر -

(الجزءاللطیف - ص - ۱۹۹ - ۲۰۰)

فصل : شاہ ولی اللہ کے علوم کے شارحین

شاہ صاحب "تفہیمات الٰہیہ" میں اپنے ایک مکاشفہ میں فرماتے ہیں :

" این فقیر را آگاہانیدند کہ در طبقہ فقیر و طبقہ کہ بعد ازوی باشد علوم ظاہرہ ظہور نمایند ، و در طبقہ ثالثہ علوم باطنہ - مراد اینجا از طبقہ ثانیہ اولاد است و از طبقہ ثالثہ احفاد یا اولاد صغار کہ بمنزلۂ احفاد باشند - و مراد اینجا شیوع علوم ایشانست و ظہور امر ایشان ، ومراد از علوم ظاہرہ کتاب و سنت است ، و از علوم باطنہ علومی کہ بلطائف خفیہ تعلق دارند و از حجر بحت وانانیۃ کبری - (۱)

" اس فقیر کو اطلاع دی گئی کہ اس فقیر (ولی اللہ) اور اسکے بعد کے طبقہ میں علوم ظاہرہ کا ظہور ہوگا اور تیسرے طبقہ میں باطنی علوم کا یہاں طبقہ ثانیہ سے مراد اولاد ہے اور طبقہ ثالثہ سے پوتے یا چھوٹے بچے جو احفاد کیطرح ہوں - اور یہاں انکے علوم کی اشاعت اور انکے امر کے اظہور کیطرف اشارہ ہے اور علوم ظاہرہ سے مراد کتاب و سنت اور علوم باطنہ سے وہ علوم مراد ہیں جو لطائف خفیہ حجر بحت اور انانیت کبری سے تعلق رکھتے ہیں -

حقیقت یہ ہے کہ شاہ صاحب کے علوم اتنے متنوع ، دقیق اور ہمہ گیر تھے کہ ان کی اشاعت کیلئے کئی جماعتوں اور اداروں کی ضرورت تھی - اور یہ اللہ تعالی

---

(۱) التفہیمات الالٰہیہ ج ا ص - ۱۵۹

کیطرف سے مسلمانانِ ہند پر ایک خصوصی احسان تھا کہ شاہ صاحب کے بعد انکی اولاد و احفاد اور منتسبین نے عہد بعہد آپ کے مشن کو علمی و عملی میدانوں میں دور دور تک پہنچایا -

خود شاہ صاحب کا طریقہ کار یہ تھا کہ آپ کو اللہ تعالی نے مردم شناسی کی زبردست قوت عنایت فرمائی تھی اسلئے اس سے کام لیتے ہوئے آپ نے ہر فن کے لئے ایک ایک باکمال شخص تیار کر کے تعلیم و تربیت کا کام اپنی نگرانی میں انکے سپرد کر دیا تھا اور خود اپنے علوم کی تدوین و تحریر میں مشغول رہتے تھے - یہ اسی تقسیم کار کا نتیجہ تھا کہ ایک طرف تو آپ بہترین رجال کار تیار کر سکے اور دوسری طرف حوادث و مصائب کے طوفان کے باوجود اپنے علوم کا ایک وافر ذخیرہ تحریری شکل میں محفوظ کر گئے -

شاہ صاحب کا انداز فکر نقلؔ عقل اور کشف کا جامع ہے اسلئے ہمہ گیر بھی ہے اور غامض بھی *لہذا* ضرورت اس بات کی تھی کہ آپ کے افکار کو عام حلقوں تک پہنچانے کیلئے تالیف و تصنیف کا ایک پورا دبستان وجود میں آئے - چنانچہ آپ کی اولاد اور منتسبین و مسترشدین نے اس خدمت کو انجام دیا -

شاہ عبدالعزیز : (۱۷۴۶ء — ۱۸۲۳ء)

شاہ عبدالعزیز آپ کے بڑے صاحبزادے تھے - اپنے والد کے علوم حاصل کرنے کے بعد سترہ برس کی عمر میں تدریس و ارشاد کی ذمہ داریاں سنبھالیں اور پورے ساٹھ سال تک شدید امراض کا شکار ہونے کے باوجود یہ فریضہ ادا کرتے رہے -

آپ کا مطالعہ اور ذہنی استعداد بے مثال تھی آپ خود فرماتے تھے کہ میں

نے جن علوم میں دسترس حاصل کی ہے انکی تعداد ایک سو پچاس ہے جسمیں سے نصف علوم مسلمانوں کے اور باقی دوسری امتوں کے ہیں -

شاہ عبدالعزیز نے اپنے والد کے علوم کی ترویج کیلئے تین طریقے اختیار کئیے :

(۱) درس و تدریس

(۲) تصنیف و تالیف

(۳) بیعت و ارشاد

اور ان تمام ذرائع سے آپ کے فیوض و برکات دور دور تک پھیلتے رہے - آپ کے والد صاحب نے قرآن مجید کا فارسی ترجمہ کر کے فہم قرآن کی جو بنیاد رکھی تھی - آپنے اپنے درس قرآن کے ذریعے اسے عوام الناس تک پہنچایا - آپ کے اس طریقہ درس سے عوام الناس بھی ولی اللہی فلسفہ سے مانوس ہونے لگے - آپ کی مشہور تفسیر عزیزی کے تین پارے (پہلا اور آخری دوپارے) دست برد زمانے سے بچ گئے ہیں - علامہ انور شاہ کا شمیری .... **کا قول** ہے کہ " اگر یہ تفسیر عزیزی مکمل ہو جاتی تو پھر کہہ سکتے تھے کہ تفسیر قرآن کا حق ادا ہو چکا ہے -" (۱)

حدیث نبوی کی درس و تدریس جسے شاہ ولی اللہ نے از سر نو ہندوستان میں رائج کیا تھا ، شاہ عبدالعزیز نے اسے دور دور تک پہنچایا یہاں تک کہ ہندوستان کے اکثر محدثین کا سلسلہ آپ تک اور آپ کے واسطہ سے شاہ ولی اللہ تک پہنچتا ہے -

---

(۱) ماہنامہ الرحیم حیدرآباد جولائی ۱۹۶۳ ء - ص ۶۲

ردّ شیعہ کے موضوع پر شاہ ولی اللہ کی تصانیف قرۃ العین اور ازالۃ الخفاء میں بنیادی معلومات موجود تھیں - جنہیں شاہ عبدالعزیزؒ نے "تحفہ اثنا عشریہ" کی شکل میں ایک باقاعدہ انسائیکلوپیڈیا کی شکل دے دی جس سے شیعیت کا بڑھتا ہوا سیلاب تھم گیا -

شاہ عبدالعزیزؒ نے زیادہ وقت کتابوں کی تصنیف کی بجائے ایسے اصحاب علم و فضل کی تیاری میں صرف کیا جن میں سے ہر ایک بذات خود ایک سرچشمۂ فیض بنا - آپ کے شاگرد آسمان علم و فضل کے روشن ستارے بن کر چمکے - ان میں سے چند نام درج ذیل ہیں :

"شاہ رفیع الدین صاحب ، شاہ محمد اسحق صاحب ، مفتی صدر الدین دہلوی صاحب ، شاہ غلام علی صاحب ، مولوی مخصوص اللہ صاحب ، مولوی عبدالحئی صاحب ، مولانا میر محبوب علی صاحب ، مفتی الٰہی بخش کاندھلوی صاحب ، مولانا فضل حق خیرآبادی صاحب ، مولانا سید احمد شہید بریلوی صاحب -

شاہ رفیع الدین : (۱۷۴۹ء — ۱۸۱۸ء)

شاہ ولی اللہ کے دوسرے بیٹے شاہ رفیع الدین علم و عمل کے میدانوں میں اپنے والد اور بڑے بھائی کے قدم بقدم تھے - خدمت قرآن کے سلسلے میں آپ کا تحت اللفظ اردو ترجمہ آج تک مترجمین قرآن کیلئے منارہ نور کی حیثیت رکھتا ہے - آپ ہر فن میں یکتا اور ذہانت میں بے مثال تھے - شاہ رفیع الدین کی تحریروں میں تحقیق ، تبحر علمی ، متانت و سنجیدگی اور اختصار کی خصوصیات نمایاں نظر آتی ہیں

آپ نے اپنے والد محترم کے علوم کی وضاحت و اشاعت کے لئے تفسیر آیت النور اسرار المحبۃ، تکمیل الاذہان، دمغ الباطل اور راہ نجات جیسی اعلی پایہ کی کتابیں لکھی ہیں -

شاہ رفیع الدین صاحب کی تصانیف کے مقصد اور انداز تحریر کا اندازہ درج ذیل چند جملوں سے لگایا جا سکتا ہے - تکمیل الاذہان میں فنِ تحصیل کے تحت لکھتے ہیں :

" اقول بتدوین العلوم غلب فی تحصیل المجہولات التعلم علی الفکر ولم یکن لہ قانون - فدون والدی العارف الواصل النحریرالکامل الشیخ ولی اللہ بن المحقق المقرب الشیخ عبدالرحیم العمری لمزاولۃ الکتب تعلیما ضوابط - "	" علوم کی تدوین کے سلسلے میں مجہولات کو حاصل کرنے کیلئے تعلیم کا طریقہ تفکر کے طریقے پر غالب ہے - اور اس کیلئے کوئی قانون موجود نہ تھا - اسلئے میرے والد عارفِ واصل اور عالم کامل شیخ ولی اللہ بن محقق مقرب عبدالرحیم عمری نے کتابوں سے استفادہ کرنے کے لئے قواعد و ضوابط مقرر کیئے" -

اسکے بعد یہ بھی لکھا ہے کہ میں نے اس سلسلہ میں کچھ اضافات کئے ہیں اسلئے کہ فنون تلاحقِ افکار کے ذریعے تکمیل پاتے ہیں - (۱)

شاہ عبدالقادر : (۱۷۵۳ء — ۱۸۱۴ء)

شاہ ولی اللہ کے تیسرے لائق و فائق صاحبزادے تھے - علم فقہ اور

---

(۱) بحوالہ الرحیم - حیدرآباد ص - ۶۳ جولائی ۱۹۶۳ء

حدیث و تفسیر میں نام پیدا کیا - آپ نے گوشہ نشینی کے باعث تصنیف و تالیف پر چنداں توجہ نہ دی - تاہم قرآن مجید کا بامحاورہ ترجمہ "موضح قرآن" ہزاروں تصنیفات پر بھاری ہے - جسطرح آپ کے والد شاہ ولی اللہ نے عامۃ المسلمین کو قرآن مجید کے متن سے روشناس کرانے کیلئے فارسی ترجمہ کیا - شاہ عبدالقادر نے اسے اردو زبان کے قالب میں اتنی مہارت سے ڈھالا کہ یہ ترجمہ آج تک ایک بے مثال شاہکار کی حیثیت رکھتا ہے - اپنے والد محترم کے مشن کی تکمیل کے سلسلے میں لکھتے ہیں:-

" پر کلام پاک خدا تعالی کا عربی زبان میں ہے - ہندوستانیوں کو اسکا سمجھنا بہت مشکل ہے - اس واسطے اس بندہ عاجز عبدالقادر کے خیال میں آیا کہ جس طرح ہمارے بابا (والد صاحب بہت بڑے حضرت شیخ ولی اللہ عبدالرحیم صاحب کے بیٹے سب حدیثیں جاننے والے (حافظ الحدیث الحجۃ الحاکمۃ) ہندوستان کے رہنے والے نے فارسی زبان میں قرآن کے معنی آسان کر کے لکھے ہیں - اسی طرح عاجز (شاہ عبدالقادر) نے ہندی زبان (اردو) میں قرآن شریف کے معنی لکھے ہیں - الحمد اللہ کہ یہ آرزو ۱۲۰۵ھ میں حاصل ہوئی -" (۱)

شاہ اسماعیل شہید :(م ۱۸۳۱ء)

فلسفہ ولی اللہ کے ایک اور بڑے شارح آپ کے پوتے شاہ اسماعیل شہید ہیں جنہوں نے شاہ عبدالعزیز سے شاہ ولی اللہ کے علوم حاصل کر کے جمہور میں عام کئے اور ہندوستانی مسلمانوں کی تاریخ میں نئے باب کا آغاز کیا -

شاہ اسماعیل شہید نے اپنے جدامجد کو افضل المحققین کے لقب سے یاد کیا

(۱) مقدمہ موضح قرآن -

اور انکے فلسفہ کو حل کرنے کیلئے اصول موضوعہ کے طور پر "عبقات" لکھی - شاہ شہید نے اس تصنیف کے ذریعے امام ولی اللہ کے فلسفہ کیلئے خصوصاً اور علم الحقائق و تصوف کیلئے عموماً بنیادی قواعد وضع فرمائے ہیں -

اسکے علاوہ آپ نے تقویۃ الایمان 'صراط مستقیم 'ایضاح الحق رسالہ اصول فقہ 'منصب امامت اور تنویر العینین وغیرہ کتابیں بھی لکھی ہیں -

مولانا محمد قاسم نانوتوی :(۱۸۳۱ء ۱۸۷۹ء)

بانی دارالعلوم دیو بند 'مولانا نانوتوی نے کئی رسائل تحریر فرمائے جنکے مطالعہ سے شاہ ولی اللہ کے فلسفہ کا سمجھنا آسان ہو جاتا ہے - مولانا عبیداللہ سندھی لکھتے ہیں :

" سر سید کے زمانہ میں حزب ولی اللہ کے باقی ماندہ لوگوں میں سے ایک حکیم پیدا ہوا جسکا نام محمد قاسم نانوتوی تھا - وہ مدرسہ دیوبند کے بانی اور علوم اسلامیہ کے ازسر نو اشاعت کرنے والے تھے - لیکن آپ کے دماغ سیاسی مخالفت کی تلخی نے گنجائش نہیں چھوڑی تھی - کہ آپ یورپین سائنس پر غور کرتے - تاہم اس میں شک نہیں کہ آپ شاہ ولی اللہ کے سکول کے بہترین ترجمان تھے - اور آپ نے اپنے شاگردوں کی ایک کافی تعداد چھوڑی - آج ہندوستان (پاک و ہند) کی مذہبی علمی قوت کا اچھا بقیہ وہی لوگ ہیں جو اپنے آپ کو شاہ ولی اللہ سے مربوط جانتے ہیں - " (۱)

---

(۱) ماہنامہ الرحیم ص - ۶۵ ماہ جولائی ۱۹۶۳ء

اسی طرح ایک اور مقام پر لکھتے ہیں :

" مدرسہ دیوبند کے لئے ہفت سالہ نصاب تعلیم اور مستقل نظام عمل اور اساسی قواعد مولانا محمد قاسم نے بنائے - اسطرح انہوں نے اپنی سکیم میں امام عبدالعزیز کے مدرسہ اور حزب ولی اللہ کے مقاصد کو محفوظ کر دیا - (۱)

شیخ الہند مولانا محمود حسن : (م ۱۹۲۰ء)

مولانا محمود حسن فلسفہ ولی اللہی کے بہترین اساتذہ میں سے تھے - انہوں نے شاہ ولی اللہ کے فلسفے کو دارالعلوم دیو بند کے درجہ تکمیل میں داخل کیا شاہ صاحب کی کتابوں کو نصاب میں داخل کرنے کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے آپ فرماتے ہیں :

" اب طالبان حقائق اور حامیان اسلام کی خدمت میں ہماری یہ درخواست ہے کہ تائید احکام اسلام اور موافقت فلسفہ جدیدہ و قدیمہ کے لئے جو تدبیریں کی جاتی ہیں انکو سامنے رکھ کر حضرت خاتم العلماء مولانا محمد قاسم کے رسائل کے مطالعہ میں بھی کچھ وقت ضرور صرف فرما دیں - اور پورے غور سے کام لیں - اور انصاف سے دیکھیں کہ ضروریات موجودہ زمانہ حال کے لئے وہ سب تدابیر سے فائق اور عمدہ اور بہتر ہیں یا نہیں اور مختصر اور مفید ہیں یا نہیں' اہل فہم اسکا تجربہ کچھ تو کرلیں میرا کچھ عرض کرنا دعوی بلا دلیل سمجھ کر غیر معتبر ہوگا - اسلئے زیادہ عرض کرنے سے معذور ہوں - اہل فہم خود موازانہ اور تجربہ فرمانے میں کوشش کر کے فیصلہ کر لیں بانی خدام مدرسہ عالیہ دیوبند نے تو یہ تہیہ بنام خدا کر لیا ہے کہ تالیفات موصوفہ مع

---

(۱) شاہ ولی اللہ اور انکی سیاسی تحریک از مولانا عبیداللہ سندھی ص- ۱۴۰ سندھ ساگر اکادمی لاہور ۱۹۴۴

بعض تالیفات حضرت شاہ ولی اللہ وغیرہ تصحیح اور کسی قدر توضیح و تسہیل کے ساتھ عمدہ چھاپ کر اور نصاب تعلیم میں داخل کر کے انکی ترویج میں اگر حق تعالیٰ توفیق دے تو جان توڑ کر ہر طرح سعی کی جائے اور اللہ تعالی کا فضل حامی ہو وہ نفع جو انکے ذہن میں ہے اور انکو بھی اسکے جمال سے کامیاب کیا جائے ۔" (۱)

مولانا عبیداللہ سندھی : (۱۸۷۲ء - ۱۹۴۴)

شاہ ولی اللہ دہلوی کے نقطہ نظر کے جری اور اہم شارحین میں سے ہیں ۔ آپ ۱۰ مارچ ۱۸۷۲ء کو سیالکوٹ کے ایک سکھ گھرانے میں پیدا ہوئے ۔ لڑکپن میں آپ نے بعض کتب کے مطالعہ سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا ۔ بعد میں تحصیل علم کیلئے سندھ چلے گئے ۔ اور تکمیل علوم کی خاطر دیوبند جا کر شیخ الہند مولانا محمود حسن کے سلسلہ تلمذ سے وابستہ ہو گئے ۔

تکمیل تعلیم کے بعد سکھر تشریف لائے اور توسیع مطالعہ میں مصروف ہو گئے ۔ ۱۹۰۹ء میں شیخ الہند نے آپ کو دیوبند بلا کر جمعیۃ الانصار کی ذمہ داریاں سونپ دیں اور ۱۹۱۵ء میں آپ کو کابل ہجرت کرنے کا حکم دیا جہاں آپ آزادی ہند کیلئے دن رات سیاسی اور انقلابی سرگرمیوں میں مصروف رہے ۔

۱۹۲۲ء میں سوشلسٹ انقلاب کے مطالعہ کی غرض سے روس کی سیاحت کی ۔ سات ماہ وہاں گزارنے کے بعد دو سال ترکی میں گزارے ۔ بعد میں

---

(۱) مخزنہ حجۃ الاسلام بحوالہ الرحیم - جولائی ۱۹۶۳ء ص - ۶۷

بارہ تیرہ سال کا عرصہ مکہ معظمہ میں گزارا اور ۱۹۳۹ء میں ہندوستان واپس تشریف لائے - ۱۹۴۴ء میں وفات پائی -

مولانا سندھی ایک متجر عالم اور انقلابی رہنما تھے - آپ نے جدوجہد آزادی میں براہ راست نمایاں کردار ادا کیا - مسلمانوں کی دنیاوی و روحانی ترقی کیلئے شدید تڑپ رکھتے تھے - آپ نے شاہ ولی اللہ دہلوی، شاہ اسماعیل شہید اور مولانا محمد قاسم نانوتوی کی تصانیف کا بالخصوص گہرا مطالعہ کیا تھا - آپ اپنے مخصوص انداز میں مسلمانوں کے اعلی طبقہ کو شاہ صاحب کے فلسفہ کے مطابق مسلمانوں کی تنظیم نو کی دعوت دیتے رہے - اس ضمن میں آپ نے زبان اور قلم سے مسلسل کوشش جاری رکھی -

شاہ ولی اللہ دہلوی کے فلسفہ عمرانیات و معاشیات کو اہل علم اور عوام میں متعارف کرانے میں آپ کا بڑا ہاتھ ہے - آپ نے اپنے مضامین و تصانیف میں پرزور اور موثر طریقے سے مسلمانوں کے معاشی، تعلیمی اور عمرانی تنزل کو موضوع بحث بنایا اور شاہ ولی اللہ دہلوی کی تصانیف و افکار کو اپنے پروگرام کا ماخذ بنایا - اس ضمن میں مولانا سندھی پر اشتراکیت کی حمایت کے الزامات بھی عائد ہوئے تاہم آپ کی تحریرات کو غور سے پڑھنے پر یہی نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ آپ کی دعوت ایک ایسے ذہین اور پرعزم عالم و رہنما کے دل کی آواز ہے جو حالات کی چکی میں پستے رہنے کے باوجود ولولہ تازہ کا مالک رہا - مولانا نے وہی کچھ کہا جو محسوس کیا اور جسمیں انہیں مسلمانوں کی بہتری نظر آئی - چنانچہ آپ کی تحریک کے نتیجے میں کئی اداروں اور مولانا سندھی کے شاگردوں اور مسترشدین

نے خود کو شاہ ولی اللہ دہلوی کے افکار کیلئے وقف کر دیا چنانچہ اس ضمن میں بہت بڑا علمی و تحقیقی کام منظر عام پر آ چکا ہے -

مولانا سندھی کے افکار کی تائید اور تنقید میں بہت سے مقالات و کتب شائع ہوتے رہے ہیں - ان میں سے مولانا سعید احمد اکبر آبادی کی کتاب " مولانا عبیداللہ سندھی اور انکے ناقد " ایک متوازن علمی کوشش ہے جسمیں نہایت معقول اور تحقیقی انداز میں مولانا سندھی کے افکار کا دفاع کیا گیا ہے -

بیسویں صدی عیسوی میں شاہ صاحب کے علوم کی اشاعت :

مولانا عبیداللہ سندھی کے علاوہ جن شخصیات نے بیسویں صدی عیسوی کے تقاضوں کے مطابق شاہ ولی اللہ کے علوم کی اشاعت میں حصہ لیا ہے - ان میں مولانا شبیر احمد عثمانی ' مولانا حسین احمد مدنی ' مولانا احمد علی لاہوری 'مولانا محمد منظور نعمانی (مدیر الفرقان لکھنو) اور شاہ ولی اکیڈیمی سندھ کے علماء و اہل فکر حضرات خاص طور پر ڈاکٹر عبدالواحد ہالے پوتا ' مولانا غلام مصطفی قاسمی ' مخدوم امیر احمد ' پروفیسر غلام حسین جلبانی ' پروفیسر محمد سرور ' مولانا عبدالحمید سواتی وغیرہ شامل ہیں - راقم کے اساتذہ کرام میں سے مولانا محمد عبدالقدوس (سابق جج وفاقی شرعی عدالت) اور ڈاکٹر قاضی مجیب الرحمن الازہری (ڈائریکٹر اسلامک سنٹر پشاور یونیورسٹی) شاہ ولی اللہ کے علوم کے شناسا اور ان اشاعت کیلئے کوشاں رہنے والوں میں سے ہیں -

فصل : شاہ صاحب کے ناقدین

شاہ صاحب کی کثیر الجہات خدمات اور کمالات کا ایک زمانے نے اعتراف کیا ہے - جس نے بھی قلم اٹھایا - آپکی تعریف و توصیف کا شرف حاصل کیا - البتہ چند علماء اور اہل قلم نے آپکے بعض علوم و افکار پر تنقید بھی کی ہے جنکا مختصر جائزہ درج ذیل ہے -

علامہ محمد زاہد الکوثری

علامہ محمد زاہد کوثری (سابق خلافتِ عثمانیہ کی قائم کردہ "المشیخۃ الاسلامیۃ" کے وکیل) نے اپنی تصنیف " حسن التقاضی فی سیرۃ الامام ابی یوسف القاضی " کے آخر میں شاہ ولی اللہ کی بعض آراء و افکار پر تنقید کی ہے - انکے خاص خاص اعتراضات درج ذیل ہیں :

علامہ کوثری کا ایک بڑا اعتراض آپ پر یہ ہے کہ آپ کا مطالعہ محدود تھا - آپ نے احادیث کے متون پر توجہ کی مگر اسناد کی گہرائی آپ کی نظر سے پوشیدہ رہی اسی طرح مذہب حنفی کی بہت سی بنیادی کتب آپ کے مطالعہ میں نہیں آئیں (۱)

اس اعتراض کی سطحیت اس وقت واضح ہوتی ہے جب ہم شاہ صاحب کی دقیق اور

---

(۱) ولاباس ان اتحدث فی الختام ، عن الحبر الہمام الشیخ احمد بن عبدالرحیم الدہلوی رحمہ اللہ ، لکثرۃ تعرضہ لمباحث الاجتہاد و تاریخ الفقہ والحدیث فی کتبہ بانواع وجراۃ ، علی کرورۃ فی تفکیرہ ، وتحکم فی تصویرہ مع ضیق دائرۃ اطلاعہ علی کتب المتقدمین و قلۃ دراستہ لاحوال الرجال و تاریخ العلوم والمذاہب مسترسلا فی خیال ادی بہ الی الشطط فی کثیر من بحوثہ و تقریراتہ" - (اگلے صفحہ پر)

متنوع تصانیف پر ڈالتے ہیں - جن کی تعداد (۱) اور ان کے اندر موجود گہرے علوم

(بقیہ حاشیہ ص ۲۳۸) (حسن التقاضی فی سیرۃ ابی یوسف القاضی ص-۹۳ مطبوعہ ایچ ایم سعید کراچی ۱۴۰۳ھ)

۰۰۰۰۰۰ وکان جیر الاهتمام بمتون احادیث الاصول الستۃ لکنہ کان یکتفی بہا من غیر نظر فی اسانیدہا ، والواقع ان الاکتفاء بمتونہا یقصر المسافۃ الی حد الاقتصار علی مجلد واحد فی الحدیث ، لکن اہل العلم فی حاجۃ ماسۃ الی النظر فی الاسانید حتی فی الصحیحین فضلا عن السنن فی باب الاحتجاج بہا علی الفروع کما ہو طریقۃ اہل العلم فکیف یستباح ترک النظر فی الاسانید فی باب الاعتقاد ، واکتفاؤہ بمتون الستۃ من غیر نظر الی الاسانید جراۃ علی التحکم فی مذاہب الفقہا - و مسانید الائمۃ بما ہو خیال بحت یذوب امام التاریخ و تحقیق اہل الشان - (ایضاً ص - ۹۷)

۰۰۰۰۰۰ ومنہا تحکمہ فی اصول المذہب ، و تقولہ انہا صنع ید المتاخرین ، و ذکرہ الزیادۃ علی النص بخبر الآحاد فی ہذا الصنف مع ذکر مناظرۃ الشافعی محمدا فی ذلک مناقضا نفسہ و ناقضا لما ابرمہ قبل لحظۃ ، وہذا من الدلیل علی مبلغ وعیہ وعلی ضیق دائرۃ اطلاعہ وعدم خبرتہ بکتب المتقدمین المبثوث فیہا کثیر من اصول المذہب بالنقل عن ائمتنا القدماء ، فاین ہو من الاطلاع علی کتاب الحجج الکبیر او الصغیر لعیسی بن ابان ؟ وفصول ابی بکر الرازی فی الاصول ، وشامل الاتقانی ؟ وشروح کتب ظاہر الروایۃ التی فیہا کثیر جدا مما یتعلق باصول المذہب المنقولۃ عن ائمتنا ، فلا یصح ان یعول علی مثلہ فی ہذا الموضوع - (ایضاً ص - ۹۹)

(حواشی صفحہ ہذا)

(۱) دیکھئے اسی مقالہ میں عنوان "شاہ صاحب کی تصانیف"

سے آسانی آپ کے وسیع مطالعہ کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے جسکی وضاحت اور اشاعت کیلئے شاہ صاحب کے زمانے سے لیکر آج تک علماء و محققین کی ایک بڑی جماعت مصروف عمل رہی ہے (۱) آپ کے علمی وسائل کا اندازہ لگانے کیلئے آپکے خاندان کے علمی ذخیرے کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے جو صدیوں سے علم و ادب کا گہوارا رہا ہے - خود آپ کے والد محترم اور استاد شاہ عبدالرحیم صاحب فقہ حنفی کے محقق اور وسیع المطالعہ بزرگوں میں سے تھے جو فتاوی عالمگیری کی تدوین میں حصہ لے چکے تھے -

ہندوستان میں میسر علمی ذخیرہ کے علاوہ آپ کو سرزمین حجاز کے حنفی ، شافعی ، مالکی اور حنبلی اساتذہ کرام کے آگے زانوئے تلمذ تہہ کرنے کا بھی موقع ملا - اسطرح آپ کو وہ عظیم الشان علمی پس منظر میسر ہوا جو ہندوستان کے بہت کم اکابر کو میسر ہوا ہے -

آپ کے فرزند اور شاگرد شاہ عبدالعزیز کا اپنے بارے میں قول ہے کہ انہیں ایک سو پچاس علم حاصل تھے - یہاں تک کہ آپ موسیقی کے اسرار و رموز اور اردو زبان کے ادب عالی کے بھی ماہر تھے (۲) شاہ عبدالعزیز کی وسعت مطالعہ سے انکے والد محترم کے مطالعہ کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے -

درحقیقت علامہ کوثری آپ کو صرف اس بناء پر قلیل الدراسہ قرار دینا چاہتے ہیں کہ شاہ صاحب نے فقط فقہ حنفی کی تقلید پر اکتفاء نہ کیا بلکہ اپنے مطالعہ

---

(۱) دیکھیئے اسی مقالہ میں عنوان " شاہ صاحب کے علوم کے شارحین "

(۲) رود کوثر - شیخ محمد اکرام ص - ۵۸۸ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۸۴

کو وسیع اور ہمہ گیر بنا کر مذاہب اربعہ اور فقہاء محدثین کے مذاہب کی تدابیق کا کارنامہ انجام دیا - جو فقط آپ جیسے قوی الا ستقرار اور وسیع النظر والمطالعۃ شخص ہی کے ذریعے ممکن تھا -

۲) دوسرا اعتراض : علامہ کوثری کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ ہندوستان میں شاہ ولی اللہ نے مذہبی حنفی کے طریقے پر تعلیم حاصل کی اور تصوف میں امام ربانی شیخ احمد سرہندی کے توحید شہودی کا نظریہ سیکھا - مگر مدینہ منورہ جا کر آپ نے شیخ ابوطاہر شافعی کی شاگردی اختیار کی - جس سے ایک تو آپ مذہب حنفی پر قائم نہ رہ سکے اور دوسری جانب تصوف میں فلاسفہ ' حشویہ ' وحدۃ الوجود ' ظہور فی المظاہر اور حلول کے قائلین کے ہمنوا ہو گئے - (۱)

علامہ صاحب کا یہ قول بھی منصفانہ قرار نہیں دیا جا سکتا ہے اسلئے کہ ایک تو آپ کے استاد فقط ابو طاہر شافعی ہی نہ تھے بلکہ آپ نے دیگر مذاہب فقہ کے جلیل القدر علماء سے بھی استفادہ کیا - دوسرے شیخ ابو طاہر کے والد شیخ ابراہیم کورانی کو فلاسفہ حشویہ اور اتحادیہ کا ہمنوا کہنا سراسر الزام ہے - یہ اور بات ہے کہ شیخ ابراہیم اپنی وسعت نظر اور گہرے علم کے باعث متصوفین کی مختلف آراء کی تاویل پر قادر تھے - مولانا ابوالحسن ندوی لکھتے ہیں :

" وکان سلفی العقیدۃ ذابا عن شیخ الاسلام ابن تیمیۃ وکذا
" وہ سلفی العقیدہ تھے شیخ اسلام ابن تیمیہ کی طرف سے مدافعت

---

(۱) ولہ رحمہ اللہ خرمۃ مشکورۃ فی انہاض علم الحدیث فی الھند ، لکن ھذا لایبیح لنا السکوت عما ینطوی علیہ من اعمال تجافی الصواب ، فاقول : کان رحمہ اللہ نشأ علی مذھب

(اگلے صفحہ پر)

یذب عما وقع فی کلمات	کرتے تھے' اسی طرح سے صوفیہ کے
الصوفیہ مما ظاهره الحلول	ان الفاظ کی تاویل کرتے تھے جن سے
اوالاتحاد اوالعینیہ'-	ظاہری طور پر حلول و اتحاد یا عینیت کا
	اظہار ہوتا تھا -

اس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ شیخ الاسلام کی کتابوں سے تعارف

انکی حمایت و موافقت کا اظہار شاہ صاحب کی تحریروں سے ہوا ،

' نیز اس تطبیقی رجحان میں جو شاہ صاحب

(بقیہ حاشیہ ص ۲۴۰) الحنیفة فی الفروع والمعتقد ، وعلی مؤان العارف الشیخ احمد

بن عبدالاحد السرهندی المعروف بالامام الربانی فی القول بالتوحید الشهودی ، وألم

بالحدیث والفلسفة علی عادة اهل بلده ، ثم دخل الی الحجاز فتلقی الاصول السنة من

الشیخ ابی طاهر بن ابراهیم الکورانی الشافعی بالمدینة المنورة ولازمه ، وعکف علی

کتب والده التی تحاول الجمع بین الاراء المتراکلة للحشویة والاتحادیة والفلاسفة

والمتکلمین فمال الی مذهبه فی الفقه والتصوف فعاد الی الهند منحرفاً عن مشرب اهل بیته

و مذهب اسرته ، فی التصوف والفقه والاعتقاد مرتئیا التوحید الوجودی ، ولسان حاله یقول

" عقد الخلائق فی الاله عقائدا * وأنا اعتقدت جمیع ما اعتقدوه
فاشترقت الکلمة هناک بانوفاعه فی دعوته الی آرائه فی المذهب الفقهی
و محاولته الجمع بین آراء الحشویة والفلاسفة والقائلین بوحدة الوجود و

اذاعته القول بالتجلی فی الصور والظهور فی المظاهر - ظنا منه ان ذلک من
عقیدة الاکابر مع ان هذا و ذلک من باب القول بالحلول ، فیکون منبوذاً
عند الفحول من ارباب العقول ، وکم لهذا القول السقیم ، من نظائر فی العهد
القدیم -" (ایضاً ص - ۹۶ - ۹۷)

کی خاندانی روایت و وراثت تھی ، شیخ ابو طاہر کی گفتگو کا بھی اثر اور حصہ ہو گا جسکا رحجان انھوں نے اپنے والد ماجد شیخ ابراہیم کورانی سے وراثتا" پایا ہوگا - (١)

نیز یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ شاہ صاحب نے توحید شہودی کا کبھی انکار نہیں کیا بلکہ اسکے ساتھ ساتھ ابن عربی کے نظریہ توحید وجودی کو بھی درست قرار دیا اور طویل عرصے سے چلی ہوئی اس بحث کی بناء پر امت میں جو گروہ بندی ہو رہی تھی - اسمیں خود ایک فریق بننے کی بجائے اسے ختم کر کے تطبیق و تقریب کا عظیم الشان فریضہ انجام دیا - جسکی تفصیلات آپ کے مشہور "مکتوب مدنی" میں دیکھی جا سکتی ہیں - (٢)

٣) تیسرا اعتراض : علامہ کوثری کا تیسرا اہم اعتراض آپ کے بیان کردہ "عالم مثال" کے متعلق ہے - جسکے ذریعے آپنے بہت سے مشکل آیات و احادیث کی تفسیر و تاویل کی خدمت انجام دی - علامہ کے نزدیک یہ شاہ صاحب کی خود ساختہ ایجاد ہے جس کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں - (٣)

---

(١) تاریخ دعوت و عزیمت ج ۵ - ص ١١٢ - ١١١

(٢) نیز اسی مقالہ میں دیکھئے عنوان " شاہ صاحب کا فلسفہ "

(٣) ومنہا حملہ لمشکلات الآثار علی وجوہ مبنیۃ علی تخیل عالم یسمیہ عالم المثال تتجسد فیہ المعانی فی زعم بعض المتصوفۃ اخذا عن المثل الافلاطونیہ ، وہذا العالم خیال لم یثبت وجودہ فی الشرع ولا فی العقل ، فتکون احالۃ حل المشکلات علی ہذا العالم احالۃ علی خیال ، بل نفیا لمعانی الآثار بسبب القائہا فی مجاہل عالم المثال ، مع کون حمل الشیء - علی مالا یفہمہ اہل التخاطب فی الصدر الاول محض خیال و ضلال ، فلا یبقی مجال لحل المشکلات غیر النظر فی الاسانید و رجالہا وفی وجوہ الدلالۃ المعتبرۃ عند الائمۃ البررۃ "

" حسن التقاضی ص - ٩٧ - ٩٨

علامہ صاحب کا یہ اعتراض بھی درست نہیں ہے اسلئے کہ شاہ صاحب اور یونانی فلاسفہ افلاطون وغیرہ کے بیان کردہ عالم مثال کا آپس میں کوئی ربط نہیں - بلکہ شاہ صاحب نے جس عالم مثال کی بات کی ہے اسکی بنیاد صرف اور صرف قرآن و حدیث اور امت کے اکابر و محققین کی آراء ہیں - چنانچہ شاہ صاحب فرماتے ہیں :

" اعلم انه دلت احادیث کثیرة علی
ان فی الوجود عالما غیر عنصری
تتمثل فیه المعانی باجسام مناسبة
لها فی الصفة و تتحقق هنالک الاشیاء
قبل وجودها فی الارض نحواً من
التحقق فاذا وجدت کانت هی هی
بمعنی من معانی هو هو وان کثیرا من
الاشیاء مما لاجسم لها عند العامة
تنتقل و تنزل ولایراها جمیع
الناس قال النبی صلی الله علیه
وسلم " لما خلق الله الرحم قامت
فقالت هذا مقام العائذبک من القطیعة
وقال ان" البقرة وال عمران" تأتیان
یوم القیمة کانهما غمامتان

" یاد رکھئے کہ بہت سی احادیث اس پر
دلالت کرتی ہیں کہ اس (عالم) عنصری کے
علاوہ بھی ایسا عالم موجود ہے کہ جس میں
مفاہیم و معانی اپنی صفت کے مناسب
اجسام کے ساتھ ظاہر ہوتے ہیں اور زمین
میں وجود پذیر ہونے سے قبل اشیاء وہاں
ایک طرح متحقق و واقع ہوتی ہیں -
جب وجود میں آتی ہیں تو یہ اسکے مفہوم
میں وہی ہوتی ہیں (یعنی یہاں موجود ہوتے
وقت وہی چیز ہوتی ہے) اور بہت سی اشیاء
ایسی ہیں کہ عوام کے نزدیک انکا کوئی
جسم نہیں ، وہاں آتی جاتی رہتی ہیں
اور تمام لوگ انہیں نہیں دیکھتے - حضور
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "
جب اللہ نے رحم کو پیدا کیا تو وہ کھڑا ہو کر
کہنے لگا " یہاں ٹھکانہ ہے اسکا جو قطع

رحمی میں تیری پناہ مانگتا ہے " اور فرمایا قیامت کے روز سورۂ بقرۃ اور آل عمران اسطرح آئیں گی گویا وہ دو بدلیاں ہیں یا دو چھتریاں ہیں یا صف باندھے پرندوں کے دو غول ہیں اور اپنے پڑھنے والے کی طرف سے جھگڑا کریں گی - اور فرمایا " قیامت کے روز اعمال آئیں گے چنانچہ نماز آئے گی پھر صدقہ آئے گا پھر روزے آئیں گے " الحدیث

وفرقان من طیر صواف تحاجان عن اهلها " وقال تجیء الاعمال یوم القیمۃ فتجیء الصلوۃ ثم تجیء الصدقۃ ثم یجیء الصیام (الحدیث) وقال : ان المعروف والمنکر لخلیقتان تنصبان للناس یوم القیمۃ فاما المعروف فیبشر اهله واما المنکر فیقول الیکم الیکم ولا یستطیعون له الا لزوما - "

اور فرمایا " نیکی اور بدی دو مخلوق (جسم) بن کر قیامت کے روز لوگوں کیلئے کھڑی کی جائیں گی ، چنانچہ نیکی اپنے کرنے والے کو خوشخبری دیگی اور برائی کہے گی کہ دور ہو جاؤ دور ہو جاو - مگر وہ اس سے بچ نہیں سکیں گے (بلکہ ان سے چپک کر رہے گی)

ان النبی صلی اللہ علیه وسلم یدخل علی ربه وهو علی کرسیه و " ان اللہ تعالی یکلم ابن آدم شفاها " - الی غیر ذلک مما لایحصی کثرۃ والناظر فی هذه الاحادیث بین احدی ثلاث اما ان یقر

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیه وسلم اپنے پروردگار کے پاس جائیں گے اور وہ اپنی کرسی پر (جلوہ فرما) ہوگا " اور " اللہ تعالی بنی آدم سے روبرو کلام فرمائے گا " اسکے علاوہ اور بہت سی روایات ہیں جن کا شمار نہیں کیا جا سکتا - ان احادیث میں غور کرنے والا

بظاہرہا فیضطر الی اثبات

عالم ذکرنا شانہ وھذہ ھی

التی تقتضیہا قاعدۃ اہل

الحدیث نبہ علی ذلک السیوطی

رحمہ اللہ تعالی وبہا اقول

والیہا اذہب او یقول ان

ہذہ الوقائع تترآءی لحس

الرائی وتتمثل لہ فی بصرہ

وان لم یکن خارج حسہ وقال

بنظیر ذلک عبداللہ بن مسعود

فی قولہ تعالی "یوم تاتی

السمآء بدخان مبین" –ولی

انہم اصابہم جدبٌ فکان

احدہم ینظر الی السماء

فیری کہیئۃ الدخان من الجوع

ویذکر عن ابن الماجشون ان کل

حدیث جاء فی التنقل والرؤیۃ

فی المحشر فمعناہ انہ یغیر

ابصار خلقہ فیرونہ نا زلاً

انسان تین (حالات) میں سے ایک

(حال) میں ہوتا ہے -(۱) انکے ظاہری

(معنی) کا اقرار کرے تو ایک دوسرے

عالم کو ثابت کرنے پر مجبور ہوگا جسکا

حال ہم ذکر کر چکے ہیں اور محدثین کے

دستور کا یہی تقاضا ہے اور علامہ سیوطی

رحمہ اللہ علیہ نے اس پر آگاہ فرمایا - میں

بھی اسکا قائل ہوں اور یہی میرا مذہب

ہے - (۲) یا یوں کہے کہ یہ واقعات

حس بصر میں نظر آتے ہیں اور (ظاہر)

نگاہ میں یہ متمثل ہوتے ہیں - مگر خارج

(اور واقعہ) میں انکا کوئی (وجود) نہیں

حضرت عبداللہ بن مسعود نے اللہ تعالی

کے درج ذیل فرمان میں اسطرح توضیح

کی ہے - "اس دن کہ لائے گا آسمان دھواں

ظاہر -" کہ ان پر قحط سالی آئی -

چنانچہ جو بھی آسمان کی طرف نگاہ

اٹھاتا تو شدت بھوک کے باعث انہیں دھواں

سا نظر آتا اور ابن ماجشون سے مذکور ہے

متجلیاً ویناجی خلقه ویخاطبهم
وهو غیر متغیر عن عظمته و لا منتقل
لیعلموا ان الله علی کل شئی
قدیرا و یجعلها تمثیلاً لتفهم
معان اخری ولست أری المقتصر
علی الثالثه من اهل الحق وقد
صور الامام الغزالی فی عذاب
القبر تلک المقامات الثلاث حیث
قال امثال هذه الاخبار لها ظواهر
صحیحه و اسرار خفیه ولکنها عند
ارباب البصائر واضحه فمن لم
ینکشف له حقائقها فلا ینبغی
ان ینکر ظواهرها بل اقل درجات
الایمان التسلیم والتصدیق - (۱)

کہ " جس حدیث میں محشر کے روز (اللہ
تعالی) کی نسبت حرکت و نقل کرنے یا
رویت کا ذکر آتا ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ
وہ مخلوق کی نگاہیں بدل دیگا چنانچہ وہ
اسے نزول کرتا اور تجلی فرماتا دیکھیں گے
وہ سمجھیں گے) کہ وہ مخلوق سے کلام
کر رہا ہے ان سے مخاطب ہے حالانکہ
وہ اپنی اس عظمت پر ہے اور اس سے متغیر
نہیں ہوتا اور نہ منتقل ہوتا ہے اور یہ سب
اسلئے ہے تا کہ لوگ جان جائیں کہ اللہ
تعالی ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے - (۳) یا
انہیں دوسرے معنی سمجھنے کیلئے تمثیل
قرار دیگا اور میرا خیال ہے کہ یہ تیسرا قول
کسی اہل حق کا نہیں ہے - امام غزالی نے
ان تینوں مقامات کی عذاب قبر کے ضمن میں
صورت بیان کی ہے فرمایا " اس قسم کی
احادیث کے ظاہری (مفاہیم و معانی)
صحیح ہیں اور انکے مخفی اسرار ہیں -
البتہ اصحاب بصیرت کے نزدیک یہ سب واضح
(ومنکشف) ہیں - چنانچہ جسکو انکے حقائق
کا انکشاف نہیں ہوا اسکو انکے ظواہر

---

(۱) حجه الله البالغه ج ۱ - ص - ۵۲ تا ۵۵ ملتقطا

(معانی) کا انکار نہیں کرنا چاہیے بلکہ
ایمان کا ادنی ترین درجہ تسلیم و تصدیق
ہے -

اس بیان سے شاہ صاحب کے ذکر کردہ "عالم مثال" کی حقیقت معلوم ہو سکتی ہے -

مولانا مسعود عالم ندوی اور مولانا ابوالاعلی مودودی :

شاہ صاحب کے ناقدین میں مولانا مسعود عالم ندوی بھی شامل ہیں جنہوں نے آپ کی خدمات اور مجتہدانہ اقدامات کے بارے میں رطب اللسان ہونے کے باوجود آپ کے تصوف اور فلسفہ پر اعتراض کیا ہے اور یہ جملہ دہرایا ہے کہ "ہم محدث و فقیہ شاہ ولی اللہ کو تو جانتے ہیں مگر متصوف و فلسفی ولی اللہ سے ہمارا کوئی تعلق نہیں (۱)

تقریباً اسی قسم کے خیالات کا اظہار مولانا سید ابوالاعلی مودودی نے شاہ صاحب اور انکی اولاد و متبعین کے تصوف کے بارے میں کیا ہے -

---

(۱) والذی لابد من الاشارۃ الیہ فی ہذا المقام ان الامام ولی اللہ علی ما بہ من علم غزیر و نظرات فی اسرار الشریعۃ ثاقبۃ و اطلاع واسع علی تاریخ الاسلام واسباب تقہقر المسلمین و بصر نافذ بادواء الامۃ و دوائہا ما سلم من تاثیر البیئۃ التی نشأ فیہا ، فلم یتخلص من مصطلحات التصوف و علوم الیونان واشاراتہم و رموزہم البتۃ. و ذلک بما لا عہد لنا بہ فی کتب ائمۃ السلف من المحدثین والمدققین - ولولا ہذا الخلل فی کتبہ و مصنفاتہ لکانت ، مؤلفات کبار ائمۃ المسلمین و ثمرات قرائحہم و ناہزت افکارہ آثار ابن تیمیۃ واضرابہ - ان کان لہ اضراب لکن اصطباغ کتاباتہ بصبغۃ التصوف واختیارہ لمصطلحاتہ واشاراتہ و رموزہ التی ربما لایفہمہا الا المتصوفون " -........

......ولذلک قال من قال من اولی العلم : نحن نعرف (ولی اللہ) المحدث الفقیہ صاحب (حجۃ اللہ البالغہ) (وازالۃ الخفاء) ونجلہ، أما (ولی اللہ) المتصوف والفلسفی ، فلا صلۃ لنا بہ".
(تاریخ الدعوۃ الاسلامیۃ فی الہند للسید مسعود الندوی - ص ۱۵۸ — ۱۶۰ - نشر دار العربیۃ -

لکھتے ہیں :

" پہلی چیز جو مجھ کو حضرت مجددالف ثانی کے وقت سے شاہ صاحب (ولی اللہ) اور انکے خلفاء تک کے تجدیدی کام میں کھٹکی ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے تصوف کے بارے میں مسلمانوں کی بیماری کا پورا اندازہ نہیں لگایا، اور نادانستہ انکو پھر وہی غذا دیدی جس سے مکمل پرہیز کرانے کی ضرورت تھی - حاشا کہ مجھے فی نفسہ اس تصوف پر اعتراض نہیں ہے جو ان حضرات نے پیش کیا، وہ بجائے خود اپنی روح کے اعتبار سے اسلام کا اصل تصوف ہے اور اسکی نوعیت احسان سے کچھ مختلف نہیں لیکن جس چیز کو میں لائق پرہیز کہہ رہا ہوں وہ متصوفانہ رموز و اشارات اور متصوفانہ زبان کا استعمال اور متصوفانہ طریقے سے مشابہت رکھنے والے طریقوں کو جاری رکھنا ہے ۔۔۔۔۔

" پس جس طرح پانی جیسی حلال چیز بھی اس وقت ممنوع ہو جاتی ہے جب وہ مریض کے لئے نقصان دہ ہو اسی طرح یہ قالب بھی مباح ہونے کے باوجود اسی بناء پر قطعی چھوڑ دینے کے قابل ہو گیا ہے اور اسکے قریب جاتے ہی ان مزمن مریضوں کو پھر وہی "چنیا بیگم" یاد آ جاتی ہے جو صدیوں تک انکو تھپک تھپک کر سلاتی رہی ہے" ....

" مسلمانوں کے اس مرض سے نہ حضرت مجدد ناواقف تھے نہ شاہ صاحب دونوں کے کلام میں اسپر تنقید موجود ہے ، مگر غالباً اس مرض کی شدت کا انہیں پورا اندازہ نہ تھا یہی وجہ ہے کہ دونوں بزرگوں نے ان بیماروں

کو پھر وہی غذا دے دی جو اس مرض میں مہلک ثابت ہو چکی تھی اور اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ دونوں کا حلقہ پھر اسی پرانے مرض سے متاثر ہوتا چلا گیا -"

" اگرچہ مولانا اسماعیل شہید رحمہ اللہ علیہ نے اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ کر ٹھیک وہی روش اختیار کی جو ابن تیمیہ کی تھی لیکن شاہ صاحب (ولی اللہ) کے لٹریچر میں تو یہ سامان موجود تھا جسکا کچھ اثر شاہ اسماعیل شہید کی تحریروں میں بھی باقی رہا - اور پیری مریدی کا سلسلہ بھی سید صاحب کی تحریک میں چل رہا تھا اسلئیے "مرض صوفیت" کے جراثیم سے یہ تحریک پاک نہ رہ سکی -" (۱)

شاہ صاحب کے فلسفہ اور تصوف پر ان دونوں حضرات کی تنقید کا مقصد اگر یہ ہو کہ عوام الناس تک ان دقیق مباحث کو نہیں لانا چاہئیے تو یہ بات درست ہے اور خود شاہ صاحب بھی عوام کو ان مباحث سے حتی الوسع دور رکھنے کے حق میں ہیں - آپ فرماتے ہیں :

" ھذہ علوم الحکمۃ التی من	" یہ اس حکمت کے علوم ہیں کہ جسے
اوتیہا فقد اوتی خیرا کثیرا	عطا ہوئی اسے بڑی بھلائی ملی اور
والتی ھی ضالۃ الحکیم	یہ حکیم کی گمشدہ چیز ہے اسے جہاں
فھوا حق بہا حیث وجدہا	بھی ملے وہ اسکا حقدار ہے اور جس شخص

---

(۱) تجدید و احیائے دین - از مولانا ابوالاعلی مودودی - ص - ۱۱۹ تا ۱۲۱ ملتقطا

ومن لم يرزق الذهن الوقار جبلة — کو فطرتاً تیز ذہن نہیں دیا گیا اور
ولا الادراك الاشرف من التعقل — نہ اعلی درجے کا ادراک اسکے ذہن
كسبا فليكن من مطالعتها على — میں آیا ہو جو عقل و فکر سے
حذر حاذر لئلا يخطئها وانما — حاصل کیا جاتا ہے - تو ایسے شخص
هي حكمة ربانية قدسية -" (۱) — کو اسکے مطالعہ سے ڈرنا اور بچنا چاہیے
تا کہ اسے غلطی پر محمول نہ کر دے
اور حقیقت یہ ہے کہ یہ ربانی قدسی
حکمت ہے -

شاہ صاحب کے بیان کردہ ان فلسفیانہ اور صوفیانہ ان علوم عالیہ کو سرے سے بے کار جاننا کسی طرح بھی قرین انصاف نہیں - اسلامی فلسفہ اور تصوف جو ملت اسلامیہ کی صدیوں کی تاریخ اور ملت کے تجارب و عقول کا ثمرہ ہیں انہیں علماء و اہل نظر کیلئے شجرہ ممنوعہ قرار دینا ملت کے ذہنی افتقار کا باعث بن سکتا ہے - خاص طور پر موجودہ مادیت زدہ ماحول میں تو اس بات کی ضرورت اور بڑھ گئی ہے کہ علماء اور اہل قلم ان اکابر کے علوم و مشاہدات کی تحقیق کو اپنا مشغلہ قرار دیں -

تصوف کی اصلاح اور اسکی ترقی میں آپ نے جو نمایاں حصہ لیا اہل دل اسے آپ کی امتیازی خصوصیات میں شمار کرتے ہیں - آپ کے ایک معاصر اور مشہور صوفی بزرگ مرزا مظہر جانجاناں (۲) فرماتے ہیں :

"ان الشيخ ولي الله قربيين — " بے شک شیخ ولی اللہ نے ایک
طريقة جديدة وله اسلوب خاص — نیا طریقہ بیان کیا ہے اور اسرار معارف

---

(۱) مقدمہ - الخیر الکثیر -

(۲) حاشیہ اگلے صفحے پر

فی تحقیق اسرار المعارف و غوامض العلوم وانہ ربانی من العلماء ولعلہ لم یوجد مثلہ فی الصوفیۃ المحققین الذین جمعوا بین علمی الظاہر والباطن وتکلموا بعلوم جدیدۃ الارجال معدودون (۱)

اور گہرے علوم کی تحقیق میں ان کا جداگانہ اسلوب ہے وہ ربانی علماء میں سے ہیں اور شاید ان محققین صوفیاء میں انکی مثال ملنا مشکل ہے جنہوں نے علم ظاہر و باطن کو جمع کیا اور جدید علوم کو بیان کیا ماسوائے چند اشخاص کے -

اس ضمن میں یہ اعتراض کہ شاہ صاحب اور انکے پوتے شاہ اسماعیل شہید کی تحریک کے اندر " تصوف کے جراثیم " موجود تھے تو یاد رکھنا چاہئیے کہ ترکیہ نفس اور اخلاص ہی وہ عناصر تھے جنکی بدولت آپ کی تحریک ایک لمبے عرصے تک زندہ رہ سکی - آپ کا پیش کردہ تصوف گوشہ نشینی کا نہیں بلکہ سرتاپا جہاد و سرفروشی کا نام تھا -

شاہ صاحب نے ہتھیار کیوں نہیں اٹھایا :

شاہ صاحب کو اللہ تعالی نے جن گونا گوں علمی و عملی صلاحیتوں سے نوازا تھا انعیں آپ کی موروثی سپاہ گری اور دلیری کی صفات بھی شامل تھیں - اسلئے یہ بات ذہن میں آتی ہے کہ جب شاہ صاحب نے احمد شاہ ابدالی ، نجیب الدولہ اور دیگر امراء و مجاہدین کو منظم و متحد کرنے میں سعی بلیغ فرمائی تو

(حاشیہ صفحہ سابقہ) . مشہور نقشبندی بزرگ اور اردو زبان کے محسن مرزا مظہر جان جاناں (۱۶۹۹ء تا ۱۷۸۰ء) نے پوری زندگی تصوف اور شعر و ادب کی خدمت میں بسر کی . آپ کئی کتابوں کے مصنف تھے . نامور خلفاء نے آپ کے طریقے کی دور دور تک اشاعت کی .

(۱) نزہۃ الخواطر - ج ۶ - ص ۴۰۵

خود آپ نے معرکہ حق و باطل میں اتر نے اور قیادت سنبھالنے کی کوشش کیوں نہ کی - اسکا جواب شاہ صاحب نے ایک موقع پر خود دیا ہے اور وہ یہ کہ اگر حالات کا تقاضا ایسا ہوتا تو شاہ صاحب اس سے کبھی دریغ نہ فرماتے - چنانچہ لکھتے ہیں :

" فلو فرض ان یکون ہذا الرجل فی زمان واقتضت الاسباب ان یکون اصلاح الناس باقامۃ الحروب و نفذ فی قلبہ اصلا حہم لقام ہذاالرجل بامرالحرب اتم قیام وکان اماما" فی الحرب لایقاس بالرستم والا سفنریار و غیرہا طفیلیون علیہ مستمدون منہ ' مقتدون بہ - (۱)

" فرض کیا جائے کہ یہ شخص (شاہ صاحب) ایک ایسے زمانے میں پیدا ہوتے جسکے حالات کے تقاضا کے مطابق لوگوں کی اصلاح کیلئے میدان کارزار میں کودنا ضروری ہوتا اور اس شخص کے دل میں انکی اصلاح کا یہ پروگرام ڈال دیا جاتا تو یہ شخص جنگ کے امور کو ایسے مکمل انداز میں ترتیب دیتا کہ رستم و اسفندیار کے کارنامے اسکے سامنے ہیچ ہوتے بلکہ ان جیسے لوگ اسکے طفیلی اور تابع فرمان ہوتے " -

تاہم حالات اسکے متحمل نہ تھے اسی لئے شاہ صاحب نے بعض وقتی اقدامات کے ساتھ ساتھ آئندہ کیلئے قوم کی فکری و اعتقادی بنیادوں کی تجدید و تشہیر کے کام کیلئے خود کو وقف کر دیا -

---

(۱) التفہیمات الالہیہ ج ۱ - ص - ۱۳۴

اس ضمن میں مولانا عبدالرحیم مترجم حجۃ اللہ البالغۃ لکھتے ہیں :

" بعض کوتہ تنظر حضرات شاہ صاحب کے متعلق یہ اعتراض پیش کرتے ہیں کہ آپ نے جہاد کیوں نہیں کیا ؟ اسکا جواب یہ ہے کہ اولاً تو یہ بات قابل تسلیم نہیں کہ ایک عالم ربانی اور مجدد دین کیلئے یہ ضروری ہے کہ وہ ہاتھ میں تلوار لیکر اہل کفر وشرک اور اہل بدعت و ضلالت کے ساتھ برسرپیکار ہو - ایک عالم ربانی یا مجدد نبی کا تابع ہوتا ہے - سوال یہ ہے کہ خود انبیاء کرام علیہم الصلوہ والسلام کی عظیم المرتبت شخصیتوں میں کتنے ہیں جنھوں نے تبلیغ دینِ حق پر اکتفا نہ کرکے جہاد کے لیئے تلوار اٹھائی ہے ؟ خود حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی کیا ہمارے لیے اسوۂ حسنہ نہیں ؟ کیا کفر بد عقیدوں اور شرک و بدعت کو مٹانے کیلئے قلم اٹھانا جہاد نہیں ؟ اور کیا یہ جلیل القدر کارنامہ جہاد کے مفہوم میں داخل نہیں کہ ایک عالم ربانی اپنے قلم کے زور سے ان تمام پردوں کو جنکی وجہ سے دین حنیف کا نورانی چہرہ لوگوں کی نظروں سے محجوب و مستور ہے ، چاک کرکے اسکے اصلی حسن وجمال کو منظر عام پر جلوہ گر کردے اور اسکے جملہ حقائق و معارف کو بے نقاب کرکے امت مسلمہ کے ہر ایک طبقہ کو انکی غلطیوں اور برائیوں سے مطلع کرے جن میں کہ وہ صدیوں سے مبتلا تھے - اگر اس سوال کا جواب نفی میں نہیں اور یقیناً نہیں ، تو پھر مجھے یہ کہنے میں ذرا بھی تامل نہیں کہ حضرت شاہ صاحب

بہت بڑے عالم ربانی ، بہت بڑے مجدد اور بہت بڑے مجاہد تھے - آپ کی تصنیفات پر پھر گہری نظر ڈالنے سے ہر ایک صاحب فہم و درایت اسی نتیجے پر پہنچ سکتا ہے - کسی مزید ثبوت کی ضرورت نہیں ......

ثانیاً یہ کہ جو عمل صالح کسی کی تعلیم و تلقین کا نتیجہ ہو یا اسکی ترغیب تحریض سے ظہور میں آئے وہ بھی اسی کا عمل سمجھا جاتا ہے جسکی تصریح احادیث صحیحہ میں موجود ہے - جسکی تسلی حدیث سے نہ ہو، اسکے سامنے یہ آیت پڑھی جا سکتی ہے : " من یشفع شفاعۃً حسنۃً یکن لہ نصیب منہا " (سورہ نساء ، رکوع ۱۱) " جو شخص نیک کام میں کسی کا ہاتھ بٹائے اور اسکو مدد دے - اسکا بھی اس (کے ثواب) میں حصہ ہوگا " تو کیا آپ شفاعت کے مفہوم کو عرفی سفارش تک محدود سمجھتے ہیں ؟ شفاعت کے معنی لغت میں دیکھیے - اسکے معنی ہیں کسی کا ساتھی بن جانا (ایک سے دو ہو جانا) چاہے عملاً اسکا ہاتھ بٹائیں یا صحیح طریقہ پر اسکی رہنمائی کریں یا کسی دوسرے سے کچھ کہہ کر اس کا کام کرا دیں ، یہ سب شفاعت کے مفہوم میں داخل ہے - بہرکیف یہ شاہ صاحب کی تعلیم و تربیت ہی کا نتیجہ تھا کہ آپ ہی کے خاندان سے آپ کی وفات سے تھوڑے عرصہ کے بعد سید احمد شہید بریلوی اور مولوی اسماعیل دہلوی اٹھ کھڑے ہوئے - انہوں نے تلقین و ارشاد سے شرک و بدعت کو مٹانے کیلئے قلمی جہاد کرنے کے علاوہ تیغ و تفنگ سے بھی جہاد کیا اور اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے لڑتے لڑتے شہید ہوئے - " (۱)

(۱) مولانا عبدالرحیم - اردو ترجمہ - حجۃ اللہ البالغہ - ص: ۹۰ - ۸۹ - قومی کتب خانہ لاہور ۱۹۸۳ء

ڈاکٹر این میری شمل :

مشہور مستشرق ڈاکٹر شمل نے شاہ صاحب کی سیاسی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے یہ نکتہ اٹھایا ہے کہ آپ نے انگریز مستعمرین کے خلاف کیوں آواز نہیں اٹھائی - وہ لکھتی ہیں :

In this respect it is worth mentioning that Shah Waliullah, who so energetically called upon the Pathans (Rohillas and Ahmad Shah Durrani) for help against the Mahrattas and Sikhs, never speaks of the British-who during his lifetime, in 1757, gained their first, decisive victory at Plassey In Bengal and whose influence increased day by day. (1)

(ترجمہ) " اس ضمن میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ شاہ ولی اللہ جنہوں نے پوری قوت کے ساتھ پٹھانوں (روہیلوں اور احمد شاہ درانی) کو مرہٹوں اور سکھوں کے مقابلہ کیلئے بلایا - (لیکن) انگریزوں کے بارے میں کچھ نہیں کہا جنہوں نے آپ کی زندگی میں ۱۷۵۷ ء میں بنگال میں پلاسی کے مقام پر پہلی فیصلہ کن کامیابی حاصل کی اور جنکا اثر روز بروز بڑھتا جا رہا تھا - "

شاہ صاحب پر ڈاکٹر شمل کے اس اعتراض کا جائزہ لینے کیلئے اس دور کے سیاسی حالات پر ایک نظر ڈالنا دلچسپی کا باعث ہوگا - اس دور کے اہم تاریخی واقعات درج ذیل ہیں :

(۱) ۱۷۳۸ ء : نادر شاہ درانی کا حملہ اور دہلی میں قتل عام -

(۲) ۱۷۴۷ ء : اس واقعہ ہائلہ کے ۹ سال بعد احمد شاہ درانی

(1) Dr.Schemmel-And Muhammad is His Messenger - P.221

کے مشہور حملے شروع ہوئے -

(۳) ۱۷۵۷ء: جس سال ۱۷۵۷ء میں پلاسی کے میدان میں انگریزوں نے فتح حاصل کی - اسی سال احمد شاہ ابدالی نے حملہ کر کے دہلی اور متھرا کو تاراج کیا - اسکے بعد شاہ صاحب دارالسلطنت دہلی کے دگرگوں حالات سے اتنے مجبور ہوئے کہ آپ اور آپکے ساتھیوں نے مرہٹوں کے مقابلہ کیلئے احمد شاہ ابدالی کو دہلی پر حملہ آور ہونے کی دعوت دی - اس کیلئے آپ کو کیا کچھ کرنا پڑا اسکی ایک جھلک زیر نظر مقالے میں " شاہ صاحب کی سیاسی خدمات " کے ضمن میں دیکھی جا سکتی ہے -

(۴) ۱۷۶۱ء: پانی پت کی وہ مشہور لڑائی 'جسمیں مرہٹوں کا قتل عام ہوا' جنگ پلاسی سے ساڑھے چار سال بعد ۱۴ جنوری ۱۷۶۱ء کو ہوئی -

(۵) ۱۷۶۲ء: اس خون آشام جنگ کا گرد وغبار ابھی بیٹھنے نہ پایا تھا کہ اگلے سال ۱۷۶۲ء میں شاہ صاحب نے اپنے صحیفہ حیات کا آخری ورق پلٹ دیا - (۱)

ان سیاسی حالات پر نظر ڈالنے سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس آخری دور میں شاہ صاحب کا مسکن اور مغلیہ حکومت کا دارالسلطنت " دہلی " بازیچہ اطفال بنا ہوا تھا - بنگال تو بڑی دور کی بات ہے خود دہلی شہر بھی پوری طرح مغل بادشاہوں کے قبضے میں نہ تھا - دہلی کے شمال مغرب

---

(۱) تفصیلات کیلئے دیکھیئے علمائے ہند کا شاندار ماضی - از مولانا محمد میاں جلد ۲ ص - ۵ - مطبوعہ ۱۹۵۷ - مطبع ندارد

میں سکھوں کی فتنہ پردازی اور جنوبی ہند میں مرہٹوں کی مستقل طاقت نے دارالسلطنت کو بے بس کرکے رکھ دیا تھا (۱) ان حالات میں شاہ ولی اللہ اور انکی جماعت نے شہر دہلی کو محفوظ بنانے کیلئے جو کچھ کیا وہی حیرت انگیز ہے - ایسے ماحول میں آپ کی تحریروں میں پلاسی کا ذکر تلاش کرنا کسی طرح قرین انصاف نہیں -

دوسری بات یہ کہ پانی پت کی زلزلہ انگیز جنگ کے بعد آپ کو مزید وقت ہی نہ ملا - اور آپ کے انتقال پرملال کا وقت آ پہنچا -

تیسری بات یہ بھی قابل غور ہو سکتی ہے کہ شاہ صاحب کی بے شمار تحریریں ہم تک نہیں پہنچ سکی ہیں - آپ کے قریبی متوسلین نے آپ کی تصانیف کی تعداد نوے (۹۰) تک بتائی ہے لیکن (ہمارے پاس یہ تمام ذخیرہ موجود نہیں ۔) ہمیں آئندہ محققین کا بھی انتظار کرنا چاہئیے جو شاید شاہ صاحب کی تحریروں اور مکتوبات کی تحقیق سے ہمیں اس ضمن میں معلومات فراہم کر سکیں -

---

(۱) اس زمانے میں یہ مقولہ مشہور تھا - " سلطنت شاہ عالم از دہلی تا پالم "

فصل : شاہ صاحب کی تصانیف

ایک مستند قول کے مطابق (۱) شاہ صاحب کی تصانیف کی تعداد نوے سے بھی زیادہ ہے جن میں سے بہت سی کتابیں ابھی تک منظر عام پر نہیں آسکی ہیں - شاہ صاحب کی معلوم شدہ مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتب کی فہرست حروفِ تہجی کی ترتیب سے درج ذیل ہے :

(ا)

۱ - آثار المحدثین : بزبان فارسی سن تالیف ۱۱۲٦ ھ
بروکلمان نے اسکا ذکر کیا ہے - (۲)

۲ - الارشاد الی مہمات علم الاسناد : (عربی) اسناد کے بارے میں مختصر رسالہ ہے -

۳ - ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفا : (فارسی) فارسی کا عکسی نسخہ پاکستان میں سہیل اکیڈمی لاہور نے بڑے سائز میں شائع کیا ہے خلفاء راشدین کی تاریخ ' فضائل ' اسلامی خدمات اور اسلامی حکومت کے بنیادی اصول و ضوابط کو کتاب و سنت اور اجماع امت کے دلائل کے ساتھ مدلل طور پر بیان کیا گیا ہے - محققین کیلئے اس میں نایاب معلومات ہیں - اردو ترجمہ علیحدہ اور فارسی متن کے ساتھ متعدد بار شائع ہو چکا ہے -

---

(۱) "تصنیفات آنحضرت قریب نود ۹۰ بل زیادہ در علوم دین" مکتوب سید محمد نعمان حسنی بنام شاہ ابو سعید بریلوی مطبوعہ در ضمیمہ شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات ص - ۲۰۷

(۲) بروکلمان - ضمیمہ ج ۲ - ص - ٦۱۵

۴ - اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم : عربی زبان میں بائیہ قصیدہ ہے جس کا مطلع ہے : کان نجوماً أو مضت فی الغیاہب"

عیون الأفاعی او رؤوس العقارب

یہ قصیدہ آپ نے سواد بن قارب صحابی کے نعتیہ قصیدہ کی طرز پر موزوں فرمایا ہے -

۵ - الطاف القدس : (فارسی) اردو ترجمہ کے ساتھ مدرسۃ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ سے شائع ہو چکی ہے - اسمیں تصوف کے اصول اور لطائف سے متعلق اعلی پایہ کے مباحث ہیں -

۶ - الانتباہ فی سلاسل الاولیاء : (فارسی) اسکے پہلے حصے میں آپ نے ان صوفیاء کرام کے مشہور سلاسل کا تذکرہ فرمایا ہے - جن سے آپ نے خوشہ چینی کی ہے - دوسرے حصہ میں علم حدیث اور علم فقہ کی اسانید کا بیان ہے دونوں حصے علیحدہ علیحدہ طبع ہوئے ہیں -

۷ - الانصاف فی بیان سبب الاختلاف : (عربی) اس رسالہ میں آپ نے مذاہب فقہ کے اختلافات اور صحابہ کرام کے باہمی علمی اختلافات پر نہایت عمیق بحث فرمائی ہے - ایک لحاظ سے یہ رسالہ فقہ کی تدوین کے مختلف مراحل کی تاریخ کی حیثیت رکھتا ہے -

۸ - انفاس العارفین : (فارسی) یہ کئی رسالوں کا مجموعہ ہے جو فارسی زبان میں ہندوستان میں شائع ہوا ہے - اس میں درج ذیل رسائل شامل ہیں : (۱) بوارق الولایۃ (۲) شوارق المعرفۃ (۳) الامداد فی مآثر الاجداد

(۴) النبذة الابريزية فى اللطيفة العزيزية (۵) العطية الصمدية فى انفاس المحمدية (۶) انسان العين فى مشائخ الحرمين - (۷) الجزء اللطيف فى ترجمه العبد الضعيف -

(ب)

۹- البدور البازغة : (عربی) ڈاکٹر صغیر حسن معصومی کے مقدمہ اور تحقیق کے ساتھ شاہ ولی اللہ اکیڈمی سندھ سے شائع ہو چکی ہے - اس کا اردو ترجمہ استاد مکرم ڈاکٹر قاضی مجیب الرحمان الازہری نے کیا ہے - جو ابھی زیور طباعت سے آراستہ نہیں ہوا -

(ت)

۱۰- تاویل الاحادیث : فی رموز قصص الانبیاء (عربی) شاہ ولی اللہ اکیڈمی سندھ سے شائع ہو چکی ہے - قرآن مجید میں مذکورہ انبیاء کرام کے قصص اور سلسلہ نبوت کے ارتقاء کو شاہ صاحب نے اپنے مخصوص انداز اور دقیق اصطلاحات کے ساتھ بیان کیا ہے -

۱۱- تراجم ابواب بخاری : (عربی) نور محمد کارخانہ کتب کراچی کی مطبوعہ بخاری شریف کے شروع میں مقدمہ کے طور پر شامل ہے - بخاری شریف کے ابواب اور انکے عنوانات کے آپس میں تعلق اور ربط پر بحث کی گئی ہے .

۱۲- التفہیمات الالٰہیة : (عربی ' فارسی) مولانا غلام مصطفٰی قاسمی کی تحقیق اور حواشی کے ساتھ شاہ ولی اللہ اکیڈمی سندھ سے شائع ہوئی ہے - فلسفۂ اسلام اور شریعت کے اسرار و رموز سے متعلق شاہ صاحب کی نادر تحقیقات

اور مقالات کا مجموعہ ہے بعض طویل اور بعض نہایت مختصر بیانات ہیں -

(ج)

۱۳- الجزء اللطیف : انفاس العارفین کے ایک حصہ کے طور پر شائع ہو چکا ہے - شاہ صاحب کے ذاتی حالات پر مبنی ہے - شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات کے ساتھ ضمیمہ کے طور پر اردو ترجمہ کے ساتھ شائع ہو چکا ہے -

(ح)

۱۴- حجۃ اللہ البالغۃ : دو جلد - (عربی) شاہ صاحب کی معرکۃ الاراء کتاب جس میں شریعت مطہرہ کے اسرار و رموز سے پردہ اٹھایا گیا ہے - اردو زبان میں متعدد تراجم شائع ہو چکے ہیں -

۱۵- حسن العقیدۃ عربی : یہ تفہیمات الہیہ کا ایک حصہ ہے -

(خ)

۱۶- الخیر الکثیر : (عربی) صوفیانہ علوم و معارف میں اعلی پایہ کی کتاب اس کے ہر باب کو " خزانہ " کا عنوان دیا گیا ہے - شاہ صاحب کے دستِ راست شیخ محمد پھلتی نے اس کتاب کو جمع کیا ہے - اسکا اردو ترجمہ شاہ ولی اللہ اکیڈمی سندھ سے شائع ہو چکا ہے -

(د)

۱۷- الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین : (عربی) مختصر رسالہ ہے

۱۸- دیوان اشعار : جسے شاہ عبدالعزیز نے جمع کیا اور شاہ رفیع الدین نے ترتیب دی - ندوۃ العلماء لکھنؤ کے کتب خانہ میں غیر مطبوع موجود ہے -

(ر)

۱۹ - رسالہ دانشمندی : (فارسی) نہایت مختصر رسالہ فن دانشمندی سے متعلق ہے جو آپ نے اپنے والد سے سیکھا - اور جسکی سند شیخ ابوالحسن اشعری تک پہنچی ہے - اسکا عربی ترجمہ " اصول الدراسۃ والتعلیم " کے نام سے شائع ہو چکا ہے -

(س)

۲۰ - السر المکتوم فی اسباب تدوین العلوم : (عربی) جو آپ نے اپنے دو دوستوں اور شاگردوں ملا امان اللہ اور ملا شبیر محمد (صوبہ سرحد) کے التماس پر تحریر فرمایا -

۲۱ - سرور المحزون فی سیر الامین والمامون : (فارسی) ابن سیدالناس کے رسالے کا ترجمہ ہے -

۲۲ - سطعات : (فارسی) (مطبوع) اردو ترجمہ مولانا محمد متین ہاشمی نے لاہور سے شائع کیا ہے -

(ش)

۲۳ - شرح اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم : (فارسی) یہ آپ کے مشہور قصیدہ کی شرح ہے جو آپ نے غریب الفاظ کی تشریح کی غرض سے تحریر فرمائی -

۲۴ - شرح القصیدۃ الھمزیۃ فی المدائح النبویۃ : (فارسی) نظم اور اسکی شرح دونوں شاہ صاحب کے قلم سے ہیں -

۲۵- شفاء القلوب : (فارسی) حقائق و معارف پر مبنی رسالہ ہے -

(ع)

۲۶- عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید : (عربی) بار بار شائع ہو چکی ہے - نہایت مفید معلومات پر مبنی ہے - موضوع کتاب کے نام سے واضح ہے

۲۷- عوارف : (عربی) اسکا ذکر "حیات ولی" کے مصنف نے کیا ہے -

(ف)

۲۸- فتح الخبیر : یہ در حقیقت آپ کی مشہور کتاب " الفوز الکبیر " کا تکملہ ہے - جسمیں آپ نے صحیح روایات کی بنیاد پر قرآن مجید کے غریب الفاظ کی تشریح کی ہیں -

۲۹- فتح الرحمن فارسی ترجمہ قرآن مجید : ہندوستان میں قرآن مجید کا اولین فارسی ترجمہ جسکے حاشیے پر نہایت مختصر اور مفید تشریحات دی گئی ہیں اس ترجمہ سے خلق کثیر نے فائدہ اٹھایا اور اردو و دیگر ہندی زبانوں میں تراجمِ قرآن کی تحریک کا پیش خیمہ ثابت ہوا -

۳۰- الفضل المبین فی المسلسل من حدیث النبی الامین : (عربی) اس رسالے میں آپ نے ان احادیث کا ذکر فرمایا ہے - جنکا سماع آپ کو تسلسل سند کے ساتھ اپنے اساتذہ سے حاصل ہوا -

۳۱- الفوز الکبیر فی اصول التفسیر : (فارسی) اسکے عربی اور اردو تراجم شائع ہو چکے ہیں - آپ کی اس مختصر کتاب نے ہندوستان میں رائج

علمِ تفسیر کا رخ موڑ دیا، دینی مدارس اور متعدد یونیورسٹی کے شعبہائے اسلامیات میں داخلِ نصاب ہے -

۳۲- فیوض الحرمین : (عربی) اسکا اردو ترجمہ پروفیسر محمد سرور نے مشاہدات و معارف کے نام سے کیا ہے - اس کتاب میں آپ نے ان روحانی مشاہدات و تجربات کا ذکر کیا ہے - جو آپ کو سفر حج کے دوران پیش آئے - یہ کتاب ۴۶ مشاہد پر مشتمل ہے - عجیب و غریب معلومات پر مبنی ہے

(ق)

۳۳- قرۃ العینین بتفضیل الشیخین : (فارسی) یہ رسالہ آپ کے عہد کے اہل تشیع کے بعض اعتراضات کے جواب میں تحریر کیا گیا -

۳۴- القول الجمیل : (عربی) تصوف کی کتاب ہے اردو تراجم کے ساتھ بھی متعدد بار شائع ہو چکی ہے - کتاب کا پورا نام " القول الجمیل فی بیان سواء السبیل " ہے -

(ک)

۳۵- کشف الغین فی شرح الرباعیتین : (فارسی)

(ل)

۳۶- لمحات : مطبوع - شاہ ولی اللہ اکیڈمی سندھ سے شائع ہو چکی ہے اردو ترجمہ بھی چھپ چکا ہے - موضوع فلسفہ ہے -

(م)

۳۷- المسوی من احادیث الموطا : (عربی) موطا امام مالک کی عربی شرح

ہے جس میں آیات کریمہ ، عنوانات جزیرہ اور مختصر تعلیمات کے اضافے کئے گئے ہیں جن سے "موطا" سے استفادہ مزید آسان ہو گیا ہے -

۳۸- المصفی: (فارسی) یہ موطا امام مالک کی فارسی شرح ہے اور مسوی کیطرح بے شمار خوبیوں پر مشتمل ہے - یہ دونوں کتابیں اکٹھی چھپ چکی ہیں -

۳۹- المقالۃ الوضیۃ فی النصیحۃ والوصیۃ: (وصیت نامہ فارسی) یہ مختصر رسالہ شاہ صاحب کے تجربات کا نچوڑ ہے - اسکی شرح قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے کی ہے اور اسے اردو نظم کا لباس سعادت یار خان رنگین نے پہنایا ہے

۴۰- المقدمۃ فی قوانین الترجمۃ: (فارسی) فارسی ترجمہ (قرآن مجید) فتح الرحمن کے ساتھ بطور مقدمہ چھپ چکا ہے -

۴۱- مکتوبات: شاہ صاحب کے متعدد علمی ، تعلیمی ، نجی اور سیاسی مکتوبات "کلمات طیبات" اور حیات ولی" نامی کتب میں شامل ہیں - آپ کے سیاسی مکتوبات اردو ترجمہ کے ساتھ پروفیسر خلیق احمد نظامی نے " شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات" کے نام سے شائع کئے ہیں -

۴۲- مکتوب مدنی: شیخ اسماعیل بن عبداللہ الرومی کے جواب میں وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کی تحقیق میں لکھا گیا ہے اسکا اردو ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے -

(ن)

۴۳- النوادر من احادیث سید الاوائل والاواخر: عربی -مطبوعہ - اس میں آپ نے وہ نادر احادیث جمع کی ہیں جنکو مسند الجن اور مسند الخضر علیہ السلام

سے روایت کیا جاتا ہے -

(ہ)

۴۴ - **لمعات** : فارسی مطبوعہ - تصوف کی تاریخ ' ارتقاء اور تزکیہ واحسان سے متعلق مباحث پر مشتمل بے نظیر کتاب ہے -

۴۵ - **لوامع شرح حزب البحر** : شیخ ابوالحسن شاذلی کے مشہور "حزب البحر" کی شرح ہے -
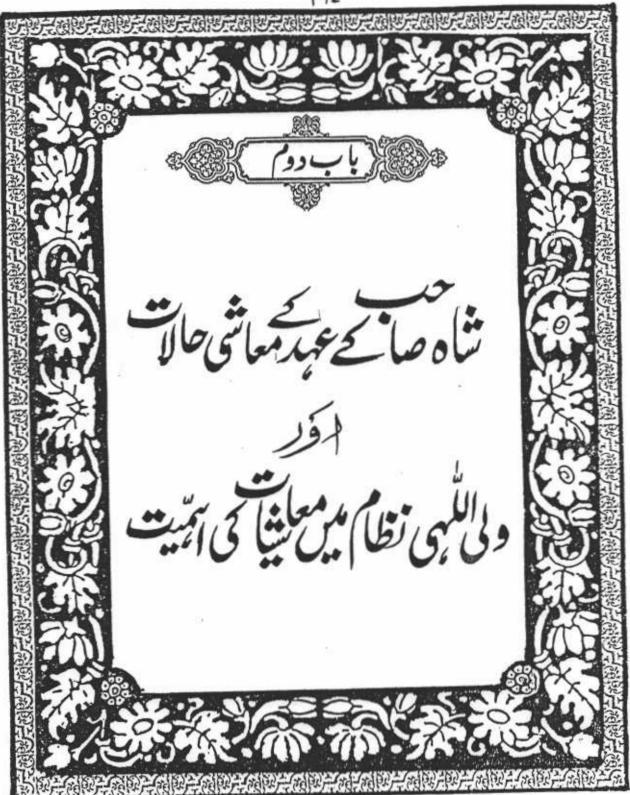
* *

باب دوم

شاہ صاحب کے عہد کے معاشی حالات

اور

ولی اللّٰہی نظام میں معاشیات کی اہمیت

باب دوم : شاہ صاحب کے عہد کے معاشی حالات اور ولی اللہی نظام میں معاشیات کی اہمیت

شاہ صاحب کے عہد کے معاشی حالات :

شاہ صاحب کے معاشی افکار کا مطالعہ کرنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ آپکے عہد کے معاشی حالات کا ایک عمومی جائزہ پیش کر دیا جائے -

شاہ صاحب کے عہد کے سیاسی و مذہبی حالات کے سلسلہ میں یہ بتایا جا چکا ہے کہ آپکے عہد میں مغلیہ حکومت بدنظمی اور تنزل کا شکار ہو چکی تھی - یہی ابتر حالت ملک کی اقتصادیات پر بھی طاری تھی - شاہ صاحب کی مختلف تصانیف اور مکتوبات میں اس زمانے کے غیر متوازن معاشی اور اقتصادی حالات کی واضح جھلک نظر آتی ہے - جنکی اصلاح کیلئے شاہ صاحب نے نہ صرف موقع بہ موقع مفید اور کارآمد مشورے دیے بلکہ ان اسباب و عوامل کی بھی نشاندہی کی ہے - جو معاشی بدحالی کے باعث بنے ہوئے تھے -

عہد مغلیہ کا اقتصادی نظام :

شاہ صاحب کے زمانے میں ہندوستان میں بادشاہت اور جاگیرداری کا دور تھا اور اس عہد کی معیشت بنیادی طور پر زرعی معیشت تھی -

اس نظام کے تحت فوجی افسروں اور امراء کو جاگیریں عطا کی جاتی تھیں - یہ جاگیریں زمین کے بڑے خطوں کی صورت میں ہوتی تھیں - اور انکے مالک جاگیردار کہلاتے تھے -

جاگیردار نہ صرف جاگیر کا انتظام کرتا بلکہ اپنے مالی وسائل سے اندرونی نظم و نسق اور سلطنت کے بیرونی دفاع کیلئے محدود پیمانہ پر فوج مرتب

کرنے کا پابند ہوتا تھا - جسکی جملہ عسکری ضروریات و اخراجات کی ذمہ داری اس پر ہوتی تھی - بوقت ضرورت اسکی یہ فوج بادشاہ کی مددگار ثابت ہوتی تھی -

جاگیرداری نظام شہنشاہ اکبر (۱۵۴۲ء تا ۱۶۰۵ء) کے منصبداری نظام کی طرح تھا جسمیں ہر منصبدار کو مقررہ تعداد میں فوج رکھنا ہوتی تھی - اور جس کے اسلحہ ' گھوڑوں ' ہاتھیوں وغیرہ کا انتظام بادشاہ کی طرف سے ہوتا تھا - شروع شروع میں ایک ہزاری دوہزاری اور پنج ہزاری وغیرہ کے مناصب دیئے جاتے تھے - جن میں وقتاً فوقتاً تبدیلیاں ہوتی رہتی تھیں - اکبر کے منصب داری نظام کی چند خصوصیات تھیں جن میں ایک یہ تھی کہ منصبداروں کی تنخواہ انکے منصب کی مناسبت سے مقرر کی جاتی تھی - جتنا بڑا منصبدار ہوتا اتنی زیادہ تنخواہ دی جاتی عام طور پر منصبداروں کی تنخواہ اور وظیفہ کی ادائیگی دو طرح سے کی جاتی تھی :

(۱) پہلی صورت میں منصب دار کو جاگیر دے دی جاتی تھی تاکہ وہ اس سے اپنی تنخواہ وصول کر سکے -

(۲) دوسری صورت یہ تھی کہ منصب داروں کو خزانے سے ان کی تنخواہ ادا کی جاتی تھی تاہم بعض ایسے علاقے جہاں منصبداری نظام کا قیام مشکل تھا وہاں بدستور جاگیرداری نظام رائج رہنے دیا گیا تھا -

مغلیہ حکومت کا صوبائی نظام اور اسکے سیاسی و معاشی اثرات :

بابر (۱۴۸۳ - ۱۵۲۹ء) اپنی خواہش کے باوجود صوبائی نظام رائج نہ کر سکا - لہذا اسکے دور میں جاگیرداری نظام ہی چلتا رہا - شیر شاہ سوری (۱۴۸۶ - ۱۵۴۵ء) کے بعد اکبر نے اسطرف خاص توجہ دی شیر شاہ کے عہد میں ملک کی تقسیم کی گئی اور اکبر کے دور میں اسے زیادہ منظم بنایا گیا - دورِ اکبری میں ۱۵ ' دور جہانگیری میں ۱۷ ' دور شاہ جہانی میں ۲۲ اور عالمگیری دور میں ۳۱ صوبے تھے - صوبے کے سب سے بڑے عہدیدار کو صوبے دار کہا جاتا تھا - اس مقصد کیلئے بادشاہ اپنے وفادار اور قابل ساتھیوں کو صوبیدار مقرر کرتا تھا -

صوبیدار کے فرائض میں امن عامہ کا قیام ' بغاوتوں کا انسداد ' رفاہ عامہ کی نگرانی اور بادشاہ کی امداد کیلئے فوج کی تیاری وغیرہ شامل تھے -

صوبے دار عام طور پر صوبے کی آمد و خرچ میں خود کفیل ہوتا تھا - البتہ ضرورت پڑنے پر مرکزی حکومت سے مدد لی جا سکتی تھی - اسی طرح صوبے کے اخراجات سے بچ جانے والے اموال کو مرکزی خزانے میں منتقل کرنا بھی صوبیدار ہی کی ذمہ داری تھی صوبے کی باقیماندہ مشینری مرکزی حکومت کا چربہ ہوتی تھی" (۱) شاہ صاحب کے زمانہ میں عہد عالمگیری کا صوبائی نظام رائج تھا مگر مضبوط مرکزی

---

(۱) عہد مغلیہ کا نظام حکمرانی - از ڈی اے سیر - ص ۱۲۳ تا ۱۵۱ ملخصاً
مطبوعہ نیو بکہ پیلس لاہور - ۱۹۸۵ء

قوت اور مستحکم سیاست و معیشت میں وانحطاط کے آثار رونما ہونے لگے تھے بلکہ مرکز کی کمزوری کے باعث پوری سلطنت میں طوائف الملوکی پھیلی ہوئی تھی - جگہ جگہ خود مختار صوبہ داریوں اور نوابیوں کے قائم ہو جانے کے باعث آمدن کے بڑے ذرائع ختم ہو چکے تھے - جو علاقے باقی رہ گئے تھے وہ جاگیرداروں اور منصب داروں کے قبضے میں تھے - خالصہ (۱) کا علاقہ کم ہو جانے کے باعث بادشاہوں کی حالت گداگروں سے بدتر تھی - چنانچہ اس صورت حال کے پیش نظر شاہ صاحب بادشاہ و امراء کے نام اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں :

" خالصہ راکشادہ تر	" خالصہ کو کشادہ تر کرنا چاہیے
باید ساخت 'خصوصاً'	خصوصاً وہ علاقہ جو شاہجہان آباد
آنچہ گرداگرد شاہجہان	(دہلی) کے اردگرد ہے، اکبرآباد (آگرہ)
آباد است ' تا اکبرآباد	حصار اور دریائے گنگ اور
وتا حصار و دریائے گنگ	حدود سہرند تک سب کا سب
تا حد حدود سہرند 'ہمہ	علاقہ یا اس کا اکثر علاقہ
اش یا اکثرش خالصہ	خالصہ ہو 'کیونکہ امور سلطنت میں
شریفہ باشد کہ موجب	ضعف کا سبب خالصہ کی کمی
ضعف امور سلطنت کمی	اور خزانہ کی

---

(۱) وہ علاقہ جسکے محاصل مرکزی حکومت کو اسکے اپنے افسروں کے ذریعے براہ راست حاصل ہوتے تھے -

خالصہ وقلت خزانہ است (۱)	قلت ہے -

اس عہد میں مرکزی حکومت کی سستی اور نااہلی کا یہ عالم تھا کہ ایک طرف خالصہ کا علاقہ برائے نام رہ گیا تھا اور دوسری طرف وہ اتنے محدود علاقے کے انتظام سے بھی معذور تھے اور اسے ٹھیکے پر دینے کی رسم جاری کر دی گئی تھی- چنانچہ شاہ صاحب خالصہ کا انتظام درست کرنے کے لئے انتظامیہ کو بہتر بنانے کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے فرماتے ہیں :

" رسم اجارہ از خالصہ	" خالصہ سے ٹھیکہ دہندگی کی رسم
باید برانداخت امین متدین کار	موقوف کر دی جائے اور
شناس را در ہر محلے نصب	دیندار اور تجربہ کار امین عہدیدار
می باید نمود در اجارہ دادن	ہر جگہ مقرر کر دیئے جائیں -
ملک خراب شود و رعیت	ٹھیکہ دینے سے ملک خراب ہوتا ہے اور
پائمال و بدحال (۲)	رعیت پائمال و بدحال ہوتی ہے -"

براعظم ہند کے اقتصادی و معاشی حالات :
پر شاہ صاحب کا بصیرت افروز تبصرہ :

شاہ صاحب نے ہندوستان کی اقتصادی حالت اور مملکت کے ذرائع آمدن پر نہایت بصیرت افروز اور حیرت انگیز معلومات پر مبنی تبصرہ فرمایا ہے لکھتے ہیں :

" محصولات ہندوستان کم از	" ہندوستان کے محصولات
ہفت ہشت کرور نیست ' لیکن	سات آٹھ کروڑ سے کم نہیں
بشرط غلبہ و شوکت - والا	بشرطیکہ غلبہ و شوکت

(۱) شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات - مکتوب اول - مرتبہ خلیق احمد نظامی

(۲) ایضاً

درمی برست نمی آید ، چنانچه
فی الحال د یده می شود جائیکه
جٹ تصرف دارد محل وصول
یک کرور است ، وراجپوتانه
باآں وسعت خود اگر بر سر
ہر راجه خراج وضع کرده
شود کم از دو کرور نیست ہمه
در عہد محمد شاه ہر سال از
بنگاله یک کرور مقرر بود و
ہمیشه صوبه دار آنجا بلا
توقف می فرستاد باوصف
ادائے این مبلغ مالدار ترین
امرائے ہندوستان صوبه دار
بنگاله بود ، چنانچه باوجود
بے نسقی دریں ایام ہم
سفیہے کار نادیده نوجوانے
که مسلط است بر بنگاله وآں
نبیره ناظم قدیم آنجا است
صاحب خزائن بے شمار

موجود ہو ، ورنه ایک کوڑی بھی ملنی
مشکل ہے - جیسا که اس وقت
دیکھا جا رہا ہے - جس علاقه پر
جاٹ قابض ہیں وه ایک کروڑ روپیه
محصول کی جگه ہے - راجپوتانه
کا علاقه اپنی وسعت کے باعث دو
کروڑ سے کم آمدنی کا نہیں ہے -
بشرطیکه ہر راجه پر خراج مقرر کیا
جائے - عہد محمد شاه میں بنگاله
سے ہر سال ایک کروڑ کی آمدنی تھی (۱)
اور وہاں کا صوبے دار اتنی رقم بلا توقف
ادا کرنے کے باوجود ہندوستان کے
امراء میں انتہائی مالدار شخص تھا -
چنانچه اسوقت بھی جبکه بنگاله
میں بے اطمینانی ہے اور وہاں
ایک بیوقوف اور ناواقف کار نوجوان
یعنی ناظم قدیم کا پوتا مسلط
ہے ، پھر بھی وه نوجوان
خزائن بے شمار کا مالک ہے -

---

(۱) تاریخی دستاویزات شاه صاحب کے بیان کرده اعداد و شمار کی تصدیق کرتی ہیں - آئین اکبری میں صوبه بنگاله کی آمدن کے بارے میں لکھا ہے : "این صوبه بیست و چهار سرکار دارد و ہفتصد و ہشتاد و ہفت محل و نوزده دام ہمه نقدی" - یعنی یه صوبه ۲۴ سرکار اور ۷۸۷ محل پر مشتمل ہے اور اسکی آمدن ۵۹،۸۴،۵۰۳۱۹ دام یعنی تقریباً ۶۰ کروڑ دام ہے - دام کی قیمت کے بارے میں لکھا ہے "یک روپیه اکبر شاهی چهل دام بود" یعنی ایک اکبری روپیه چالیس دام کے برابر تھا - اسطرح صوبه بنگاله کی کل آمدن ڈیڑھ کروڑ روپیه بنتی ہے - جلال الدین اکبر کے زمانے میں حسن

(اگلے صفحه پر)

است - وسعادت خان ایرانی
و بعد از وے صفدر جنگ داماد
او صوبه اوده را متصرف بودند
دو کرور ازیں صوبه عائد
داشتند یک کرور خرچ می کردند
ویک کرور جمع می ساختند
و ہمیں مالداری حاصل شود
صفدر جنگ را که بر بادشاہ
خروج کرد -
و برہم زدن شوکت جٹ
نیز نزدیک تدبیر آسان است
ملکہائے که در تصرف خود
گرفته است از خودش نیست
بلکه از دیگراں غصب کرده است
ہنوز مالکان آں مواضع موجود
اند - اگر بادشاہ ہے صاحب
شوکت و عدالت دست مرحمت
برسر آنہا گزارد ہمه با سورج
مل به مخالفت بر خیزند -

سعادت خان ایرانی اور اسکے بعد
اسکا داماد صفدر جنگ صوبه اودہ
پر قابض تھے - دو کروڑ اس صوبه
سے وصول کرتے تھے - ایک کرور
خرچ کرتے تھے اور ایک کروڑ جمع
کرتے تھے - اسی مالداری نے
صفدر جنگ کے اندر بادشاہ سے
مقابله کرنے کا حوصله پیدا کیا
اور جاٹ کی شوکت کو درہم برہم
کرنا تدبیر کے نزدیک آسان کام
ہے ' انھوں نے جوعلاقے اپنے
قبضے میں کر لیے ہیں وہ انکے
نہیں ہیں بلکه غصب کیے ہوئے
ہیں ان مواضع کے مالک ابھی
تک زندہ موجود ہیں - اگر کوئی
صاحب شوکت و عدالت بادشاہ
مہربانی کا ہاتھ ان مالکوں کے
سر پر رکھے تو وہ لوگ سورج مل
کے مقابلے کیلئے اٹھ کھڑے ہونگے

(بقیه صفحه ۲۷۳) ۔ انتظام کے باعث ملک ترقی و خوشحالی کی راہ پر گامزن تھا اسلئے اسوقت یقیناً " آمدن زیادہ ہوگی پھر چونکه شاہ صاحب کے عہد میں ملک طوائف الملوکی کا شکار ہو چکا تھا اسلئے شاہ صاحب کے بیان کردہ اعداد و شمار زیادہ قرین قیاس ہیں - تفصیلات کیلئے دیکھئے :

آئین اکبری - جلد دوم ص ۵۳ مطبع نول کشور لکھنؤ ۱۸۹۳ م

و بعیان خویش درآورند -
این است حال کفار
ہندوستان -
اما ماجرائے حال مسلمانان
این است کہ نوکران پادشاہ
کہ زیادہ از لکھ آدم بودند ،
پیادہ و سوار ، بعضے اہل
نقدی و بعضے جاگیردار
از غفلت پادشاہان (نوبت)
بجائے رسید کہ جاگیرداران
برجاگیرات عمل و دخل
نیابند و کسے غور نمی
فرماید کہ باعث بے عملی
است وچوں خزانہ پادشاہ
نماند ، نقدی ہم موقوف شد
آخر حال ہمہ از ہم پاشیدند
و کاسہ گدائی دردست گرفتہ
اند - واز سلطنت بجز نامی
باقی نماند - چوں حال

یہ جو کچھ بیان کیا گیا ہندوستان کے
غیر مسلموں کا حال تھا - رہا
مسلمانوں کا حال وہ یہ ہے
کہ نوکران پادشاہ جو کہ ایک
لاکھ سے زائد تھے - ان میں
پیادہ وہ سوار بھی تھے - اہل
نقدی و جاگیردار بھی تھے -
بادشاہوں کی غفلت سے نوبت
یہاں تک پہنچی کہ جاگیردار
اپنی جاگیروں پر عمل و دخل
نہیں پاتے کوئی غور نہیں کرتا
کہ اس کا باعث بے عملی ہے -
جب خزانہ پادشاہ نہیں
رہا ، نقدی بھی موقوف
ہوگئی آخرکار سب ملازمین
تتر بتر ہو گئے اور کاسہ گدائی
اپنے ہاتھ میں لے لیا - سلطنت کا بجز نام
کے اور کچھ باقی نہ رہا - جب

فارسی	اردو
نوکران پادشاہ بایں حد	ملازمین پادشاہ کا یہ برا حال ہے تو تمام دیگر
کشیدہ، تباہی حال سائر	اشخاص کے حال کو جو کہ وظیفہ خوار یا سوداگر
اہل بلدان کہ وظیفہ خواران	یا اہل صنعت و حرفت ہیں - انہیں پر قیاس کر
بودند یا سوداگران یا محترفہ	لینا چاہئیے کہ کس حد تک خراب ہو گیا ہوگا
قیاس باید کرد کہ بچہ حد	طرح طرح کے ظلم اور بیروزگاری میں یہ لوگ
رسیدہ باشد - بانواع ظلم	گرفتار ہیں، علاوہ اس تنگی
وضیق معیشت گرفتار شدہ	اور مفلسی کے جب سورج مل کی قوم
اند - علاوہ ازیں ہمہ ضیق	اور صفدر جنگ نے ملکر دہلی کے پرانے شہر
و عسرت چوں قوم سورج مل	پر دھاوا بولا یہ غریب سب کے سب
و صفدر جنگ بر شہر کہنہ	بے خانماں، پریشان اور بے مایہ ہوگئے پھر
دہلی تاخت کرد ہمہ بے خانماں	متواتر آسمان سے قحط
و پریشان و بے مایہ گشتند	نازل ہوا - غرضیکہ جماعت
باز قحط متواتر از آسمان	مسلمین قابل رحم ہے اس
نازل شد، بالجملہ ایں	وقت شاہی سرکار میں
جماعہ مسلمین قابل ترحم اند	تمام عمل دخل ہندوؤں کا
دریں وقت ہر عملے و دخلے کہ	ہے کیونکہ متصدی اور کارکن
در سرکار پادشاہی جاری است	سوائے ان کے اور کوئی
بدست ہنود است کہ متصدیان	نہیں ہے - ہمہ قسم کی
و کارکنان غیر ایں طائفہ	دولت و ثروت ان کے
نیست - ہر دولت و ثروتے کہ	گھروں میں جمع

پست درخانہائے اینہا	ہے اور ہر افلاس و مصیبت
جمع شدہ و ہر افلاسے د	کا بادل مسلمانوں پر
مخمصہ کہ پست برمسلمانان (۱)	چھا رہا ہے -

شاہ صاحب کے عہد میں جاگیرداری زرعی معشیت کا ایک جزو لاینفک تھی اسلئے ہزار خرابیوں کے با وجود اسکو برقرار رکھنا وقت کی اہم ضرورت تھا - چنانچہ آپ نے جاگیرداری کو محدود کرنے اور چھوٹے منصب داروں کو جاگیریں نہ دینے پر زور دیا - آپ لکھتے ہیں ":

" جاگیر دادن مخصوص	" جاگیر عطا کرنا بڑے بڑے امرا و
بامرائے کبار باشد -	کیلئے مخصوص ہو ' چھوٹے چھوٹے
منصب داران ریزہ را	منصب داروں کو نقد ادائیگی کرنی
نقد باید چنانکہ در عصر	چاہیے (اور جاگیر نہیں دینی
شاہجہاں پادشاہ مقرر بود	چاہیے) جیسا کہ عہد شاہجہان
زیرا کہ منصب داران ریزہ	میں قاعدہ تھا - اس لئے کہ
برجاگیرت عمل نمی باشند	چھوٹے منصب دار جاگیروں پر
و در اکثر حالت مفلس	قابو نہیں پاتے -(اسلئے ٹھیکہ
و بے خبر می شوند و تن	دینے کی احتیاج ہوتی ہے)اس وجہ سے وہ
بہ کارہائے پادشاہ نمی دہند"	اکثر اوقات مفلس وغافل رہتے ہیں اور وہ
(۲)	شاہی خدمات کے لیے پوری توانائی پیش
	نہیں کرسکتے "-

---

(۱) سیاسی مکتوبات - مکتوب دوم بحوالہ سابقہ -
(۲) سیاسی مکتوبات - مکتوب اول -

فـوج کی معاشی حالت :

عہدِ زوال میں مغلیہ افواج کی حالت ایک بے ترتیب ہجوم سے زیادہ نہ تھی - ایک زمانہ میں تین سال تک فوجیوں کو تنخوائیں ادا نہیں کی گئیں - مجبوراً سپاہیوں نے شورش کی ' محلوں کے دروازے روک کر کھڑے ہو گئے - ایک امیر کا جنازہ چار دن تک پڑا رہا اور فوجیوں نے اس وجہ سے دفن ہونے نہ دیا کہ اس نے تنخوائیں ادا نہیں کیں تھیں - ایک موقع پر محلات شاہی کے ساز و سامان کی فہرست بنا کر دوکانداروں کو دی گئی تھی تا کہ اسکو فروخت کر کے سپاہیوں کو تنخواہیں ادا کر دی جائیں - (۱)

اس صورتحال کے پیش نظر شاہ صاحب فرماتے ہیں :

" ترتیب افواج شاہی به	" افواج شاہی کی ترتیب عمدہ
اسلوب شائستہ باید کرد ...	طریقے پر کرنی چاہیے - اور
.. مواجب ایشاں بغیر	ملازمین کی تنخواہیں بغیر تاخیر و رکاوٹ
تعویق به ایشاں رسیده	انکو ملنی چاہیے اسلئے کہ
باشد - زیرا که در صورت	تاخیر کی صورت میں وہ لوگ سودی
تعویق محتاج به قرض	قرضے لینے پر مجبور ہوتے ہیں انکا
سودی می شوند و اکثر	اکثر مال ضائع ہو جاتا
مال ایشاں ضائع می شود	ہے اور وہ خالی ہاتھ رہ
مفلس و بے چیز باشد - (۲)	جاتے ہیں - (۲)

(۱) تفصیلات کیلئے دیکھئے : جادو ناتھ سرکار کی Fall of The Mughal Empire

(۲) سیاسی مکتوبات - مکتوب اول

امراء وحکام کی عیش پرستی :

شاہ صاحبؒ اپنے عہد کے معاشی و سیاسی زوال کی ایک بڑی وجہ امراء اور ارباب حل و عقد کی پرتکلف طرز زندگی کو قرار دیتے ہیں - چنانچہ آپ نے اپنی تحریروں میں مختلف مقامات اور اسالیب میں اس طرز حیات کی شدید مذمت کی ہے - شاہ صاحب نے ظہور اسلام کے زمانے میں روم و ایران کے ملوک و امراء کے عیش و عشرت پر سخت تنقید کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ انکی تمام ذہنی و جسمانی صلاحیتیں اسی بات پر ضائع ہو رہی تھیں کہ وہ سامان عیش مہیا کرنے میں عجیب و غریب دقیقہ سنجیاں اور نکتہ آفرینیاں کرتے رہتے تھے- ان کے امراء کا یہ حال تھا کہ جس کسی کے پاس ایک لاکھ درہم سے کم مالیت کا پٹکا یا کلاہ ہوتا اسے کنجوس کہا جاتا - عالیشان سر بفلک محل ، اعلیٰ درجے کے آبزن ، نفیس حمام ، نظر افروز پائیں باغ ، سواری کیلئے اعلی درجے کے نمائشی جانور خدمت کیلئے خوبصورت غلام اور حسین باندیاں ، صبح و شام عیش و نشاط کی محفلیں ، وسیع و مرغن دسترخوان اور لباس فاخرہ انکی زندگی کے لازمی اجزاء بن چکے تھے -

شاہ صاحب ان لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے ان میں اپنے عہد کے ملوک و وزراء کا عکس دیکھتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں :

" ذکر ذلک یطول وما تراہ من ملوک بلادک	" غرض ان ملوک ایران و روم کی داستان کہاں تک بیان کی جائے

یغنیک عن حکایتھم " (۱)

تم اپنے زمانے کے ملوک (بادشاہان دہلی) کی جو حالت دیکھتے ہو وہی انکی حالت کا قیاس کرنے کیلئے کافی ہے -

اسی طرح شاہ صاحب ایک موقع پر امراء و ارکان دولت کو تنبیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

" یایھا الامراء اما تخافون اللہ استغلتم باللذات الفانیۃ الداثرۃ ۰۰۰۰ خاضت افکارکم فی لذائذ الطعام و نواعم النساء ومحاسن الثیاب والدور وما رفعتم الی اللہ راسا - (۲)

" اے امیرو! دیکھو کیا تم خدا سے نہیں ڈرتے ؟ تم دنیا کی فانی سفلی لذتوں میں ڈوبتے جا رہے ہو ۰۰۰۰۰ تمہاری ساری ذہنی قوتیں اس بات پر صرف ہو رہی ہیں کہ لذیذ قسم کے کھانے پکواتے رہو اور نرم و گداز جسم والی عورتوں سے لطف اٹھاتے رہو ، خوشنما کپڑوں اور دلفریب بلند و بالا مکانات کے محظوظ ہوتے رہو اور تم نے (لذائذ دنیوی میں استغراق کلی سے) سر نکال کر اللہ کیطرف متوجہ ہونے کی کبھی کوشش نہیں کی -

---

(۱) حجۃ اللہ البالغہ ج۱ - ص - ۲۶۳

(۲) تفہیمات الہیہ ج۱ - ص - ۲۸۵ مطبوعہ شاہ ولی اللہ اکیڈمی سندھ -

عام مسلمانوں کی اقتصادی حالت :

اپنے زمانے کے عام لوگوں کی اقتصادی بدحالی ' پرتکلف رسومات اور کسبِ معاش سے پہلوتہی پر شاہ صاحب نے نہایت بلیغ و موثر انداز میں تنقید کی ہے - جس سے اس عہد کے عامۃ الناس کی اقتصادی حالت کا ایک عمومی نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے - شاہ صاحب لکھتے ہیں :

" ولا تتکلفوا فی نفقتکم وزیکم مما لا تطیقون ۰۰۰ واکتسبوا قدر ما یکفیکم ولا تکونوا کلا علی الناس تسا لونہم فلا یعطونکم ولا تکونوا کلا علی الخلفاء والامراء انما المرضی لکم الکسب بایدیکم ۰۰۰۰ ویتخذ کسبا یکفیہ ' ولیکن من شانہ القناعۃ والقصر فی المعیشۃ -	" اپنے مصارف خوراک و لباس میں تکلف سے کام نہ لیا کرو - اس قدر خرچ کرو جتنی تم میں سکت ہو ۰۰۰۰ اور اتنا کمانے کی کوشش کرو جس سے تمہاری ضرورتیں پوری ہوں ' دوسروں پر بوجھ بننے کی کوشش نہ کرو کہ ان سے مانگ مانگ کر کھاتے رہو ' پھر تم ان سے مانگو اور وہ نہ دیں - اسی طرح بیچارے بادشاہوں اور حکام پر بھی بوجھ نہ بن جاؤ - تمہارے لئے پسندیدہ طریقہ یہی ہے کہ تم خود کما کر کھایا کرو - بہر حال آدمی کو چاہیے کہ کمائی کی کوئی نہ کوئی راہ ضرور اختیار کرے اور اسی کے ساتھ قناعت کو
یامعشر بنی آدم اتخذتم رسوما فاسدۃ تغیر الدین	اپنا دستور بنائے اور رہنے سہنے میں اعتدال کا جادہ اختیار کرے ۰۰

یا معشر بنی آدم اتخذتم	اے آدم کے بچو! تم نے ایسی بگڑی ہوئی رسوم
رسوما ًفاسدۃ تغیر الدین	اختیار کر لی ہیں جن سے دین کی اصلی
اجتمعم یوم عاشوراء فی	صورت بگڑ گئی ہے - تم عاشوراء کے دن
الاباطیل ۰۰۰۰ اجتمعم	بے بنیاد غیر شرعی باتوں پر اکٹھے ہوتے ہو
یوم البراءۃ یلعب قوم	اسی طرح شب برات کے موقع پر جمع ہو کر
ویرغم قوم انہ یجب اکثار	پوری قوم لہو و لعب میں مصروف رہتی ہے اور
الاطعمۃ للموتی قل ھاتوا	مردوں کے نام پر کثرت سے کھانے پکانے کو
برھانکم ان کنتم صادقین	مزہبی فریضہ سمجھتی ہے ان سے کہنا چاہیے
و رسوما نضبین علیکم	کہ اگر تم سچے ہو تو اسکی کوئی شرعی و عقلی
کالافراط فی الولائم ۰۰۰	دلیل پیش کرو - اسی طرح اور بھی بری رسمیں
فضیعتم اموالکم و اوقاتکم	تم میں جاری ہیں جس نے تم پر تمہاری زندگی
فی الرسوم و ترکتم	تنگ کر دی ہے - مثلاً شادی کی دعوتوں میں تم
الھدی الصالح - (۱)	نے حد سے زیادہ تکلف برتنا شروع کر دیا ہے ۰۰
	ان رسموں میں تم اپنی دولت ضائع کرتے ہو '
	وقت برباد کرتے ہو اور صحیح راستے کو چھوڑ
	بیٹھے ہو -

علماء اور مزہبی پیشواؤں کی معاشی حالت :

شاہ صاحب نے اپنے عہد کے علماء اور ائمہ مساجد کو انکی ذمہ داریاں یاد دلاتے ہوئے انہیں نہایت موثر انداز میں مخاطب فرمایا ہے - اور

(۱) تفہیمات الہیہ ج۱ - ص - ۸۸ - ۲۸۷ ملخصاً -

انہیں قرآن و سنت کے احکام پوری طرح سیکھنے اور ان پر عمل پیرا ہونے اور مسلمانوں کی بستیوں میں اسلامی شعائر کو رواج دینے کی نصیحت ہے - اسی طرح انہیں ان علاقوں میں جانے کو کہا ہے جہاں علم اور علماء کی ضرورت ہے (۱) ساتھ ہی ساتھ آپ نے حکومت پر زور دیا ہے کہ علماء اور ائمہ کی معاشی حالت بہتر بنائی جائے اور انکے لئے باوقار طریقے سے مناسب تنخواہیں مقرر کی جائیں - (۲)

یہ ان معاشی حالات کا ایک خاکہ تھا جنکے اندر رہ کر شاہ صاحب نے ارباب حل و عقد کو وقتاً فوقتاً اصلاح احوال کیلئے ضروری تجاویز پیش کیں اور دوسری جانب اپنے جامع فلسفہ حیات میں معاشی امور کی اہمیت کو اجاگر کیا -

---

(۱) تفہیمات الہیہ ج ۱ - ص ۲۸۳

(۲) شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات - مکتوب اول بنام بادشاہ و وزراء (بائمہ مساجد روزمرہ معہود بروجہ نیک می دادہ باشند -

ولی اللّٰہی نظام میں
معاشیات کی اہمیت :

شاہ صاحب نے اپنے مخصوص طریقہ بحث کیمطابق معاشی امور کو بھی اخلاقیات اور اجتماعیات کیساتھ مربوط کر کے موضوع بحث بنایا ہے اور انکے باہمی ربط پر بھرپور روشنی ڈالی ہے - شاہ صاحب کے اسی جامع انداز فکر کی ترجمانی کرتے ہوئے حضرت مولانا عبیداللہ سندھی فرماتے ہیں :

" شاہ صاحب کے فلسفہ کے اساسی اصول پیش نظر رکھتے ہوئے انکی شہرہ آفاق تصنیف " حجۃ اللہ البالغہ " کا مطالعہ کیا جائے تو یہ امر واضح ہوتا ہے کہ شاہ صاحب کے نزدیک انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات نے جس طرح انسان کی باطنی استعدادوں کے تزکیہ اور انکی اصلاح کے بعد اسے اس قابل بنایا کہ وہ اللہ تعالی کی رؤیت کا اہل ہو سکے - اسی طرح انہوں نے تہذیب جوارح کا فرض بھی ادا کیا - شاہ صاحب کی رائے میں نبوت کا مقصد انسان کی پوری زندگی کی اصلاح اور تہذیب ہے اور نبوت " حسنۃ فی الدنیا " اور " حسنۃ فی الآخرۃ " دونوں پر حاوی اور دونوں کی نگران ہے ۰۰۰۰۰ شاہ صاحب نے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں - انسان کے اعضائے رئیسہ کے ابتدائی وظائف کے بعد اسمیں لطیفہ جوارح بھی مانا ہے - اس لطیفہ جوارح کو انسانی زندگی کا اساس قرار دینے سے شاہ صاحب نے ایک اور اہم مشکل کو بھی حل کر دیا ہے - عام طور پر تصوف اور فلسفہ کی ابتداء

اخلاق سے کی جاتی ہے - گو انسان کی حیوانی زندگی کے لئے اقتصادی ضروریات بے شک ضروری مانی جاتی ہیں - لیکن انسانیت کی اعلیٰ زندگی کا جو تصوف اور فلسفہ کا موضوع ہے، اقتصادی ضروریات کیساتھ براہ راست تعلق تسلیم نہیں کیا جاتا - انسانی زندگی کو اس طرح سمجھنے کا اثر یہ ہوا کہ ہماری سیاست بالکل کھوکھلی ہو گئی ہے - ہمارے ہاں کے عقلمند اور وہ لوگ جو زیادہ بااخلاق مانے جاتے ہیں، سیاسی سرگرمیوں سے الگ رہنا انسانیت کا کمال سمجھتے ہیں - چنانچہ انکے نزدیک سیاست جو زندگی کے روزمرہ کاموں کو سلجھانا اپنا مقصد قرار دیتی ہے ایک ادنی اور ناقابل التفات چیز ہے - اسکے برعکس شاہ صاحبؒ نے " حجۃ اللہ البالغہ " میں متعدد مواقع پر اس امر کی وضاحت کی ہے کہ انسان کی اخلاقی زندگی کا دار و مدار بہت حد تک اسکی اقتصادی زندگی کے حسن انتظام پر ہوتا ہے چنانچہ وہ ایک جگہ فرماتے ہیں :

" انسانیت کے اجتماعی اخلاق اسوقت بالکل برباد ہو جاتے ہیں - جب کسی جبر سے انکو اقتصادی تنگی پر مجبور کیا جائے اور وہ گدھے اور بیل کی طرح روٹی کیلئے کام کریں - جب کبھی انسانیت پر ایسی مصیبت آتی ہے تو خدا تعالیٰ انسانیت کو اس مصیبت سے نجات دینے کیلئے کوئی نہ کوئی سبیل نکالتا ہے اور اسکا اپنے کسی بندے کو الہام بھی کرتا ہے - فرعون کی ہلاکت، قیصر و کسریٰ کی

تباہی اسی اصول پر نبوت کے لوازم میں سے شمار ہوتی ہے "-
اگر انسانی زندگی کو اسکی اقتصادی ضروریات سے لیکر اسکی اعلی اور ترقی یافتہ شکل تک ایک ہی سلسلہ کی کڑیاں سمجھی جائیں تو اس انسانی زندگی کیلئے جو بھی فلسفہ بنے گا - وہ مکمل ہو گا اور وہ تمام زندگی کو بحیثیت مجموعی ایک سمجھ کر اسکے لئے نظام مرتب کریگا - اسلئے انسان کی اجتماعی زندگی کیلئے ایک ایسا اقتصادی نظام ہونا چاہیے جو اسکی اقتصادی ضروریات کو پورا کرے - چنانچہ جب انسان اپنی حیوانی زندگی کی ضروریات سے مطمئن ہو نگے اور انکے پاس روٹی کپڑے کے دھندوں سے کچھ فاضل وقت بچے گا تو پھر کہیں وہ اپنی اعلیٰ تر استعدادوں اور دوسرے بلند لطائف کی تکمیل کیطرف متوجہ ہو سکیں گے - ان حالات کے پیش نظر اگر یہ کہا جائے کہ جو نظام فکر یا فلسفہ اقتصادی زندگی کی ضرورتوں کو نظر انداز کرتا ہے وہ فلسفہ نہ تو مکمل ہے اور نہ صحیح، تو یہ کہنا بیجا اور نادرست نہ ہو گا " - (۱)

معاشیات کا اثر اخلاق پر :

شاہ صاحب نے انسانی اخلاق پر اسکے ماحول، خوراک اور مصروفیات کے اثرات کا جائزہ لیتے ہوئے فرماتے ہیں

" اعلم ان الخواطر " یاد رہے کہ انسان اپنے دل

(۱) شاہ ولی کا فلسفہ ص ۲۲۷ تا ۲۳۱ ملخصاً

التي يجرها الانسان	میں جو خیالات اور خواطر پاتا ہے ۔
فی نفسه و تبعثه	اور جو اسے عمل پر آمادہ کرتے ہیں ۔
علی العمل بموجبها	انکے یقیناً اسباب ہیں ۰۰۰۰ ان میں
لاجرم ان لها اسباباً	سے ایک انسان کا طبعی مزاج ہے
ومنها مزاجه الطبیعی	جو انسان کے معاشی ماحول کے
المتغیر بسبب التربیر	باعث بدلتا رہتا ہے ۔ مثلاً بھوکا
المحیط به من الاکل	آدمی کھانا مانگتا ہے ۔ پیاسے کو
والشرب و نحو ذلک	پانی کی طلب ہوتی ہے ۔
کالجائع یطلب	شہوت والا (نوجوان) عورت کی
الطعام والظمآن	تلاش میں ہوتا ہے ۔ کئی لوگ ایسی
یطلب المآء والمغتلم	غذا کھاتے ہیں جو باہ کو قوت دیتی
یطلب النساء و رب	ہے پھر وہ عورتوں کیطرف راغب ہوتے
انسان یاکل غذآءً	ہیں ۔ اور ایسے شخص کا نفس اسے
یقوی الباءة فیمیل	عورتوں کے متعلق شہوانی باتیں
الی النسآء و یحدث	یاد دلاتا ہے اور یہی خیالات
نفسه باحادیث یتعلق	پھر اسے نفسانی و شہوانی افعال
بهن و تصیر هذه	پر آمادہ کرتے ہیں ۔ اور بعض آدمی
محیجةً علی کثیر من	سخت غذا کھاتا ہے ۔ چنانچہ
الافعال و رب انسان	اسکا دل سخت ہو جاتا ہے اور

يفتري فوآء شريرا	وہ قتل تک کو گزرنے
فيتسو قلبه فيجترى	پر آمادہ ہوتا جاتا ہے
على القتل ويغضب في	اور کئی ایسی باتوں سے
كثير مما لا يغضب فيه	غضبناک ہو جاتا ہے جس
غيره ثم اذا ارتاض	سے دوسرے غصہ میں نہیں
هذا ن انفسهما بالصيام	آتے - اور پھر جب یہ روزے
والقيام اوشابا وكبرا	رکھ کر اور قیام کر کے
او مرضا مرضا مزمنا	ریاضت کرتے ہیں یا بڑی
تغيرا كثرما كانا عليه	عمر کو پہنچ جاتے ہیں تو انکی
ورقت قلوبهما وعفت	سابقہ حالت کا معاملہ زیادہ تر
نفوسهما - (۱)	بدل جاتا ہے انکے دلوں میں
	رقت پیدا ہو جاتی ہے اور انکے
	نفوس میں پاکدامنی کا جذبہ
	پیدا ہو جاتا ہے -

اسی طرح شاہ صاحب نے انسانی اخلاق پر ماحول کی تاثیر کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ بہت سے اعمال ایسے ہوتے ہیں کہ انسان انکو سوسائٹی اور اردگرد کے لوگوں کے دیکھا دیکھی اختیار کر لیتا ہے اور انکا اہتمام والتزام کرتا

---

(۱) حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص - ۸٦

ہے لیکن اگر اس ماحول کو بدل دیا جائے تو اسے اپنی پرانی وضع یاد بھی نہیں رہتی - (۱)

عوام کے اخلاق پر مسرفانہ زندگی کا اثر :

شاہ صاحبؒ نے اپنی تصانیف میں پرتعیش اور متکلفانہ نظام زندگی اور عوامی اخلاق پر اس کی تاثیر کی خاص طور پر وضاحت کی ہے - خاص طور پر یہ کہ جب کسی مملکت کا برسراقتدار طبقہ عیش و عشرت کا دلدادہ ہو جائے تو پھر عوام کو بھی انکی دیکھا دیکھی اس دوڑ میں شامل ہونا پڑتا ہے جس سے انکی زندگی عدم توازن کا شکار ہو جاتی ہے اور وہ دن رات ایک موہوم معیار زندگی کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں -

اسکا دوسرا اثر یہ ہوتا ہے کہ امراء و اکابر کو اپنی لامتناہی خواہشات کی تکمیل کیلئے ظلم اور جبر کا راستہ اختیار کرنا پڑتا ہے جس کیلئے وہ عوام سے مال و دولت بٹورنے اور ان سے بیگار لینے پر ہر وقت آمادہ ہوتے ہیں - جس سے ملک کی اکثریت بربادی کا شکار ہو جاتی ہے اور انہیں اپنی معاشرتی و روحانی حالت اور امور آخرت کی طرف توجہ دینے کی مہلت ہی نہیں ملتی - شاہ صاحب لکھتے ہیں :

" ولا تحصل تلک الاموال الا بتضعیف الضرائب علی الفلاحین والتجار واشباھھم

" امراء کو یہ سب مال اسی صورت میں حاصل ہو سکتا ہے کہ کسانوں تاجروں اور دوسرے ان جیسے لوگوں پر بھاری

(۱) حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ - ص - ۹۹ : ومنہا ما یباشرہ لموافقۃ الاخوان او لعارض خارجی من جوع وعطش ونحوھما اذا لم یصر عادۃ لا یستطیع الاقلاع عنہا "

والتضييق عليهم فان
امتنعوا قاتلوهم و
عزّروهم وان اطاعوا
جعلوهم بمنزلة الحمير
والبقر يستعمل في
النضح والرياس
والحصاد ولا تقتني
الا ليستعان بها
في الحاجات ثم لا
تترك ساعة من العناء
حتى صاروا لا يرفعون
رؤسهم الى السعادة
الاخروية اصلاً ولا
يستطيعون ذلك
وربما كان الاقليم
واسع ليس فيهم
احد يهمه دينه
(۱)

ٹیکس عائد کر دیئے جائیں اور ان پر
سختی کی جائے اور اگر یہ لوگ ادائیگی
نہ کریں تو انہیں مارا پیٹا جائے اور
سزائیں دی جائیں - اگر وہ اطاعت کریں
تو انہیں گدھے اور بیل کیطرح بنا لیا
جائے جو آبپاشی کرنے جوتنے اور
اناج کی کٹائی کیلئے کام میں لائے
جاتے ہیں اور انکو زندہ رکھنے کا
مقصد فقط اپنی ضروریات کی تکمیل
ہوتا ہے - پھر ان لوگوں کو محنت
و مشقت سے ذرا بھر بھی آرام
نہیں دیا جاتا اوران مصائب میں
مبتلا ہونے کی وجہ سے یہ پسماندہ
لوگ اخروی سعادت پر بالکل توجہ
نہیں دیتے اور نہ ہی وہ اس قابل
رہتے ہیں اور بسا اوقات ایسا ہوتا
ہے کہ ایک بڑی سلطنت میں ایک آدمی
بھی ایسا نہیں ہوتا جسے اپنے دین
کی فکر ہو - "

---

(۱) حجة اللہ البالغہ ج ۱ - ص ۲۶۳

شاہ صاحب رح فرماتے ہیں کہ امیر طبقے کی بے جا فرمانبرداری اور چاپلوسی کے نتیجے میں ایک غلامانہ ذہنیت وجود میں آتی ہے جو لوگوں کے اخلاق کو پست بنا دیتی ہے اور اعلی اخلاق و صفات کے بارے میں انکے سوچنے کی صلاحیت مفلوج ہو جاتی ہے - شاہ صاحب لکھتے ہیں :

" و تتوقف مکاسبهم
علی صحبة الملوک
والرفق بهم و حسن
المحاورة معهم والتعلق
منهم وکان ذلک هو
الفن الذی تتعمق
افکارهم فیه و تضیع
اوقاتهم معه فلما
کثرت هذه الاشتغال
تشبح فی نفوس
الناس هیئات
خسیسة و اعرضوا
عن الاخلاق الصالحة (١)

" بہت سے لوگوں کی زندگی کا انحصار
بادشاہوں اور امراء کی مصاحبت
خوشامد اور چاپلوسی پر ہو جاتا ہے
اور یہ ایک ایسا فن بن جاتا ہے
جس میں ان کی تمام ذہنی
صلاحیتیں اور قیمتی اوقات
ضائع ہونے لگتے ہیں جب اس
قسم کے اشغال عام ہو جاتے
ہیں تو لوگوں کے نفوس
میں خسیس خیالات
راسخ ہو جاتے ہیں
اور وہ اچھے اخلاق سے رخ
پھیر لیتے ہیں -" (١)

---

(١) حجة الله البالغه ج١ ص - ٢٦٢

انبیاء کرامؑ اور معاشی اصلاح :

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ انبیاء کرام کی بعثت کا بنیادی مقصد ان طریقوں کی اصلاح ہوتا ہے جن سے انسان اپنے خالق و مالک کے ساتھ اپنے رشتہ عبدیت کو درست اور مضبوط بنا سکے تاہم چونکہ اجتماعی ماحول اور معاشیات کا اخلاقی اور مذہبی حالت کیساتھ گہرا ربط ہے اسلئے انبیاء کرام کو لازماً معاشی اور معاشرتی امور کی اصلاح بھی کرنی پڑتی ہے - چنانچہ شاہ صاحب لکھتے ہیں :

" فاعلم ان اصل	" یاد رکھو کہ انبیاء کرام
بعثۃ الانبیاء وان	کی بعثت بنیادی طور پر
کان لتعلیم وجوہ	عبادات کے طریقوں کی
العبادات اوّلا	تعلیم کیلئے ہوتی ہے - مگر
وبالذات لکنہ قد	گاہے گاہے رسوم فاسدہ کی بربادی و بیخ کنی
تنضم مع ذلک ارادۃ	اور ارتفاقات صالحہ (مفید اجتماعی اداروں) کے
اخمال الرسوم الفاسدۃ	قیام کی ترغیب بھی ان
والحث علی وجوہ	کے مشن کا ایک حصہ
من الارتفاقات - (۱)	ہوتی ہے - "

انبیائے کرامؑ اور قیام عدل :

شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ انبیائے کرام کلی طور پر ترک دنیا کی تعلیم

(۱) حجۃاللہ البالغۃ ج ۱ - ص - ۲۶۰

نہیں دیتے تاہم وہ دنیوی انہماک اور پرتکلف زندگی کی مذمت کرتے ہیں اور انسانی معاشرے کو عزل و اعتزال کی راہ پر گامزن کرنے کا حکم دیتے ہیں - شاہ صاحب فرماتے ہیں :

" واعلم انه لیس رضا الله تعالی فی اہمال الارتفاق الثانی والثالث ولم یا مر بذالک احد من الانبیاء علیہم السلام ولیس الامر عما ظننته قوم فروا الی الجبال و ترکوا مخالطۃ الناس راساً فی الخیر والشر و صاروا بمنزلۃ الوحش ولذالک رد النبی صلی الله علیه وسلم علی من ارادالتبتل وقال : ما بعثت بالرھبانیۃ وانما بعثت بالملۃ الحنیفیۃ السمحۃ -:"

" یہ بھی یاد رکھیے کہ اللہ کی رضا و خوشنودی اسمیں نہیں کہ ارتفاق ثانی و ثالث (تمدنی زندگی کی دوسری اور تیسری منزل) کو ختم کر دیا جائے (اور نوع انسانی حیوانی منزل حیات کیطرف رجعت قہقری کر لے) تاریخ نبوت وانبیاء اس بات پر شاہد ہے کہ) اور کسی نبی علیہ السلام نے بھی اسکا حکم نہیں دیا ہے - حقیقت حال قطعاً ایسی نہیں جیسے کہ ان لوگوں نے سمجھ رکھا ہے جو دنیا کو ترک کر کے پہاڑوں میں جا چھپے اور ہر نیکی و بدی میں لوگوں سے میل ملاپ بالکل ترک کر دیا - اور وحشی جانوروں جیسی زندگی اختیار کرلی - اسلئے حضور صلعم نے ترک دنیا کرنے والوں کی تردید فرمائی اور ارشاد فرمایا " مجھے رہبانیت کے ساتھ مبعوث نہیں کیا گیا بلکہ مجھے تو ایک آسان پاک شریعت عطا کر کے بھیجا گیا ہے - ہاں یہ بات ضرور ہے کہ انبیاء علیہم السلام

لکن الانبیاء علیہم السلام

امروا بتعويل الارتفاقات
والايبلغ بها حال
المتعمقين فى
الرفاهية كملوک العجم
ولا ينزل بها الى
حال سكان شواهق
الجبال اللاحقين
بالوحش ۰۰۰۰۰
۰۰۰۰۰والذى
اتى به الانبياء
قاطبة من عندالله
تعالى فى هذا
الباب هو ان ينظر
الى ما عندالقوم من
اراب الاكل والشرب
واللباس والبناء و
وجوه الزينة والنكاح
و سيرة المتناكحين ومن
طرق البيع والشراء

نے تدابیر نافعہ میں اعتدال قائم
کرنے کا حکم دیا ہے تا کہ لوگوں
کی حالت ان شاہانِ عجم کیطرح
نہ ہو جائے جوعیش و طرب میں
مخمور ہوں اور نہ اس درجہ پسماندہ
ہو جائے جیسے پہاڑوں کی چوٹیوں
پر رہنے والے لوگ جنکی حالت
جنگلیوں اور وحشیوں جیسی
ہوتی ہے - ۰۰۰۰۰۰ اس معاملہ
میں تمام انبیاء علیہم السلام اللہ
کی طرف سے یہ تعلیم لے کر
مبعوث ہوئے کہ وہ دیکھیں کہ
قوم کے پاس کھانے ، پینے ،
لباس اور تعمیرات کا کیا نظام
ہے - زیب و زینت کے کیا
طریقے ہیں - نکاح کا کیا
دستور ہے - میاں بیوی کے
تعلقات کی کیا شکل ہے - خرید
و فروخت کے طریقے جرائم

ومن وجوه المزاجر عن المعاصي
وفصل القضايا و نحو ذلك فان
كان الواجب بحسب الرای الكلي
منطبقاً عليه فلا معنى
لتحويل شيء منه من موضعه
لا العدول عنه الى غيره بل يجب
ان يحث القوم على
الاخذ بما عنده وان
يصوب رايهم في ذلك
ويرشدوا الى ما فيه من
المصالح وان لم
ينطبق عليه و
مست الحاجة الى
تحويل شيء او ادخاله
بكونه مقتضياً الى
تاذى بعضهم من
بعض او تعمقاً
في لذات الحياة
الدنيا -

کی سزاؤں اور مقدمات کے فیصلوں
کا کیا دستور ہے - پس اگر یہ تمام
طریقے رائے کلی کے مطابق اور
مناسب ہوں تو ان میں سے
کسی چیز کو بدلنے کی ضرورت
نہیں اور نہ ہی انکی جگہ دوسرا
دستور لانے کی حاجت ہے -
بلکہ ضروری ہے کہ لوگوں کو
انکے صحیح اصولوں پر قائم
رہنے کی ترغیب دی جائے انکی
رائے کو درست قرار دیا جائے
اور ان امور کے اندر موجود
مصالح و فوائد سے ان کو
آگاہ کیا جائے - اور اگر ان
کے طور طریقے رائے کلی دین و دانش
کے تقاضوں کے تحت مسلمہ اجتماعی
معارات سے مطابقت نہ رکھتے ہوں
اور کسی چیز کو مٹا ڈالنے یا پس
پشت ڈال دینے کی ضرورت ہو اسلئے
کہ وہ بعض لوگوں کیلئے ایذا و رسانی
یا دنیاوی لذات میں تعمق کا باعث بن رہی ہوں

واعراضاً عن الاحسان	یا احسان سے روگردانی کا باعث ہوں یا ایسی
اومن المسلیات	تفریحات پر مبنی ہوں جو دنیا و آخرت کے مصالح
	سے غفلت میں ڈال رہی ہوں تو ان کو ایسے
التی تؤدی الی	رخ پر ڈال دینا جس
اہمال مصالح الدنیا	کی مثال انکے ہاں موجود
والاخرة ۔۔۔۔۔	ہو یا قوم کے اچھی شہرت
یحول الی نظیر	والے افراد کے ہاں
ماعندہم او نظایر	معروف ہو، موڑ ڈالنا
ما اشتہر من	یا حکمت سے بدل ڈالنا
الصالحین المشہور	ضروری ہوتا ہے -
لہم بالخیر عندالقوم (۱)	

خاتم النبیینؐ اور ارتفاقات کی اصلاح :

شاہ صاحب بتاتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقاصد بعثت میں سے ایک اہم مقصد یہ بھی تھا کہ انسانی معاشرے کو معاشی افراط و تفریط سے نکال کر اعتدال کی راہ پر لایا جائے - اسوقت چونکہ متمدن دنیا کے بڑے حصے پر روما و ایران کا سکہ جما ہوا تھا - اور یہ دونوں حکومتیں معاشی عدم توازن اور پرتکلف نظام زندگی کا شکار ہو چکی تھیں - اسلئے انکے فاسد نظام زندگی کی اصلاح بھی آپ کی بعثت کے مقاصد میں شامل تھی - شاہ صاحب لکھتے ہیں :

"والاقالیم الصالحة	"(حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

(۱) حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ - ص ۲۶۲ - ۲۶۰

لتولو الامزجة كانت
مجموعة تحت ملكين
كبيرين يومئذ احدهما
كسرى وكان متسلطا
على العراق واليمن
وخراسان وما وليهما
وكانت ملوك ماوراء
النهر تحت حكمه
يجبى اليه منهم الخراج
كل سنة -
والثانى قيصر وكان
متسلطا على الشام
والروسة وما وليهما
وكان ملوك مصر
والمغرب والافريقية
تحت حكمه يجبى اليه
منهم الخراج وكان
كسرو لة هز ين
الملكين والتسلط على

عہد میں) وہ اقالیم صالحہ
جن میں معتدل مزاج پیدا
ہونے کی صلاحیت تھی
دو بڑے شاہنشاہوں کے
تحت تھیں -
۱ - کسری : یہ بادشاہ عراق یمن
خراسان اور انکے متصل علاقوں
پر قابض تھا - ماوراء النہر اور
ہندوستان کے باشندے اسکے تحت
تھے - اور ہر سال اسکو خراج
بھیجتے تھے - ۲ - قیصر : یہ
شام ' روم اور اسکے متصل علاقوں
پر قابض تھا - مصر ' مغرب اور
افریقہ کے بادشاہ اسکے
ماتحت تھے - اور وہ اسے
خراج ادا کیا کرتے تھے -
ان دونوں بادشاہوں کی شان وشوکت
کو توڑ دینا اور انکے علاقوں
پر قبضہ کر لینا دراصل

ملکهما بمنزلة الغلبه علی جمیع الارض وکانت عاداتهم فی الترفه ساریة فی جمیع البلاد التی هی تحت حکمهما وتغیر تلک العادات وصدهم عنها مفضیا فی اجمعه الی تنبیه جمیع البلاد علی " - (۱)

روئے زمین پر قبضہ کر لینے کے مترادف تھا - ان دو ممالک کا پرتعیش نظام زندگی ان کے ماتحت ممالک میں بھی جاری و ساری تھا - اس لیے ان دو بڑی طاقتوں کی اصلاح درحقیقت انکے زیر اثر تمام ممالک کی اصلاح تھی " -

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ روم و ایران کے مسرفانہ اور ظالمانہ نظام حکومت کا خاتمہ کا واحد علاج یہ تھا کہ اس نظام کے مراکز کو برباد کر کے اس مرض کا مکمل آپریشن کیا جائے - چنانچہ فرماتے ہیں :

" فلما عظمت المصیبة واشتدت هذا المرض سخط علیهم الله والملئکة المقربون وکان رضاه الله فی معالجة هذا

" جب (عیش و عشرت کی غیر معتدل زندگی کی یہ) مصیبت بڑھ گئی اور یہ مرض شدید ہو گیا تو اللہ تعالی اور ملائکہ مقربین ان پر ناراض ہو گئے اور اللہ

---

(۱) حجۃ اللہ البالغہ ج۱ - ص - ۹۲ - ۲۹۱

المرض بقطع مادته
فبعث نبيا اميا صلى
الله عليه وسلم لم
يخالط العجم والروم
ولم يترسم برسومهم
وجعله ميزانا يعرف
به الهدى الصالح
المرضي وانطقه بذم
عادات الاعاجم وقبح
الاستغراق في الحياة
الدنيا والاطمئنان بها
ونفث في قلبه ان
يحرم عليهم رؤوس
ما اعتاده الاعاجم
وتباهوا بها كلبس
الحرير والقسي والارجوان
واستعمال اواني الذهب
والفضة وحلي الذهب
غير المقطع والثياب

کی مرضی ہوئی کہ
مادہ مرض کو کاٹ پھینک کر
اسکا علاج کیا جائے - تو
اللہ تعالی نے ایک نبی
امی صلی اللہ علیہ وسلم کو
بھیجا جسکا عجم اور روم کے
ساتھ کوئی اختلاط نہ تھا اور
نہ ہی وہ کبھی انکی رسومات
کا پابند تھا - اللہ تعالی نے
اس نبی کو "میزان" قرار دیا
جسکے ذریعہ اللہ تعالی کے پسندیدہ
طریقوں کو واضح طور پر معلوم
کیا جا سکے - اللہ تعالی نے اس
کے ذریعے عجمیوں کی عادات کی
مذمت فرمائی اور دنیوی زندگی میں
استغراق و اطمینان کی قباحت
ظاہر کروائی اور اسکے دل میں القاء
کیا کہ وہ ان چیزوں کو حرام ٹھہرائے
جو اہل عجم کی عادت بن چکی

المصنوعۃ فیھا

الصور و تزویق

البیوت (۱) -

تھیں - اور وہ اسپر فخر جتا رہے تھے جیسے قیمتی ریشمی اور رنگا رنگ کپڑوں کا استعمال سونے چاندی کے برتن ' سونے کے بڑے بڑے زیورات ' مصور و منقش کپڑے اور عمارات میں نقش و نگار کے تکلفات وغیرہ -" (۱)

" وبالجملۃ فلما ارار اللہ تعالی اقامۃ الملۃ العوجاء وان یخرج للناس امۃ" تامرھم بالمعروف وتنھاھم عن المنکر وتغییر رسومھم الفاسرۃ کان ذلک موقوفا" علی زوال دولۃ ھذین متیسرا" بالتعرض لحالھما فان حالھما یسری فی جمیع الاقالیم الصالحۃ اویکار یسری فقضی

" الغرض جب اللہ تعالی نے چاہا کہ ملت کی کجی دور کرے اور لوگوں کیلئے ایسا گروہ پیدا کرے جو انہیں نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے اور انکی غلط رسموں کو بدل دے اور یہ مقصد ان دونوں سلطنتوں کے زوال اور انکے ساتھ تعرض کرنے سے حاصل ہو سکتا تھا اس لئے کہ ان دونوں کا اثر تمام بلاد صالحہ میں سرایت کر جانے کے قریب تھا - چنانچہ اللہ تعالی نے ان دونوں سلطنتوں کے زوال کا فیصلہ فرمایا - اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ

(۱) حجۃ اللہ البالغۃ ۔ ج۱ ۔ ص ۹۵-۲۹۴

الله بزوال دولتهما	کسری ھلاک ہوا
واخبرا النبی صلی	اور اسکے بعد
الله علیه وسلم بان	کوئی کسری نہیں ہوگا -
ھلک کسری فلا کسری	اور قیصر ھلاک ہوا اور
بعده و ھلک قیصر	اسکے بعد کوئی قیصر
فلا قیصر بعده -	نہیں ہوگا - اور حق
و نزل الحق الدامغ	نازل ہوا جو تمام روئے
لباطل جمیع الارض	زمین کے باطل کو مٹانے
فی مخ باطل العرب	والا ہے اور وہ اسطرح
بالنبی صلی الله	کہ حضور صلی الله علیه
علیه وسلم و صحابه	وسلم اور صحابہ کرام کے
و دمغ باطل هذین	ذریعے عرب کا باطل
الملکین بالعرب و	اور عربوں کے ذریعے ان
دمغ سائر البلاد	دونوں سلطنتوں کا نظام باطل
بمثلتها -" (۱)	مٹا دیا جسمیں باقی ممالک
	کی اصلاح کا راز مضمر تھا -

مال و دولت انسان کی ضرورت ہے مقصو نہیں :

شاہ صاحب نے مال و دولت اور اسکے دنیوی و اخروی مضمرات پر تفصیل سے بحث کی ہے - اور اسکی اہمیت کو صحیح طور پر متعین فرماتے ہوئے

(۱) حجه الله البالغه ج ۱ - ص ۲۹۲

بتایا ہے کہ یہ انسان کی ایک اہم ضرورت تو ہے مقصد حیات نہیں - اسلئے مال و دولت جمع کرنے کا انہماک اور خرچ میں بخل ہلاکت کا باعث ہے - اسی طرح زائد از ضرورت چیزیں جمع کرنے کی دھن میں لگے رہنا وصف سماحت (۱) کے خلاف ہے - چنانچہ شاہ صاحب زہد کی حقیقت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

" ثم لا بد من بيان ماكثر وقوعه من مظان السماحة وتمييز ما اعتبره الشرع بما لم يعتبره - فمنها الزهد فان النفس ربما تميل الى شره الطعام واللباس والنساء حتى تكتسب من ذلك لوناً فاسرا يرخل في جوهرها فاذا انقضه الانسان عن نفسه فذلك الزهد في الدنيا وليس ترك هذه الاشياء مطلوباً بعينه بل انما يطلب تحقيقاً لهذه الخصلة - ولذلك قال النبي صلى الله عليه وسلم : الزهادة في

" یہ بھی ضروری ہے کہ ان امور کو بیان کر دیا جائے جہاں کثرت سے سماحت واقع ہوتی ہے اور شریعت کے نزدیک معتبر اور غیر معتبر اشیاء کی تمیز بھی ضروری ہے - ان میں سے ایک زہد ہے اسلئے کہ انسان بسا اوقات خوراک لباس اور عورتوں کی حرص کیطرف مائل ہو جاتا ہے - حتی کہ اس سے ایک فاسد رنگ پیدا ہو جاتا ہے جو اسکے جوہر میں اثر کر جاتا ہے جب انسان اسکو اپنے نفس سے دور کرتا ہے تو اسے "دنیا میں زہد" کہا جاتا ہے اور بعینہ ان اشیاء کو ترک کرنا مطلوب نہیں بلکہ اصل مطلوب اس خصلت کا حصول ہے - چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس

---

(۱) شاہ صاحب نے طہارت اخبات' سماحت اور عدالت کو چار بنیادی فطری خصائل قرار دیا ہے - (حجۃ اللہ البالغہ - المبحث الرابع)

الدنیا الا تکون بما فی یدیک
اوثق مما فی یدی الله وان تکون
فی ثواب المصیبۃ اذا انت
اصبت بہا ارغب فیہا لوانہا
ابقیت لک - وقال لیس لا بن
آدم حق فی سوی ھذہ الخصال
بیت یسکنہ و ثوب یواری عورتہ
و جلف الخبز والما ء - وقال
یحسب ابن آدم لقیمات یقمن
صلبہ - وقال : طعام الاثنین
کافی لثلاثہ و طعام الثلاثہ
کافی الاربعہ - "
یعنی ان الطعام الذی یشبع الاثنین
اذا اکلہ الثلاثہ کفاہم علی
التوسط یدبر الترغیب فی
المواساۃ و کراھیۃ شرہ الشبع

حدیث میں اسی مضمون کی تصحیح
فرمائی ہے کہ [دنیا سے بے لوث ہونے
اور زہد کے یہ معنی نہیں کہ آدمی حلال
کو اپنے اوپر حرام کرے یا یہ کہ مال
کو ضائع کرے - بلکہ زہد] فی الدنیا
کے تو یہ معنی ہیں کہ جو کچھ تمہارے
پاس موجودہ ہے اس سے زائد بھروسہ
تمہیں اس پر ہو جو اللہ تعالی کے ہاں
ہے اور اگر تمہیں کوئی مصیبت پیش
آئے تو جو چیز تم سے کھو گئی ہے
اس سے زیادہ مرغوب تم کو وہ ثواب
ہو جو مصیبت کے عوض تم کو ملتا
ہے - " ایک اور حدیث میں ہے کہ
"ابن آدم کو سوائے ان تین چیزوں
کے اور کوئی حق حاصل نہیں -
(ا) سکونت کیلئے گھر (ب) بدن
ڈھانکنے کیلئے کپڑا اور (ج) نانِ
خشک اور پانی " اور ایک حدیث میں
ہے - " آدمی کیلئے تو چند لقمے کافی
ہیں جن سے اسکی کمر سیدھی رہے -

ایک اور حدیث میں ہے کہ " دو آدمیوں کا کھانا تین کیلئے کافی ہے اور تین کا چار کیلئے کافی ہے یعنی جو مقدار دو آدمیوں کے پیٹ بھر کھانے کیلئے کافی ہو سکتی ہے وہی مقدار اعتدال سے تین اشخاص کیلئے کافی ہو سکتی ہے - اس حدیث میں ہمدردی کی ترغیب اور پرخوری کی مذمت کی گئی ہے -(۱)

مال و دولت بری چیز نہیں بلکہ نعمت عظیمہ ہے :

" ومنها الجور و ذلك لان حب المال وحب امساكه ربما يملك القلب ويحيط به من جوانبه فاذا قدر على الفاقه ولم يجر له بالانفس الجور وليس الجور اضاعة المال وليس المال مبغضاً لعينه فانه نعمة كبيرة - قال صلى الله عليه وسلم اتقوا الشح فان الشح اهلك من قبلكم حملهم على ان سفكوا دماءهم واستحلوا محارمهم - (۲)

" اور ان صفات میں سے ایک جور (سخاوت) ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ مال کی محبت اور اسکو جمع کر کر رکھنے کی محبت بسا اوقات دل پر قبضہ کر لیتی ہے اور ہر طرف سے اسکا احاطہ کر لیتی ہے جب خرچ کرنے پر قدرت حاصل کرے اور اسکی کچھ پرواہ نہ کرے تو یہ سخاوت ہے اور سخاوت کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ مال ضائع کرے اور مال ودولت بالذات کوئی مبغوض چیز نہیں اسلئے کہ یہ ایک بہت بڑی نعمت ہے - حضور صلعم نے فرمایا " بخل سے بچو کیونکہ بخل نے تم سے پہلوں کو ہلاک کیا - بخل نے انہیں اس پر ابھارا کہ وہ اپنوں کے خون بہائیں اور محارم کو حلال قرار دے لیں - "

---

(۱) حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص - ۶۶۹
(۲) حجۃ اللہ البالغہ ایضاً

ہنگامی حالات میں تمام زائد از ضرورت
مال خرچ کرنا ضروری ہوتا ہے :

" وقال صلی اللہ علیہ وسلم :
من کان معہ فضل ظہر فلیعد
بہ علی من لا ظہر لہ و من کان
لہ فضل زاد فلیعد بہ علی
من لا زاد لہ فذکر من اصناف
المال حتی راینا لا حق
لاحد منافی فضل -
اما رغب فی ذلک اشد
الترغیب لانہم کانوا فی
الجہاد وکانت بالمسلمین
حاجۃ واجتمع فیہ السماحۃ
واقامۃ نظام الملۃ وابقاء
مہج المسلمین - (۱)

" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :
" جسکے پاس زائد سواری ہو تو جسکے
پاس سواری نہیں وہ اسکو سواری دے
اور جسکے پاس زائد کھانا ہو تو وہ اسکو
کھانا دے جسکے پاس کھانا نہیں ' اسی
طرح آپ نے مال کی کئی اقسام کا
ذکر کیا حتی کہ ہم نے سمجھا کہ
ہمارے پاس جو زائد ہے اسمیں کسی کا
کاکوئی حق نہیں - آپ صلی اللہ علیہ
وسلم نے اسکی شدت ترغیب دی اسلیئے
کہ اسوقت مسلمان جہاد میں تھے اور
مسلمانوں کو ان اموال کی ضرورت تھی
اور اسمیں سماحت ' نظام ملت کا قائم کرنا
اور مسلمانوں کی زندگی کا باقی رکھنا سب
جمع ہو گیا" -

یہاں ایک نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ شاہ صاحب نے "اشدّ الترغیب" کے الفاظ تو ذکر کئے ہیں لیکن یہ نہیں فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کی حلال ملکیت کو جبراً بھی ضبط کیا - اسلیئے کہ یہ اسلام کے عطا کردہ شخصی حقوق ملکیت کے خلاف ہے -

---

(۱) حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ - ص - ٦٧٠

اسی طرح معاش میں عدل و اعتدال پر زور دیتے ہوئے شاہ صاحب فرماتے ہیں:

" ومنا قیاسان متعارضان :
احدہما ان الترفه حسن
یصح به المزاج ویستقیم
به الاخلاق ویظهر به
المعانی التی امتاز به
الآدمی من سائر بنی
جنسه والغباوة والعجز
و نحوهما تنشأ من
سوء التدبیر - وثانیهما
ان الترفه قبیح لاحتیاجه
الی منازعات و مشارکات
وکد و تعب واعراض عن
جانب الغیب واهمال
لتدبیر الاخرة و لذلک
کان المرضی التوسط
وابقاء الارتفاقات و
ضم الاذکار معها والاداب
وانتهاز فرص للتوجه
الی الجبروت - (١)

" اس بارے میں دو متضاد آراء ہیں :
ایک یہ کہ آسودگی اچھی چیز ہے -
اس سے مزاج درست ہو جاتا ہے -
اخلاق سنورتے ہیں اور ان علوم و
فنون کی اشاعت ہوتی ہے جنکی
بدولت انسان اپنے ابنائے جنس
میں ممتاز ہوتا ہے اور بدتدبیری سے
کند ذہنی اور عجز جیسی مضر
صفات جنم لیتی ہیں - دوسری رائے
یہ ہے کہ آسودگی بری چیز ہے اس
سے جھگڑے باہمی منازعات اور
مشقت و تعب پیدا ہوتے ہیں -
آسودگی کے باعث عالم غیب اور
روحانیت سے توجہ ہٹ جاتی ہے
اور امور آخرت سے غفلت پیدا
ہوتی ہے - اسلئے پسندیدہ بات
اعتدال اور میانہ روی ہے کہ تدابیر
نافعہ کو باقی رکھا جائے اور انکیساتھ
ساتھ ذکر و اذکار اور آداب و اخلاق کا
اہتمام کیا جائے اور عالم جبروت کیطرف

---

(١) حجة الله البالغه ج١ - ص - ٧٠ - ٦٦٨

متوجہ ہونے کیلئے فرصت

نکالی جائے -

موجودہ دور میں شاہ صاحب کے معاشی افکار کی اہمیت :

پچھلے صفات میں گزر چکا کہ شاہ صاحب کے عہد میں برصغیر میں شاہی نظام کے تحت ملک کا بڑا حصہ زرعی معیشت سے وابستہ تھا - انگریزوں کی آمد کے بعد جو مشینی اور صنعتی دور متعارف ہوا آپکے عہد میں اسکا نام و نشان تک نہ تھا - ظاہر ہے کہ شاہ صاحب ان حالات میں وہی معاشی تعلیمات فراہم کر سکتے تھے جو اس دور کی گرتی ہوئی معیشت کو صحیح بنیادوں پر اٹھا سکیں - آجکل صنعت اپنے عروج کو پہنچ چکی ہے - اور معیشت دیہات اور شہر کی حدود سے نکل کر قومی اور بین الاقوامی بنتی جا رہی ہے - اور قومی دولت کا اندازہ مشین اور ٹیکنالوجی کے استعمال سے لگایا جا رہا ہے - شاہ صاحب کے عہد میں ایسا کوئی تصور معروف نہ تھا - تاہم شاہ صاحب کا دعوی ہے کہ وہ ایک ایسا خاکہ پیش کر رہے ہیں جو معمولی رد و بدل سے ہر معاشرے کیلئے کارآمد ہے - اور کوئی انسانی معاشرہ عمرانی و معاشی ضروریات کے ان عالمگیر قوانین سے خالی نہیں رہ سکتا - چنانچہ شاہ صاحب فرماتے ہیں :

" واذا نحن امعنا فی	" جب ہم ان ارتفاقات (اربعہ) کے قوانین
تصویر ھذہ الارتفاقات	احکام اور علوم (وفنون لازمہ) کے خاکے پر گہری
باحکامہا وعلومہا فلا	نظر ڈالنے لگیں تو دو نکتوں سے خاص
نغفلن عن نکتتین -	طور پر غفلت نہیں کرنی چاہئے

ان میں سے ایک نکتہ یہ ہے کہ

احرها انا نزکر
صورة ولانريرها
بخصوصها بل ايابها
وما يماثلها ويقاربها
مما يصحبه القواعد
الكلية التي علمناها
وتختلف بحسب
علوم كل قوم وعاداتهم
بعد رخولها في تلك
القواعد - (١)

ہم فقط ایک صورت اور خاکہ پیش
کر رہے ہیں - اور ہمارے پیش نظر
کوئی مخصوص معاشرہ نہیں ہے
بلکہ ایک ایسا معاشرہ یا اسکے
مماثل یا اسکے قریب قریب (معاشرہ
پیش نظر ہوتا ہے) جوان قواعد
کلیہ کی تصدیق کرتا ہے - جو ہمیں
معلوم ہیں اور جب کوئی قوم ان قواعد
کلیہ کے تحت زندگی بسر کرنے لگتی
ہے تو یہ خاکہ انکے مخصوص علوم
اور عادات کیمطابق تغیر پزیر ہونے
لگتا ہے - "

اسی طرح ایک اور مقام پر فرماتے ہیں :

" اعلم ان الارتفاقات ....
واصولها مسلمة ....
ويرونها امورا بريهية
من شرة شهرتها ولا
يصرنك عما ذكرنا

" ارتفاقات کے اصول اس قدر
مشہور عالم ہیں کہ انکا شمار (مسلّمات)
بریہیات میں ہو سکتا ہے یہ اور بات
بات ہے کہ ان پر عمل
کی چھوٹی بڑی صورتوں میں

---

(١) البرور البازغه - ص - ٦٥

فی صور الارتفاقات و قوموں کے نزدیک مختلف

فروعہا - (۱) ہیں - "

چنانچہ ہم آسانی سے کہہ سکتے ہیں کہ شاہ صاحب کے پیش کردہ اصول عالمگیر ہیں - جن کو بصیرت ' حکمت اور اجتہاد کے ذریعہ عصری تقاضوں کے مطابق آج بھی اسلامی نظامِ عدل کے بہترین عملی نمونہ کے طور پر پیش کرسکتے ہیں - اسی نکتے کیطرف اشارہ کرتے ہوئے مشہور مصنف مولانا عبدالمجید سالک لکھتے ہیں :

" اقتصادیات و معاشیات کے مسائل پر شاہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ اور البدورالبازغہ میں ارتفاقات کے عنوان سے جو اصول پیش کیے ہیں - انکو اگر کوئی مسلم حکومت اپنا دستور اساسی بنا لے تو اسکی مملکت یقیناً اقتصادی بے چینی اور طبقاتی کشمکش سے بڑی حد تک محفوظ رہیگی - (۲)

---

(۱) حجۃ اللہ البالغہ - ج۱ - ص ۱۳۲

(۲) مسلم ثقافت ہندوستان میں - از مولانا عبدالمجید سالک ص - ۶۲۰

باب سوم

اِنسان کی اوّلین معاشی ضروریات

باب سوم : اِنسان کی اولین معاشی ضروریات
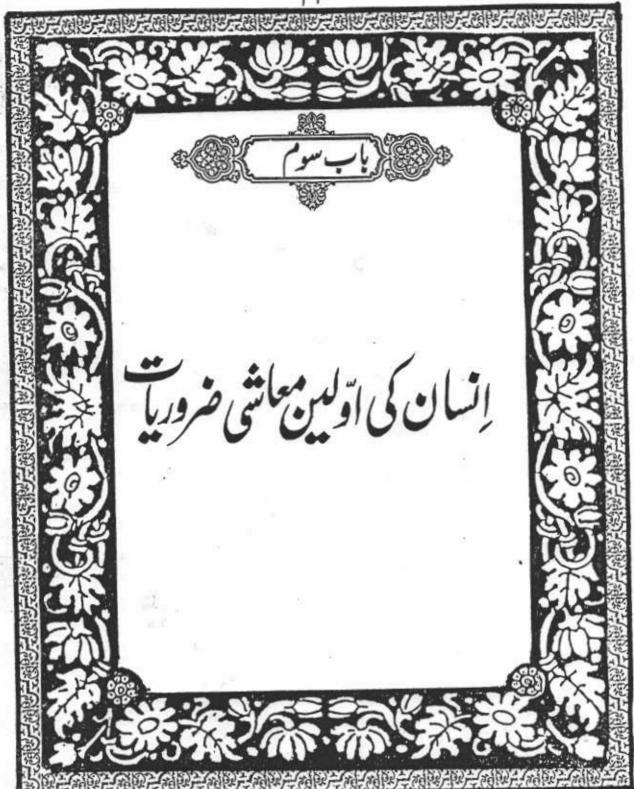
شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ انسان بالطبع اجتماع پسند ہے اللہ تعالی نے اسکو ایسی فطری خصوصیات سے نوازا ہے کہ وہ تنہا زندگی کی ضروریات اور تعمیر و تحسین کے لوازمات پورے نہیں کر سکتا اسکے لئے وہ دوسرے ابنائے جنس کا محتاج ہے اسلئے معاشرہ سے باہر الگ تھلگ نہیں رہ سکتا اور ہر انسانی

معاشرہ کی درجہ بدرجہ ترقی کیلئے ضروری ہے کہ معاشرے کی ہر سیڑھی بہتر انداز میں مکمل ہو کر اگلی منزل کیلئے زینہ کا کام دے سکے - جسطرح ایک فرد کی زندگی کو سرسری طور پر چار مراحل مثلاً بچپن ، لڑکپن ، جوانی اور پختگی عمر میں تقسیم کیا جا سکتا ہے - اور ان کا اسی ترتیب سے واقع ہونا ایک بدیہی امر ہے - اسی طرح معاشرے کی ہر اگلی سیڑھی کیلئے پہلی سیڑھی کا وجود اور تکمیل ضروری ہے - شاہ صاحب لکھتے ہیں :

" فی امزجة الافراد
ولو ان انساناً نشأ
ببادیة نائیة عن
البلدان ولم یتعلم
من احد رسماً کان
له لا جرم حاجات
من الجوع والعطش
والغلمة واشتاق لا

" اگر ایک انسان آبادیوں سے دور
دراز کسی جنگل میں پیدا ہو ، کسی
سے کوئی رسم و رواج نہ سیکھا ہو
تب بھی اسکو بھوک پیاس اور صنفی
خواہش پورا کرنے کی ضرورت پیش
آئیگی اور وہ گرمی ، سردی اور
بارش سے بچنے کیلئے کسی مسکن
کا بھی محتاج ہوگا - چنانچہ صنفی

محالة الی امراة	خواہش اسے مجبور کریگی کہ وہ
ولا برعنو صحة	کسی عورت سے ازدواجی تعلق
مزاجهما ان یتولو	قائم کرے اور جب مرد و عورت
بینهما اولاد و	دونوں کا مزاج صحیح ہوگا تو
ینضم اهل ابیات	انکے ہاں اولاد پیدا ہوگی اور
و ینشا فیهم معاملات	اسطرح کئی گھر آباد ہو جائیں گے
فینتظم الارتفاق الاول	پھر (اہل محلہ) کے درمیان
عن آخره ثم اذا	معاملات اور لین دین کی ضروریات
اکثرو الابرأن یکون	پیش آئینگی - آخر کار ارتفاقِ
فیهم اهل اخلاق	اول" قائم ہو جائیگا - پھر
فاضلة تقم فیهم	جب ان کی آبادی بڑھے
وقائع توجب سائر	گی تو ان میں ایسے لوگ بھی ضرور ہونگے
الارتفاقات - (١)	جو اعلی اخلاق کے حامل ہونگے اور ایسے
	واقعات بھی پیش آئینگے جنکے باعث تمام
	ارتفاقات ظہور پزیر ہونگے -"

بنیادی معاشی ضروریات :

شاہ صاحب کے نزدیک ارتفاق اول کو جماعتی زندگی اور معاشرہ انسانی کا سنگ بنیاد کہنا چاہیے - جسکے اجتماعی امور سے انسانوں کا چھوٹے سے چھوٹا

---

(١) حجۃاللہ البالغہ ج ١ - ص - ١٣٢

گروہ بھی بے نیاز نہیں رہ سکتا - کوئی انسانی گروہ شہروں اور دیہات سے کتنا ہی دور کیوں نہ رہے اسمیں پہلے درجے کے اجتماعی ادارے ضرور پائے جائینگے (جیسا کہ گزشتہ اقتباس میں مزکور ہوا) اس تمدن کی پہلی منزل میں افراد نوع انسانی کو مندرجہ زیل معاشی ، معاشرتی اور اجتماعی ضرورتیں در پیش ہوتی ہیں جنکو تدابیر نافعہ کے زریعہ بطریق احسن پورا کرنے کی مشترک کوششیں کی جاتی ہیں :

١ - خوراک :

زندگی کی بقاء کیلئے خوراک کا حصول انسان کی اولین ضرورت ہے - چنانچہ انسان فطری طور پر درج زیل اشیاء پر توجہ دیتا ہے :

" ومن الارتفاق الاول ان	" کہ وہ ایسے اناج اور سبزیاں وغیرہ
تعرف الحبوب الغاذية	دریافت کرے جو اسکی طبیعت کے ساتھ
المناسبة لطبيعة و تعرف	مناسبت رکھتی ہوں - پھر انکو جزد
في تنا ولها طريقا تجري	بون بنانے کیلئے انکے استعمال اور
بها في معرفة فتطبخ تلك	پکانے کے طریقے سیکھے پھر انکی
الحبوب طبخا وتعرف	کاشت آبپاشی ، کٹائی اور بھوسے کو
كيف يزرعها وكيف يسقيها	صاف کرنے غلے کی حفاظت اور اسکو کھانے
ويحصدها و يبزر بها من	کے قابل بنانے کے طریقے سیکھے - اسی
التبن ثم كيف يحفظها	طرح حیوانات کے گوشت چربی وغیرہ

الی وقت الحاجة
ثم کیف یقلیها او
یطبخها فتخبزها
وکیف یتادم بالحیوانات
کاللحم واللبن او
النباتات من الفبول
والاصول المناسبة
لطبیعته وان تعرف
الماء المناسب
لشربه من الانهار و
العیون و تعرف استنباط
الماء من الارض عنو
بعره عنها و تعرف
اصطناع القلال والقرب
والأوانی عنو احتیاجه
الیها فی ماکله و مشربه
وکان ذلک بابا من
ابواب الارتفاق الاول - (۱)

کو پکانے کے طریقے انکے
دودھ مکھن کے استعمال اور
نباتات سے استفادہ ارتفاق
اول کے لوازمات میں سے
ہے - اسی طرح پینے
کیلئے مناسب پانی کی تلاش
اور نہروں چشموں سے پانی
کے حصول یا کنویں کھودنے
کے طریقے اور پانی کی
حفاظت کیلئے گھڑوں
مشکیزوں اور مٹکوں وغیرہ
کا وجود میں آنا
ارتفاق اول کے
لوازم میں سے
ہے -

(۱) البدور البازغة ص - ٦٨

۲ - مویشیوں کی ضرورت :

پالتو مویشیوں کی تسخیر بھی ارتفاق اول کی ضروریات میں سے ہے شاہ صاحب لکھتے ہیں :

" و من ہذا الارتفاق
ان اہتدی لتسخیر البہائم
واقتنائہا لیرو فع بہا
حوائجہ الشاقۃ علیہ
مثل اثارہ الارض
والبلوغ الی بلد دون
شق الانفس و لینتفع
بالبانہا ولحومہا و
اوبارہا واشعارہا - (۱)

" اسی ارتفاق کا تقاضا ہے
کہ انسان حیوانات کی تسخیر
اور انکی پرورش پر توجہ دے
تا کہ انکے ذریعے مشقت کا
کام انجام دے سکے مثلاً
زمین ، جوتنا ، دور دراز
جگہوں تک باربرداری کا
کام لینا اسی طرح حیوانات
کے گوشت ، دودھ ، چمڑے
اور اون وغیرہ کو کام میں لانا - "

۳ - مسکن :

" ومن ہذا الارتفاق ان
اہتدی الی مسکن یامن
فیہ من الحر و البرد - (۲)

" اسی ارتفاق کا تقاضا ہے
کہ انسان کا ایک ایسا مسکن
ہو جو اسے گرمی سردی (اور
موسمی اثرات) سے بچا سکے

(۱) البدور البازغۃ ص - ۶۸ (۲) البدور البازغۃ ص - ۶۹

٤ - لباس :

" ولباس يقوم مقام الريش من جلود الحيوانات او اوران الاشجار او مما عملت ايديهم -" (١)

انسان کیلئے ایک ایسے لباس کی بھی ضرورت ہے جو پرندوں کے بال و پر کی طرح اسکی حفاظت کر سکے خواہ یہ لباس حیوانات کی کھال ' درختوں کے اوران یا انسانی ہاتھوں سے بنایا گیا ہو -

٥ - شادی :

" ومن هذا الارتفاق ان اهتدی الی تعیین منکوحة لایزاحمه فیها احد یرفع بها شبقه ویزرء بها نسله وغیر الانسان لا یعین بنفسه - (٢)

" ارتفاق اول کے لوازم میں سے یہ بھی ہے کہ انسان خانوانی زندگی بسر کرے اور اپنی صنفی خواہش کو پورا کرنے اور نسل بڑھانے کیلئے ایک منکوحہ کا انتخاب کرے جسمیں کوئی دوسرا انسان اسکا شریک و مزاحم نہ ہو - حیوانات اس قسم کے تعیین منکوحہ کی صفت سے عاری ہیں -

---

(١) البدورالبازغه ص - ٦٩ (٢) البدورالبازغه ص - ٦٩

ترقی کیلئے بنیادی ضروریات کی تکمیل لازمی ہے :

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ انسان اپنے طبعی تقاضوں ، عقل و دانش اور تجربات کی روشنی میں خوب سے خوب تر کی تلاش جاری رکھتا ہے جسکی بدولت انسانی معاشرہ ارتقاء کی اگلی منازل کیطرف بڑھتا ہے - تاہم ارتقاء کا یہ سفر اسی وقت جاری رہ سکتا ہے جب انسان کی " بنیادی ضروریات کی تسکین " مناسب انداز میں ہو رہی ہو - شاہ صاحب لکھتے ہیں :

" ثم انه ترکبت اخلاق الانسان و علومه المجبول علیها و علومه التی اختصها بالتجربة والظرافة والترفه والرای الکلی بالارتفاق الاول علی اوضاع تناسب ہزہ الامور حتی انه لولم یمھر علیها کانت فیه حزازة وانحجام نفس و تالم بحسب عدم مصارقه النفس بالواقعه بحسب ہزہ الامور فانجبار ہزہ الامور ہوالارتفاق الثانی

" انسان کے فطری اخلاق اور علوم تجربہ کے ذریعے حاصل ہونے والی معلومات اور رائے کلی اسے اس بات پر مجبور کرتے ہیں کہ وہ ارتفاق اول کی اشیاء کو مناسب شکل میں حاصل کرے - اور اگر ایسا نہ ہو سکے تو اسکو پریشانی اور خفگی لاحق ہوتی ہے - پس ان اشیاء کو بہتر صورت میں حاصل کرنے کا طبعی تقاضا ارتفاق ثانی کہلاتا ہے - تاہم ارتفاق ثانی کے حصول کیلئے راہ اسی وقت ہموار ہو سکتی ہے جب انسان بھوک پیاس سے خلاصی

ولا یتجرد النفس له — اور ارتفاق اول کی
الا ازا تخلصت عن — دیگر بنیادی ضروریات
الجوع والعطش والشبق — حاصل کر چکا ہو -
و سائر ما یحوجه بالاضطرار
الی الارتفاق
الاول - (۱)

شاہ صاحب معاشرہ انسانی کی اولین ضروریات کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ وہ بنیادی مرحلہ ہے جس سے نوع انسانی کے ہر اجتماع (ترقی یافتہ و پسماندہ) کو واسطہ پڑتا ہے - چنانچہ قرآن مجید نے جو پورے عالم کے لئے الہی دستور ہے - اس اولین مرحلے کی تعلیمات پوری تفصیل سے بیان فرمائی ہیں - شاہ صاحب لکھتے ہیں :

" و قد من اللہ تعالی فی کتابہ العظیم علی عبادہ بالهام شعب هزا الارتفاق لعلمه بان التکلیف بالقرآن یعم اصناف الناس وانه لا یشطلم جمیعا الاهزا النوع من الارتفاق - (۲)

" اور اللہ تعالی نے بندوں پر احسان عظیم فرماتے ہوئے اپنی کتاب عظیم میں اس ارتفاق (اول) کے تمام شعبوں کو واضح فرمایا - کیونکہ اللہ تعالی کو علم تھا کہ قرآن مجید کے احکام کے مکلف و مخاطب مختلف قسم کے لوگ ہونگے اور انکا مشترکہ مسئلہ ارتفاق کی یہی پہلی قسم ہوگی -

(۱) البدورالبازغہ ص - ۶۲ سطور ۸ تا ۱۶
(۲) حجۃ اللہ البالغہ ص - ۱۵ - ۱۱۴

اس کی وجہ یہ ہے کہ بڑے سے بڑے تمدن اور تہذیب کی اولین بنیاد یہی ارتقاق اول ہے - اگر اسکے لوازم اور ضروریات کی تکمیل پر توجہ دی جائے تو انسانی معاشرہ ترقی کی راہ پر گامزن رہے گا - تاہم اگر ارتقاق اول کی ضروریات پر توجہ دیے بغیر معاشرے کو اونچی منازل پر لے جانے کی کوشش کی جائے گی تو ناکامی اس کا مقدر ہو گا -
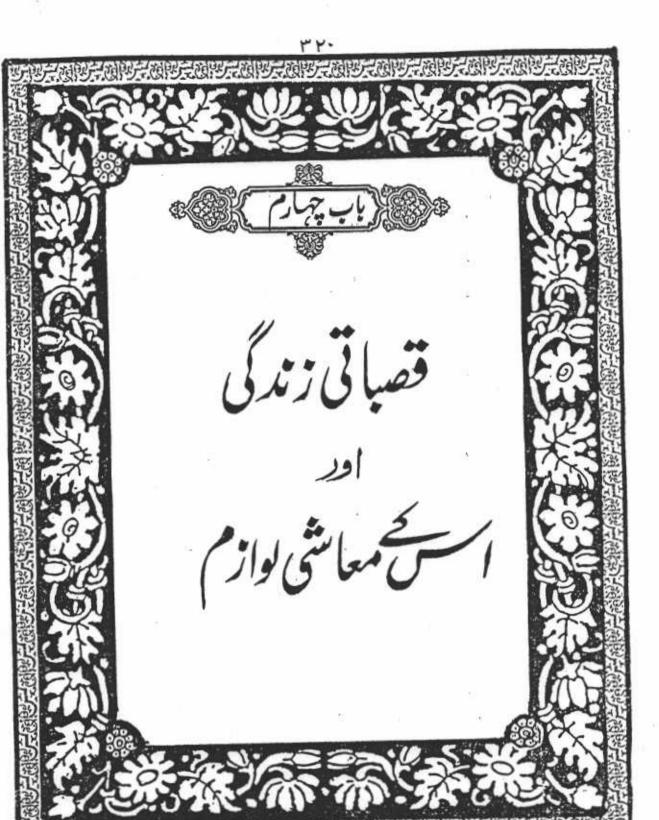
باب چہارم

قصباتی زندگی

اور

اس کے معاشی لوازم

باب چہارم: قصباتی زندگی اور اسکے معاشی لوازم

(ارتفاق ثانی)

تہذیب کی دوسری منزل :

شاہ صاحب بتاتے ہیں کہ جب کسی انسانی معاشرہ میں ارتفاق اول کی ضرورتیں پوری ہونے لگتی ہیں تو مشاہدہ اور تجربہ سے حاصل ہونے والی تنظیم اور قوت مزید ترقی کیلئے راہ ہموار کرتی ہیں اور ضروریات کی تکمیل کے طریقے نفیس اور پیچیدہ ہوتے جاتے ہیں - جسکے نتیجے میں معاشرتی ارتقاء کی دوسری منزل وجود میں آتی ہے جسکو شاہ صاحب اپنی اصطلاح میں ارتفاق ثانی کہتے ہیں -

شاہ صاحب کے نزدیک ارتفاق دوم میں ترقی کرنے کا راز یہ ہے کہ معاشرے کے عقلمند اور سلیم الفطرت انسانوں کی آراء اور تجربات سے فائدہ اٹھایا جائے - اور انکے تجربات کی روشنی میں وہی باتیں اختیار کی جائیں جنکا نفع بہت زیادہ اور نقصان بہت کم ہو، جن میں خوبصورتی اور نفاست پائی جائے -

جو علوم و تجارب معاشرے کو ترقی کی دوسری منزل پر لے جاتے ہیں - شاہ صاحب نے انکی تعداد پانچ بیان کی ہے - ان میں سے پہلے دو شعبے عام طور پر شخصی زندگی سے متعلق ہیں اور باقی تین ارتفاق ثانی کے معاشی امور سے تعلق رکھتے ہیں - جنکی تفصیل حسب ذیل ہے :

۱) حکمت معاشیہ یا فن آداب معاش :

شاہ صاحب کا فن معاش ضروریات و حاجات کو مندرجہ ذیل امور کی پابندی کیساتھ بہتر طریق پر پورا کرنے کا نام ہے -

(۱) دین اور سنت راشدہ کی مسلمہ اخلاقی قدروں سے مزاحم و مخالف نہ ہو

(۲) علم و دانش (سائنس) کے مسلمہ اصولوں اور تجربوں سے ہم آہنگ ہو -

(۳) مصلحت عامہ اور اجتماعی معاشرات کے تقاضوں کے مطابق ہو -

شاہ صاحب نے جن معاشی ضروریات کا ذکر کیا ہے ،

اسکا مقابلہ عصر حاضر کے ماہرین اقتصادیات سے کیجئے تو شاہ صاحب کی جامعیت نمایاں نظر آئیگی - ان کے نزدیک صرف روٹی کپڑا اور مکان نہیں بلکہ دیگر ضروریات بھی مساوی طور پر قابل توجہ ہیں - جنمیں ادبی ولسانی ' صنعتی و عمرانی ' سفری و تجارتی ' صحی اور بلیاتی حاجات شامل ہیں - شاہ صاحب اسکی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

" الحکمة المعاشیة ان	" حکمت معاشیہ سے مراد یہ ہے کہ دیانت
تستو فی حوائجک علی	اور سمت صالح جیسے اخلاق فاضلہ تجربی
مراعاة مقتضی الاخلاق	علوم اور مصلحت عامہ کے تقاضوں کے مطابق
الفاضلة من الدیانة	اپنی ضروریات و حوائج کی تسکین کی
والسمت الصالح وغیرھما	جائے - اس باب کے بڑے بڑے مسائل وہ

و مقتضى العلوم التجاربية والراى	آداب ہیں جنکا تعلق کھانے پینے '
الكلى ولها ابواب منها الاكل والشرب	صفائی ' زیب و زینت ' لباس ' مسکن
والنظافة والزينة واللباس والمسكن	اٹھنے بیٹھنے ' سفر ' گفتگو ' بیداری
والمشى والقعود والسفر والكلام	و خواب صنفی خواہش کی تسکین '
والمنام والجماع والمرض والمصائب (۱)	بیماری حوادث و مصائب سے ہے -

معتدل معیار زندگی

شاہ صاحب مدارج معیشت میں عدم مساوات کو فطری قرار دیتے ہیں - اعلی متوسط اور ادنی مراتب کی تقسیم اور متوسط طبقہ کے معیار حیات کو فطری اور پسندیدہ تصور کرتے ہیں - اور اپنے نظرئیے کی تائید کیلئے سلیم الطبع لوگوں کے معاشی تجربوں کا مطالعہ ضروری قرار دیتے ہیں - "خذما صفا و دع ماکدر" پر عمل پیرا ہو کر معاشی امن و استحکام کے قائل ہیں اس ضمن میں آپ کے فیصلہ کن الفاظ یہ ہیں کہ :

" الواجب ان يجعل ميزان الحكمة	یہ ضروری ہے کہ حکمت معاشیہ کا
المعاشية ذا الرتبة الوسطى لاغير" (۱)	معیار درمیانی درجہ کو قرار دیا جائے نہ کہ کوئی اور (اعلی یا ادنی درجہ)

چنانچہ آپ لکھتے ہیں : -

والناس على ضروب :	" لوگ کئی قسم کے ہوتے ہیں - بعض
منهم ذوالرفاهية	ان میں رفاہیت بالغہ
المتناهية	(عیش و عشرت) کے

---

(۱) البدور البازغہ ص - ۶۹ - ۷۰

والامعان المفرط فی الاستقراء
ومنھم ذوالمرتبة الوسطی منھما -
ومنھم القاصر فیھما لایستوفی
حوائجه الاقربا من استیفاء
البھائم و سنبین لک ان الواجب
ان یجعل میزان الحکمة
المعاشیة ذا الرتبة الوسطی
لاغیر - اما الاکل فلا بران
یکون الطعام غیر خبیث واعنی
به ماتستخبثه الطبائع السلیمة
ذوالمرتبة الوسطی من الرفاھیة
والتجارب کا لطعام
المنتن والمیتة او حشرات
الارض والخنزیر والسباع
الضاریة المتموکة فی الحرس
والخرش
و ینبغی ان
یجتنب الرجل الترفه
المفرط بالنسبة الیه

کے دلوادہ اور تکلفات کے عادی ہوتے ہیں
بعض معتدل مزاج کے مالک ہوتے ہیں -
جبکہ بعض ایسے پھوہڑ ہوتے ہیں کہ
وہ حیوانات کے درجے پر زندگی گزارتے
ہیں - پس ہم آپکو بتاتے ہیں کہ حکمت
معاشیه کا معیار یہ درمیانی اور وسطی
درجہ ہی بن سکتا ہے - (مثال کے
طور پر) کھانے ہی کو لے لو -
چنانچہ طعام گندہ اور خراب نہیں ہونا
چاہیے - خراب سے مراد یہ ہے کہ اوسط
درجے کی رفاہیت والے سلیم الطبع
لوگ اپنے تجربے کی بناء پرا سے
خراب قرار دیتے ہیں - جیسے بدبودار
اور گلی سڑی چیزیں ' مردہ جانور '
کیڑے مکوڑے ' خنزیر شکاری درندے
وغیرہ -
دوسری طرف یہ خیال بھی رکھنا
چاہیے کہ انسان بے جا تکلفات
اور عیاشی کا مرتکب بھی نہ ہو

وذلک لانہ لا	کیونکہ ایسا طرز عمل تکلیف
یخلو عن کرو تعب	رنج اور مال کی بربادی
واضاعۃ مال فیتضاعف	کا باعث بن جاتا ہے جس
الحاجات و یتاکر	کا لازمی نتیجہ افلاس
الافتقار - (۱)	ہوتا ہے - :"

خوراک کے بارے میں شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ بہترین خوراک وہ ہے جو (بلا تکلف) آسانی سے دستیاب ہو 'برتن نہ تو سونے چاندی کے ہوں اور نہ ہی اتنے بے کار کہ گویا زمین پر رکھ کر کھا رہے ہوں - لباس میں بنیادی توجہ اپنے بدن کو ڈھانکنے اور معقول زینت حاصل کرنے پر ہو 'البتہ یہ بے جا نزاکت اور عیاشانہ تکلفات سے پاک ہونا چاہیے - اسی طرح بہترین گھر وہ ہے جو گرمی سردی کے اثرات اور چوری چکاری کے ڈر سے محفوظ ہو - تاہم اس کی تعمیر میں بے جا تکلفات اور نقش و نگار سے بچنا چاہیے - اسی طرح گھر بہت بے کار اور تنگ بھی نہیں ہونا چاہیے بلکہ اس کی فضا ء وسیع اور

---

(۱) البدورالبازغہ ص - ۷۰

بلنوی مناسب ہونی چاہیے نیز طبع سلیم اور رسم صالح کے مطابق ہونا چاہیے - (۱)

---

(۱) وافضل الطعام ما سہل ماخزه وکمل ہضمه و مری فی المعدہ ولیکونا من اناء الخزف والخشب دون الزہب والفضة و دون الارض ۰۰۰۰۰ واحسن اللباس ما ستر عامة البدن ۰۰۰۰۰ و یجتنب الرجل الثیاب المائلة الی الطرب والخلاعة والمجون کالحریر والمعصفر والمزعضر و ما یصفلون البدن من الرقة ۰۰۰۰۰۰۰

واما المسکن فیجب ان یکون دافعا للحر و البرد و طروق اللصوص ' حافظا لاہل المنزل واحشتہم حتی یتاتی الارتفاق المقصور به وینبغی ان لایتکلف فی البناء التشبیر البالغ والنقوش غایة التکلف ولا یجعل غایة الحزارة والضیق واحسن المسکن ما سہل ماخزه واتسع فضائه و توسط ارتفاعه والمسکن و سائرالحوائج انما یراد بہا دفع الحاجات الطاریة علی وضع یستریح الیه الطبع السلیم و یصر قه الرسم الصالح -

البدور البازغه ص - ۴۲ تا ۴۳ ملتقطا

۲ - حکمت منزلیہ یا انتظام خانہ داری :

شاہ صاحب کے نزدیک گھر سے مراد محض چاردیواری ، دروازے اور کھڑکیاں نہیں ہیں - بلکہ گھر سے مراد پائیدار تعلقات ہیں جو بیوی شوہر اولاد اور خدام وغیرہ کے درمیان ہوتے ہیں - (۱)

گھر کے اندر مرد اور عورت کی ذمہ داریوں کی تقسیم اور انکے معاشی اثرات پر بحث کرتے ہوئے شاہ صاحب فرماتے ہیں :

" وکون الرجال قوامین
علی النساء متکفلین
معاشھن و کونھن خادمات
حاضنات مطیعات سنۃ
لازمۃ وامرا مسلما
عندا لکافۃ و فطرۃ
فطر اللہ الناس علیھا
لایختلف فی ذلک
عربھم و عجمھم -
ولما لم یکن بذل الجھد
منھما فی التعاون بحیث
یجعل کل واحد ضرر

" مردوں کی حاکمانہ حیثیت اور
تحصیل معاش کا کفیل ہونا اور
عورتوں کا امور خانہ داری کو انجام
دینا ، اولاد کی تربیت کرنا اور
شوہر کی اطاعت کو اپنا فرض
سمجھنا وہ اصولی باتیں ہیں
جنکی خوبی پر سب اقوام عالم
کو اتفاق ہے اور یہ فطرت کے
عین مطابق ہے عرب و عجم
کا اس بارے میں کوئی اختلاف
نہیں -
پھر جب یہ ضروری ہوا کہ دونوں

---

(۱) وبالجملہ فتحقق بھذہ العنایات نظامات ثلث - زواج و ولاد و ملکۃ ، وھذا النظام ھو المسمی عندنا بالمنزل ، ولیس المنزل ھو الجدران والباب والبیوت (البدور ص ۸۰)

الآخر و نفعه کالراجع الی
نفسه الا بان یوطنا
انفسهما الی ادامة
النکاح - (۱)

کے درمیان باہمی تعاون ہو اسطرح
کہ ہر ایکدوسرے کے نفع اور ضرر
کو اپنا فائدہ اور نقصان سمجھے -
چنانچہ اسقسم کے قریبی تعلق کو
استحکام بخشنے کیلئے یہ ضروری
قرار پایا کہ انکا یہ رشتہ (نکاح)
دائمی اور پائیدار ہو - (۱)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں :

"المرأة اهداهما للحضانة
بالطبع واخفضهما عقلاً
واکثرهما انحجاماً
من المشاق واتمهما
حیاءً ولزوماً للبیت
واحرقهما سعیاً فی
محقرات الامور و
اوفرهما انقیاداً وکان
الرجل اشرهما عقلاً
واشرهما ذباً عن الزمار
واجراهما علی الاقتحام
فی المشاق واتمهما تیهاً

" اولاد کو پالنے پوسنے میں
عورت کا حصہ طبعاً زیادہ ہے -
عام امور معاش میں وہ مرد کی
نسبت عقل اور علم میں کمتر
درجہ رکھتی ہے - محنت و مشقت
کے کاموں سے جن میں طاقت
صرف کرنا پڑتی ہو ، بالطبع
جی چراتی ہے - حیاء اسکی
سرشت میں داخل ہوتی ہے ،
گھر کے اندر رہ کر امور خانہ
کو انجام دینے کی صلاحیت
رکھتی ہے ، اسکی فطرت میں

(۱) حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ - ص - ۱۱۸

و تسلطاً و مناقشة
وغیرہ فکان معاش
ھمزہ لانتم الا
بڑاک وڑاک یحتاج
الی ھمزہ - (۱)

اطاعت و انقیاد کا مادہ نسبتاً زیادہ ہوتا ہے
مرد کے اوصاف اسکے خلاف ہیں - وہ عقل و
درایت، معاملہ فہمی اور انصرام امور میں یقیناً
عورت پر فوقیت رکھتا ہے - غیرت اور مردانگی
کے جذبات اسمیں وافر طور پر موجود ہیں -
مشکلات پر اقدام کرنا اسکی فطرت میں داخل
ہے - خود داری، تسلط اور حاکمانہ اختیارات
کے استعمال پر طبعاً مائل رہتا ہے - پس
عورت کے معاشی امور کی تکمیل مرد کے ذریعے
ہوتی ہے اور مرد کو عورت کی حاجت رہتی ہے -"

شاہ صاحب مرد اور عورت کے ان متضاد اوصاف کا ذکر کر کے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ معاشرے کی ابتدائی یونٹ یعنی خاندان کی استقامت کیلئے ضروری ہے کہ مرد و عورت اپنی اپنی فطری خصوصیات سے کام لیکر گھر اور خاندان کی تعمیر و ترقی میں حصہ لیں - اسی طرح شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اولاد کی معاشی زندگی مستقل نہیں ہوتی - وہ عاجز اور محتاج ہوتے ہیں - چنانچہ انکے اخلاقی، نفسیاتی اور معاشی امور کی تکمیل اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ والدین اپنے فطری جذبہ محبت سے کام لیکر خود کو اپنی اولاد کی ضروریات کی تکمیل کیلئے وقف کر دیں - اپنے تجربات اور علوم انکو منتقل کریں تا کہ وہ کامیاب زندگی

---

(۱) حجۃ اللہ البالغۃ - ج ۱ ص - ۱۱۷

گزارنے کے قابل ہو سکیں - اسی طرح بچے بڑے ہو کر اپنے حسن سلوک اور ادب کے ذریعے والدین کا سہارا بنیں - (۱)

خاندانی معاشیات کا بنیادی اصول :

شاہ صاحب خاندان کو ایک ایسا ادارہ سمجھتے ہیں جسمیں مختلف استعدادیں اور حاجات رکھنے والے افراد ایکدوسرے کے تعاون و تناصر سے باہمی امور کو انجام دیتے ہیں - یہ ضروری نہیں کہ ان میں سے ہر فرد اپنی معاشی حاجات کا بذات خود کفیل ہو - البتہ انکے درمیان صلہ رحمی کا پائیدار رشتہ استوار ہونا چاہیے جو انکو ایک وحدت بنا دے - چنانچہ کمانے والے افراد کو مستحق خواتین چھوٹے بچوں اور خادموں وغیرہ کے امور معاش کا متکفل ہونا چاہیے جسکے بدلے میں انہیں اپنے اہل خانہ کیطرف سے بلا معاوضہ اطاعت اور تعاون کی مدد ملنی چاہیے - شاہ صاحب لکھتے ہیں :

" واوجب اختلاف استعداد	" ظاہر ہے کہ سب انسانوں کو
بنی آدم ان یکون نیھم	ایک ہی استعداد پر پیدا نہیں کیا
السیر بالطبع و موالاکیس	گیا - اسلئے بعض ان میں سے
المستقل بمعیشۃ ذو سیاسۃ	بالطبع سیادت پسند اور آقا
و رنا میۃ جبلیتین والعبد	بننے کی خواہش مند ہوتے ہیں
بالطبع و موالاخرق التابع	یہ وہ اشخاص ہیں جو مستقل

(۱) واوجبت حاجۃ الاولاد الی الاباء وحدبھم علیھم بالطبع ان یکون تمرین الاولاد علی ما ینفعھم فطرۃ واوجب تقوم الاباء علیھم فلم یکبروا الاوالاباء اکثر عقلا وتجربۃ

(اگلے صفحے پر)

يتقارکما يقار	معاشر کے مالک اور پیدائشی طور
وکان معاشر کل	پر سیاسی بصیرت اور رفاہیت عامہ
واحد لایتم الا	کا ملکہ رکھتے ہیں - اور بعض بالطبع
بالآخر ولا یمکن	غلام ہوتے ہیں - یہ غبی اور تابعداری
التعاون فی المنشط	کرنے والے ہوتے ہیں (معاشی معاملات میں) یہ دونوں قسم
والمکرہ الابان یوطنا	کے اشخاص ایک دوسرے کے محتاج
انفسہما علی ارامة	ہوتے ہیں - اور راحت و رنج میں
ھذا الربط ...	یہ دونوں کا ایک دوسرے کے اسی
حد لا یتم الابان	صورت میں کام آ سکتے ہیں جب وہ
یعد کل واحد ضرر	دل سے تعاون کے اس ربط
الآخر و نفعہ راجعاً	کو قائم رکھنے پر آمادہ ہوں ...
الی نفسہ ولایتم الا	(چنانچہ باہمی حاجات کی تکمیل
ببذل کل واحدالطاقة	اسی صورت میں ہو سکتی ہے جب)
فی موالاة الآخرو	ہر فرد دوسرے کے نفع نقصان کو
وجوب الانفاق علیہ	اپنا فائدہ و نقصان خیال کرے -
والتوارث الغنم بالغرم	اور یہ صرف اسی وقت ممکن ہے جب
وکان ابین الناس	وہ آپسمیں تعاون میں اپنی پوری
بھذا الحد الاقارب	قوت کو کام میں لائیں - وہ ایک

(حاشیہ ص ٣٣٠) مع مایوجبہ صحة الاخلاق من مقابلة الاحسان بالاحسان وتو قاسوا فی تربیتہم مالاحاجة الی شرحہ ان یکون براالوالدین سنة لازمة -
حجة اللہ البالغہ ج١ - ص - ١١٨

لان تحابیھم

واصطحابھم

کالأمر الطبیعی - (۱)

دوسرے پر اپنا مال خرچ کریں اور

ایکدوسرے کے وارث قرار پائیں -

خلاصہ یہ کہ جانبین کیطرف سے

ایسا معاملہ ہوکہ جو فائدہ حاصل کرے

وہ نقصان بھی برداشت کرے - اور

اس معاملے کے لئے زیادہ مناسب

قریبی رشتہ دار ہی ہو سکتے ہیں

کیونکہ انکی باہمی محبت اور

رفاقت ایک طبعی بات ہے - "

---

(۱) حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ - ص - ۱۱۹

باب پنجم

شہری یا قومی حکومت

اور

اس کے معاشی امور

باب پنجم ؛ شہری یا قومی حکومت اور اسکے معاشی امور
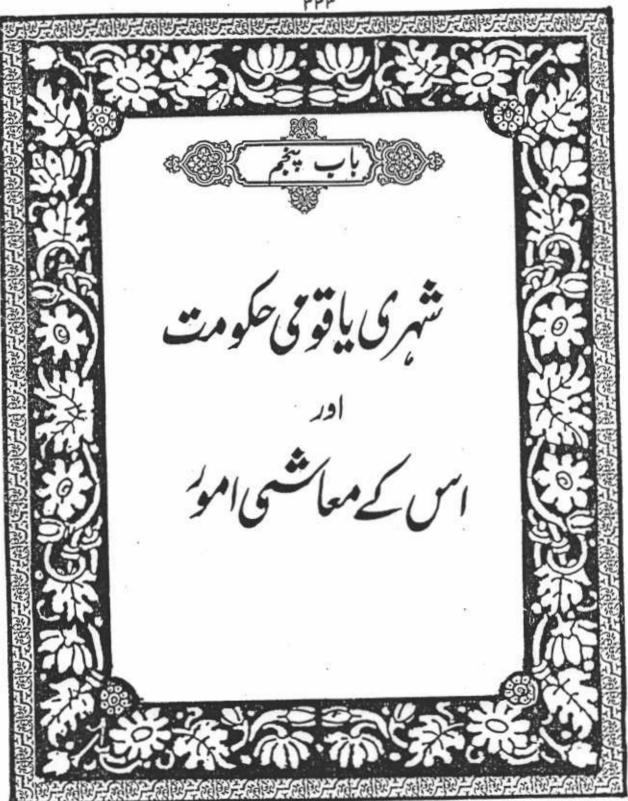
(۱) شہری حکومت کا ڈھانچہ

شہر کیا ہے :

شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ جب معاشرہ انسانی اس درجے کو پہنچتا ہے کہ ہر شخص اپنے لئے ایک پیشہ مخصوص کر لے اور ایک دوسرے کی ضروریات کی تکمیل کیلئے مبادلہ اور تعاون کا طریقہ رائج ہو جائے تو کسانوں تاجروں اور اہل حرفہ کے درمیان ایک ربط پیدا ہو جاتا ہے جس سے " شہر " وجود میں آ جاتا ہے - فرماتے ہیں :

" وہذہ الجماعات	" ان مختلف جماعتوں (کسانوں
بذلک الربط ہی	تاجروں اور فلاحوں وغیرہ) کا باہمی پیشہ ورانہ
المدینۃ ولیست	اجتماعی ربط ہی درحقیقت شہر ہے اور
المدینۃ فی الحقیقۃ	شہر حقیقت میں فصیل، دیواروں
اسما للسور والسوق	بازار یا قلعے کا نام نہیں - یہی
والحصن حتی لوکان	وجہ ہے کہ اگر بہت سے ایسے
قری متقاربۃ فیہا	گاؤں جو قریب قریب ہوں اور ان
جماعات یعامل بعضہا	کے باشندے آپسمیں معاملات کے

بعضا سمیناها
مدینة ایضا والمدینة
صارت بذلک الربط
شیئا واحدا کل
جماعة واهل بیت
منه یضاهی عضوا من
اعضاء الواحد -(۱)

ذریعے ربط رکھتے ہوں تو ہم اسے
بھی "شہر" قرار دینگے -
اور شہر اپنے اس ربط کے باعث
ایک جسم واحد کی شکل اختیار
کرلیتا ہے اور (اسمیں آباد)
ہر گروہ اور ہر خاندان اس جسم
کے ایک عضو کی حیثیت رکھتا ہے -"

حکومت کی ضرورت :

شاہ صاحب کے نزدیک چونکہ شہر ایک جسم واحد کی حیثیت رکھتا ہے - اسلئے یہ جسم واحد صحت مند بھی رہ سکتا ہے اور اس پر مرض بھی طاری ہو سکتا ہے - چنانچہ فرماتے ہیں :

" والاصل فی ذلک
ان المدینة شخص
واحد من جهة ذلک
الربط مرکب من اجزاء
و هیئة اجتماعیة وکل
مرکب یمکن ان تلحقه
خلل فی مادته او صورته

" شہری سیاست کا قاعدہ
یہ ہے کہ اس ربط کے لحاظ سے
سارا شہر ایک ہی شخص ہے جو
مختلف اجزاء اور اجتماعی شکل
و صورت سے مرکب ہے اور ہر مرکب
کیلئے یہ ممکن ہے کہ اسکے
مادہ (ترکیب) یا صورت میں کوئی خلل

---

(۱) البدور البازغة ص - ۹۱

ویلحقه مرض	واقع ہو جائے اور اسے کوئی
اعنی حالة تغیرها	بیماری لگ جائے ، بیماری سے
الیق به باعتبار	ہماری مراد یہ ہے کہ اس پر ایسی
نوعه و صحة ای	حالت طاری ہو جائے کہ اسکی
حالة تحسنه و	نوع کے اعتبار سے موجودہ حالت
تجمله (۱)	سے بہتر حالت ممکن ہو اور صحت
	سے مراد وہ حالت ہے جو اسمیں
	حسن و جمال پیدا کرے - (۱)

چنانچہ آپ شہر کی صحت کی نگرانی کیلئے امام یا حکومت کا وجود ضروری قرار دیتے ہیں :

" فلا بد للمدینة	پس شہر کیلئے ایک طبیب کا ہونا
من طبیب یحفظ	لازمی ہے جو اپنی پوری قوت
الصحة ما استطاع	کیمطابق اسکی صحت کی حفاظت
ویعالجها اذا مرضت	کرے اور جب وہ بیمار ہو جائے
والطبیب ہوالامام	تو اسکا علاج کرے اور یہ طبیب
باعوانه - (۲)	اپنے ساتھیوں کے ساتھ "امام" ہوتا ہے ۔

---

(۱) حجة الله البالغه ج۱ - ص - ۱۲۳

(۲) البدورالبازغه ص - ٦۴

حاکم کیسے بنایا جائے :

شاہ صاحب کے نزدیک امام سے مراد ایک فرد انسانی نہیں - بلکہ وہ ادارہ (Institution) مراد ہے جو شہری وحدت کے قیام و ترقی کا باعث ہو - البتہ اگر کوئی ایسا شخص شہری حکومت کو سنبھال لے جو اسکے مصالح کو پوری طرح مد نظر رکھ سکے تو اسے بھی بظاہر امام کہا جا سکتا ہے فرماتے ہیں :

" ولیس الامام عندنا ھو الشخص الواحد الانسان البتۃ، نعم اذا تولاہ مستقر لہا مستبد بنفسہ صلح الامر کل الصلاح ویکون اماماً فی ظاہر القول - (۱)

" امام ہمارے نزدیک لازماً ایک فرد انسانی نہیں ہاں اگر کوئی صاحب استقرار آدمی شہر پر قابض ہوجائے اور شہری امور کو صحیح طور پر انجام دے سکے تو ظاہری معنی میں اسے امام قرار دیا جائے گا - "

عوام کی تائید کی ضرورت :

شاہ صاحب امام کیلئے جمہور کی تائید اور قوت و شوکت اور حمایت کا وجود ضروری قرار دیتے ہیں فرماتے ہیں :

" لم ینتظم امرہا " حکومت کا نظام اسوقت

(۱) البدور البازغۃ - ص - ۹۱

الابرجل اصطلح
علی طاعته جمهور
اهل الحل والعقد
له اعوان و شوکة -(۱)

تک درست نہیں ہو سکتا جب
تک ایسا شخص حکمران نہ ہو
جسکی اطاعت پر ارباب حل
وعقد کی اکثریت راضی ہو اور اسکے
ساتھی (حامی افواج وغیرہ) موجود
ہوں اور اسے قوت حاصل ہو -"

حاکم کے اوصاف :

شاہ صاحب نے ایک کامیاب حاکم کیلئے درج ذیل صفات کا حامل ہونا ضروری قرار دیا ہے :

" یجب ان یکون
الملک متصفا بالاخلاق
المرضیة والا کان کلا
علی المدینة فان لم
یکن شجاعا ضعف
عن مقاومة المحاربین
ولم تنظر الیه الرعیة
الا بعین الهوان وان لم
یکن حلیما -

" بادشاہ اور حکمران کیلئے یہ
ضروری ہے کہ اسکے اخلاق پسندیدہ
ہوں، نہیں تو لوگ اس سے نفرت
کرینگے اور کبھی اس کو ہردلعزیزی
حاصل نہیں ہوگی مثلاً اگر وہ
شجاع اور جری القلب نہ ہو
تو دشمنوں کا اس سے مرعوب ہونا
ممکن نہیں اور اپنی رعیت کی نظروں
میں بھی وہ حقیر اور ذلیل ہوگا -

(۱) حجة اللہ البالغہ ج ۱ - ص - ۱۲۳

كاريهلكهم بسطوته
وان لم يكن حكيمًا
لم يستنبط التربير
المصلح وان يكون
عاقلاً بالغًا حرًا
ذكرًا - ذارأى
و سمع و بصر و نطق
ممن سلم الناس شرفه
و شرف قومه وراءامنه
ومن آباءهم المآثر
الحميرة و عرفوا انه
لا يالوا جهرًا في
اصلاح الرعية مؤا
كله يدل عليه العقل
واجمعت عليه امم
بني آدم على تباعد
بلدانهم واختلاف اديانهم
لما احسوا من ان

اگر وہ متحمل مزاج اور بردبار
نہیں تو اسکی تند مزاجی ملک کی
بربادی کا باعث ہوگی اور بالغرض
اسمیں تدبر کا مادہ مفقود ہے
تو پھر انتظام سلطنت کا حال
معلوم - حکمران ہونے کیلئے یہ
شرط ہے کہ وہ عاقل، بالغ، مرد،
آزاد، سمیع و بصیر اور صاحب
نطق و کلام ہو اسکا شرف سب
لوگوں کے ہاں مسلم ہو اور وہ
معزز اور شریف خاندان کا فرد
ہو، جسکے مآثر اور فضائل زبان
زد خلائق ہوں - اور اسکے متعلق
یقین ہو کہ وہ رعیت کی فلاح و
بہبود میں کوئی دقیقہ فروگذاشت
نہیں کریگا - یہ سب ایسی
شرائط ہیں جنکو عقل تسلیم کرتی
ہے اور تمام اقوام عالم کا باوجود

المصلحة المقصودة
من نصب الملک
لاتتم الا به
فان وقع شی ء
من اهماله راوه
خلاف ما ینبغی
کرهته قلوبهم
ولو سکتوا ، سکتوا
علی عظیم - ولا
بر للملک من
انشا ء الجاه فی
قلوب رعیته ثم
حفظه و توارک
الخارشات له
بتر بیرات
مناسبة -" (١)

اختلاف بلار و اصرار کے اس پر اتفاق
ہے کیونکہ سب عقل مند لوگ جن کو
خدائے پاک نے عقل سلیم کی نعمت
عطا کی ہے بالیقین جانتے ہیں کہ
جس حکمران میں یہ اوصاف نہ ہوں
وہ اس قابل نہیں کہ اسے مسند حکومت
پر بٹھایا جائے یا حکمرانی کیلئے اسکو
انتخاب کیا جائے اگر انکو کسی میں ان
اوصاف کے خلاف کوئی بات نظر آتی ہے
تو وہ اسکو سخت نفرت کی نگاہ سے
دیکھتے ہیں (اور فوراً احتجاجی مظاہرہ
پر آمادہ ہوجاتے ہیں) اور اگر بالفرض
وہ خاموش بھی رہیں تو انکے سینے غیظ
و غضب سے مشتعل ہوتے ہیں -
بادشاہ اور حکمران کیلئے یہ ضروری
ہے کہ وہ لوگوں کے دلوں
میں اسکی جاہ وحشمت موجود رہے - اور جب
اسکو ہردلعزیزی حاصل ہوتو اسکی یہ

(١) حجة الله البالغه ج١ - ٢٦ - ١٢٥

کوشش ہو کہ اسکی ہردلعزیزی میں فرق نہ آئے

اور اگر بالفرض ایسے حالات پیش آئیں جنکی

وجہ سے اسکو اپنی پوزیشن خطرہ میں

پڑتی نظر آئے تو مناسب تدبیریں عمل میں

لا کر اپنی

پوزیشن کو مضبوط کر دے اور اپنی ہردلعزیزی

میں فرق نہ آنے دے "

حکومت کے ضروری محکمے یا شعبے :

شاہ صاحب مملکت کی ترقی اور بقاء کیلئے کم از کم درج ذیل محکموں کا وجود ضروری قرار دیتے ہیں :

(۱) عدلیہ (JUDICIARY) :

عدلیہ کی ضرورت کے متعلق شاہ صاحب لکھتے ہیں :

" الحاجۃ الاولی ان اہل المدینہ اذا دارت بینہم المعاملات و داخلہا الشح والحسد والتجاحد نشأت بینہم اختلافات ونزاعات لولم	پہلی ضرورت یہ ہے کہ جب شہریوں کے معاملات زندگی کے درمیان جو آپس میں اور ان کے درمیان بخل و حسد کی بناء پر باہمی تنازعات اور رقابتیں شروع ہو جاتی ہیں اگر انکا تدارک نہ کیا جائے تو وہ بڑھتے جاتے ہیں - اور مملکت کے

يسر بابها لوصل الى التحارب و فساد ذات البين ....فلا بد من سنة عادلة مسلمة عند جماهيرهم يفزع اليها في فصل الخصومات - (١)

لوگوں کے درمیان بے چینی ' تصادم و خانہ جنگی تک نوبت پہنچ جاتی ہے - اسلئے ملک کے اندر ایک ایسے عادلانہ دستور و قانون کا وجود لازمی ہے - جو جمہور عوام کے نزدیک قابل اعتماد و قابل اطاعت ہو اور جسکی طرف مقدمات و خصومات کے فیصلوں کیلئے رجوع کیا جا سکے -"

(٢) انتظامیہ یا شہر یا ریت

جرائم پیشہ ' بد اخلاق اور مفسد لوگوں کے شر سے شہریوں کو بچانے کیلئے یہ ضروری ہے کہ ایسے افراد کے خلاف تعزیری و انسدادی اقدامات کرنے کیلئے ایک مستحکم انتظامیہ موجود ہو - ان لوگوں کو راہ راست پر لانے کیلئے ایک معروف و مہذب قانون اور عادلانہ تادیبی طریقوں کا اختیار کرنا لازمی ہے - شاہ صاحب نے شہری زندگی اور نظام ریاست کو بربادی سے بچانے کیلئے جن امور پر کڑی نگرانی رکھنے کی تاکید کی ہے ان میں مذہبی اختلافات ' جادوگری ' دشمن کیلئے جاسوسی چوری و ڈاکہ زنی ' قتل و غارت ' زنا ' لواطت ' جوابازی ' سودی کاروبار ' شراب نوشی عورتوں اور مردوں کا ایک دوسرے کے خلاف فطرت خصال اختیار کر لینا وغیرہ شامل ہیں -

(١) البدور البازغہ ص - ٩٢

پس انتظامیہ کا فرض ہے کہ وہ ان جملہ امور پر کڑی نظر رکھے - (۱)

(۳) فوج یا محکمہ دفاع :

کوئی انسانی معاشرہ گمراہ طبع ، حریص اور حاسد افراد کے وجود سے خالی نہیں رہ سکتا - ان میں سے بعض لوگوں کی جرات اتنی بڑھ جاتی ہے کہ وہ قتل و غارت گری شروع کر دیتے ہیں یا مال و دولت اور جاہ و حشمت کی طلب میں پورے نظام حکومت کو برباد کرنے پر تل جاتے ہیں - ایسی ہولناک صورتحال پر قابو پانے اور اندرونی و بیرونی خطرات سے ریاست کو بچانے کیلئے بہادر لوگوں پر مشتمل مسلح لشکر تیار کرکے ہر وقت متحرک اور مستعد رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے - فوج کی یہ نقل و حرکت ایسے معروف عسکری طریقوں کے مطابق ہونی چاہیے جن سے اعلی ترین دفاعی قوت کا مظاہرہ ہو اور اسطرح لوگوں میں اطمینان و تحفظ کا احساس پیدا ہو اس فوج کی عسکری تربیت ایسے ارباب حل و عقد کی نگرانی میں ہو جنکی اطاعت پر لوگ راضی ہوں اور وہ فنون حربیہ سے بخوبی واقف ہوں - شاہ صاحب اس ادارے کو جہاد کا نام دیتے ہیں -" (۲)

---

(۱) البدورالبازغہ ص - ۱۰۱ تا ۱۰۳ ملخصاً

(۲) والحاجۃ الثالثۃ : ان اجتماع الناس لایخلو عن التجاوز والتحاسد و الشحناء و کثیرا ما یصحبھم الجراءۃ علی القتل والنھب والاجتماع ، فیبغون افساد ھذا النظام المدنی اما بجلب الاموال والاراضی والجاہ ، واما لاحقاد دنیویۃ و رفع مظالم او حقد بسبب الدین ، فلا بد من اجتماع ابطال یقاومونھم ویحفظون المدینۃ عن باسھم فاما ان یکون ھذا الاجتماع لسنۃ مسلمۃ عندھم اطمئنت نفوسھم علیھا او رجل مطاع یباشر الحرب بصولۃ و حکمۃ وھذا الارتفاق ھو "الجہاد" -

(البدورالبازغہ ص - ۹۳)

(۴) رفاہ عامہ :

پرامن اور معتدل شہری زندگی ایک ایسے کامل الصورت مسلمہ اجتماعی ادارے کے وجود کا تقاضا کرتی ہے جو لوگوں کی مطلوبہ معیار زندگی اور اس کی فلاح و بہبود کی نگرانی کرے - حقیقت یہ ہے کہ سب لوگ فطری طور پر اجتماعی رفاہی امور جنکے منافع مشترک ہوتے ہیں' کی تکمیل چاہتے ہیں مگر انفرادی طور پر وہ ایسے امور کی انجام دہی سے قاصر ہوتے ہیں - اسی لئے وہ زمام اختیار کسی صاحب عقل و رائے سلیم کے ہاتھوں میں دیتے ہیں تا کہ عقل و بینش اور عدل و انصاف کے ساتھ مطلوبہ امور کو سرانجام دے - ان امور میں سرحدات' قلعوں اور دیواروں کی تعمیر بازاروں ' پلوں اور نہروں کی تعمیر و توسیع وغیرہ شامل ہیں اسی طرح یتیموں کی شادی انکے اموال کی حفاظت ' حاجت مندوں میں صرفات کی تقسیم' ورثاء میں ترکہ کی شرعی تقسیم اور ان امور کے آمد و خرچ کا حساب کتاب رکھنا اس ادارہ کے فرائض میں شامل ہیں - شاہ صاحب نے اس ادارے کو "نقابہ" اور اسکے نگران کو متولی یا نقیب کا نام دیا ہے - (۱)

(۵) شعبہ تبلیغ دین و ارشاد :

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ متوازن طریق حیات اور دین حق نہایت واضح ہیں جنہیں سلیم العقل انسان آسانی سے قبول کر لیتے ہیں تاہم فاسد طبیعتوں کے مالک اور خواہشات نفسانی سے مغلوب لوگوں کی تعلیم و تربیت کے لیے ایک

---

(۱) ان المدینۃ وان کانت ما قلناہ ولکن لہا صور و اشباح ' لو وجدت کانت علی اتم ہیئۃ ممکنۃ لہا ، ولو انعدمت کانت فیہا خزازۃ ' وکلہم یریدون اقامۃ تلک الصور ، وہم مقیمون بہا فی الحقیقۃ ' ولکن لا بد لہا من رجل واحد یفوضون الامر الیہ وہو یباشرہ برای صائب ' وذلک لان کل واحد لا یطیق الاقامۃ اولا یسہل علیہ بذل جمیع مؤنۃ الاقامۃ عند الاشتراک فی المنافع ' من اجتماع فی کل ما یوجد من ہذہ الاشیاء او اقامۃ عدل یفوضون الیہ (و ینقادون الیہ) ومن تلک الاشیاء

(اگلے صفحہ پر)

ایسے نظام کا موجود ہونا لازمی ہے جو انہیں بہترین اخلاق کی ترغیب دے اور خاندانی نظام اور باہمی معاشرتی حقوق و فرائض سے آگاہ کر سکے - شاہ صاحب اس ادارے کو "الموعظۃ والتزکیۃ" کا نام دیتے ہیں - (۱)

شہر کے نظام کیلئے شاہ صاحب نظام جاسوسی (*Intelligence*) کا وجود بھی ضروری قرار دیتے ہیں تا کہ عوام، فوج، اور ارکان حکومت کے حالات اور انکے فکری رجحانات کا اندازہ ہوتا رہے - (۲)

(حاشیہ بقیہ ص ۳۴۴) سد الثغور و اقامۃ الحصون والاسوار والاسواق و بناء القناطر وکسری الانہار و تزویج الیتامی و حفظ اموالہم و قسمۃ الصدقات علی ذوی الحاجات و قسمۃ الترکۃ فی الورثۃ و کذلک معرفۃ الرعیۃ والتقدم بجواب مایلقی الی القوم جمیعا والجمع والخراج وامثال ذلک ویسمی بالتولی و بالنقابۃ - (البدور البازغہ ص ۹۳-۹۴)

(حواشی صفحہ ہذا) (۱) ان الملۃ الحقۃ والدین القویم وان کان واضحاً بالدلائل یہتدی الیہا العقول السلیمۃ ولکن لابد من مبلغ والطبائع العاسرۃ کثیرۃ یتبعون اللذات والشہوات ویخالفون الحق فاحتاجوا الی مبلغ الحکمۃ والمعلم والواعظ الذی یبعثہم الی مکارم الاخلاق و انتظام المنزل والمعاملۃ و غیرہا - وہذا الارتفاق یسمی بالموعظۃ والتزکیہ - (البدور البازغہ ص - ۹۴)

(۲) ولیکن للإمام عیون یخطانۃ یتعرف حال الرعیۃ والجند و فراسۃ یتعرف بہا مرکوز اذہانہم - البدور البازغہ - ۹۸

مملکت کے عہدیدار :

شاہ ولی اللہ نے فلاحی مملکت کے کلیدی عہدیداروں اور انکے ضروری اوصاف کا دلچسپ بیان کیا ہے انکے نزدیک ہر عہدے کیلئے بعض وہبی اور کسبی کمالات کا ہونا ضروری ہے -

حکومت کے اعوان اور عہدیداروں کے تقرر میں احتیاط و باریک بینی کا ذکر کرتے ہوئے شاہ صاحب فرماتے ہیں :

" لما کان الملک لا
یستطیع اقامۃ ہذہ
المصالح کلہا بنفسہ
وجب ان یکون لہ
بازاء کل حاجۃ
اعوان ومن شرط
الاعوان الامانۃ
والقدرۃ علی اقامۃ
ما امروا بہ وانقیادھم
للملک والنصح لہ
ظاہراً اوباطناً وکل
من خالف ہذہ الشریطۃ
فقد استحق العزل فان

" ظاہر ہے کہ سربراہ اکیلا حکومت کے
تمام شعبوں کا انتظام کرنے سے قاصر
ہے اسلئے ہر ایک شعبہ کے نظام
کو صحیح اور بہتر طریقہ پر قائم رکھنے
کیلئے یقیناً اسکو معاونین کی ضرورت ہے
کسی شخص کو حکومت کا کوئی عمل یا
خدمت سپرد کرنے کی پہلی شرط یہ
ہے کہ وہ :
دیانت دار ہو یعنی اس میں فرض کی
ادائیگی کا پورا احساس ہو ، جو فرض
اسے سونپا گیا ہو اسے بطریق احسن
انجام دینے کی پوری قدرت رکھتا ہو
حکومت کا دل سے خیر خواہ ہو اور اسکی

اهمل الملك عزله فقد
خان المدينة وافسد على
نفسه امره وينبغى انه
لا يتخذ الاعوان ممن
يتعذر عزلها - (١)

طبیعت میں سرکشی نہ ہو - جس شخص میں یہ اوصاف موجود نہ ہوں تو وہ معزول کئے جانے کا مستحق ہے - پس اگر بادشاہ نے اسکو معزول کرنے میں سستی کی تو یہ مملکت کیساتھ خیانت کے مترادف ہوگا - بادشاہ کو عہدیداروں کے تقرر کے وقت یہ خیال بھی رکھنا چاہیے کہ کسی ایسے شخص کو عہدہ نہ دیں جسکی خیانت یا عدم قابلیت ظاہر ہونے پر اسکو معزول کرنا دشوار ہو -

حکومت کے کلیدی عہدے :

حکومت کے کلیدی عہدوں پر بحث کرتے ہوئے شاہ صاحب لکھتے ہیں :

" ليس للاعوان
حصر فى عدده
لكنه يدور على
دوران حاجات
المدينة فربما
تقع الحاجة الى

" معاونین حکومت کو عددی لحاظ سے محدود نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اسکی کمی بیشی کا انحصار ملک کی ضروریات پر ہوتا ہے - کبھی ایک شعبہ کے انتظام کے لئے

---

(١) حجة اللہ البالغہ ج١ - ص - ١٢٨

اتخاذعونين فى حاجة و ربما كفى عون لحاجتين غير ان روس الاعوان خمسة :

دو معاونوں کی ضرورت ہوتی ہے اور دو (یا دو سے زیادہ) ضرورتوں کیلئے ایک ہی تعاون کافی ہوتا ہے بہرحال حکومت کے اعوان میں (مندرجہ ذیل) پانچ اعلیٰ ترین عہدیداروں کو بڑی اہمیت حاصل ہوتی ہے :

(۱) القاضى : وليكن حرا ذكرا بالغا عاقلا' كافيا' عارفا بسنة المعاملات و بمكايد الخصوم فى اختصامهم وليكن صلبا حليما - (۱)

(۱) قاضی : یہ ضروری ہے کہ وہ مرد ' آزاد ' عاقل ' بالغ اور صاحب ثروت ہو اپنے عہدے کے اہم فرائض کو سنبھالنے کی اسمیں پوری پوری قابلیت ہو وہ ذکی الطبع ' معاملہ فہم اور قانونی معاملات سے واقف ہو مدعی اور مدعی علیہ کی چرب زبانی اور عیاری کو بخوبی جانتا ہو اسکی طبیعت میں اصول پسندی ' تحمل اور بردباری ہو -

(۲) سپہ سالار :

امیر القراۃ یا سپہ سالار کے لئے ضروری ہے کہ :

---

(۱) حجۃ اللہ البالغہ ج ا - ص - ۱۲۸

" وامیر الغزاۃ ولیکن من شانہ معرفۃ عزۃ الحرب و تالیف الأبطال والشجعان و معرفۃ مبلغ کل رجل فی النفع وکیفیۃ تعبیۃ الجیوش و نصب الجواسیس والخبرۃ بمکاید الخصوم - (۱)

" امیر الغزاہ یا سپہ سالار کیلئے ضروری ہے کہ : اسکو سامان حرب کا پورا پورا علم ہو) جو موجود ہو یا جسکا مہیا کیا جانا ممکن ہو) وہ جانتا ہو کہ فوجی بہادروں اور جنگجو جوانوں کی حوصلہ افزائی کا کیا طریقہ ہوتا ہے اور جو سپاہی میدان جنگ میں شجاعت کے جوہر دکھائے اس سے کسطرح کا سلوک کرنا چاہیے وہ ہر سپاہی کو جانتا ہو اور ہر ایک کی قابلیت کا اندازہ اسے معلوم ہو' فوجوں کو صحیح طریقے پر منظم کرنا جانتا ہو' محکمہ جاسوسی کا انتظام بخوبی کر سکتا ہو اور دشمن کے جملہ حالات کی بابت گھڑی گھڑی اسکو خبریں پہنچتی ہوں' دشمن کی خفیہ تدابیر اسکی عقابی نظروں سے مخفی نہ رہتی ہوں " -

(۳) حاکم یا ناظم مدینہ :

" وسائس المدینۃ ولیکن مجربًا قد عرف وجوہ صلاح المدینۃ و فسادھا

" یعنی حاکم شہر کیلئے ضروری ہے کہ وہ تجربہ کار ہو اور اسمیں انتظامی قابلیت پائی جاتی ہو - اسکو پورا پورا علم ہو کہ

---

(۱) حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ - ص - ۱۳۰

صلبًا حلیمًا	کون سی باتیں ملک میں فساد اور اختلال کا
و لیکن من قوم لا	موجب ہیں اور کن باتوں سے اس
یسکنون إذا راد	کی اصلاح ہو سکتی ہے ایسے شخص
خلاف ما یرتضو نه - (۱)	کیلئے ضروری ہے کہ وہ قانون اور
	اصول کا سخت پابند ہو' حلیم الحلیم
	بردبار اور سنجیدہ مزاج ہو اور
	ان لوگوں سے تعلق رکھتا ہو جنہیں
	کوئی ناپسندیدہ بات نظر آئے تو وہ
	چشم پوشی کر کے اس سے درگزر نہ کریں "

شاہ صاحب' حاکم شہر کیلئے سنجیدگی اور جرائم کے قلع قمع کی خاطر مضبوط پالیسی پر زور دینے کے باوجود اس بات کی تاکید کرتے ہیں کہ حاکم کی نگرانی' سخت گیری اور ظلم کی شکل اختیار نہ کرنے پائے بلکہ حاکم کی حیثیت باپ جیسی ہونی چاہیے جو اصلاح احوال اور تربیتی ضروریات کے پیش نظر اولاد پر کڑی نظر رکھتا ہے مگر اسکا دل اپنی اولاد کیلئے شفقت و محبت کے جزبات سے معمور ہوتا ہے (۲)

(۴) نقیب (عوامی نمائندہ) (نمبردار)

"ولینتخز لکل قوم	" حاکم شہر کو چاہیے کہ ہر قوم کے
نقیبًا منهم عارفا	لئے ایک نگران مقرر کرے جو انہی میں
باخبارهم ینتظم	سے ہو (جسکو عمومًا اپنی قوم اور
به امرهم ویواخزه	قبیلہ کے اعمال کا نگران اور زمہ دار

(۱) حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ - ص - ۱۳۰
(۲) البدور البازغہ - ص - ۱۰۳ ثم لیجعل اہل المدینۃ کلها کابنا ء نفسه یحبهم مایحب لنفسه -

بما عنوہم - (۱)

قرار دیا جاتا ہے) اس کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنی قوم کے حالات سے پوری طرح باخبر ہو تا کہ حاکم انکی مدد سے ان لوگوں کا انتظام کرے اور انکے اعمال کی باز پرس اس سے کر سکے -" (۱)

بدور بازغہ میں شاہ صاحب نے شہر کی فصیلوں کی تعمیر، بازاروں کی درستی، مساجدِ محلہ کی تعمیر اور انمیں درس و تدریس کے انتظامات، امام مسجد اور قاری و مدرس کے تقرر وغیرہ کی ذمہ داری بھی نقیب شہر پر ڈالی ہے - گویا آپ نقیب کو بیک وقت مقامی حکومت کا ایک بااختیار عہدیدار اور عوام کا نمائندہ قرار دیتے ہیں -(۲)

(۵) عامل (وزیر مال)

" والعامل ولیکن عارفاً بکیفیة جبایة الاموال و تفریقہا علی المستحقین - والوکیل المتکفل بمعاش الملک فانہ مع مابہ من الاشتغال لا یمکن

" اس کا فرض منصبی یہ ہے کہ محاصل حکومت کی وصولی کا انتظام کرے (اور اس کیلئے ضروری ہے کہ اسے مالی امور کا پورا تجربہ ہو) اور وہ اس قابل ہو کہ جو محاصل وصول ہو کر بیت المال میں جمع ہوں انکو مستحقین میں

(۱) حجة اللہ البالغہ - ج ۱ - ص ۱۳۰

(۲) البدور البازغہ ص - ۱۱۰

ان یتفرغ الی اصلاح معاشہ - (۱)	تقسیم کرے - (۶) خانِ ساماں: بادشاہ کو ایک خانِ ساماں کی بھی ضرورت ہوتی ہے جو اسکی پرائیویٹ آمدنی وخرچ کی مدات کا انتظام کرے - کیونکہ بادشاہ کی مصروفیات کے باعث یہ ممکن نہیں کہ وہ اپنے معاشی معاملات کا خود انتظام کرے - "

شاہ ولی اللہ نے البدور البازغۃ میں مذکور دو کلیدی عہدوں کا ذکر بھی کیا ہے - فرماتے ہیں :

(۷) " شیخ الاسلام، الیہ امر اقامۃ الدین والارشاد، ولہ ہمۃ بالغۃ فی اشاعۃ الدین ولہ اعوان یامرون بالمعروف وینہون عن المنکر - (۲)	" (۷) شیخ الاسلام (کا ہونا ضروری ہے) جسکے ذمے دینی امور کی اقامت اور تربیت وارشاد کا انتظام ہو' تبلیغ دین کے سلسلے میں وہ زبردست قوت کا مالک ہو اور اسکے ساتھ ایک باقاعدہ عملہ ہو جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا انتظام کر سکے - "

(۸) حکیم و دانشور :

مملکت کے اندر مختلف علوم و فنون کی تعلیم و تربیت اور رواج کیلئے شاہ صاحب

---

(۱) حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ - ص - ۱۳۰

(۲) البدور البازغہ ص - ۱۱۲

ایک دانشور کا تقرر ضروری سمجھتے ہیں :

الحکیم ،	" ایک ایسے دانشور (میر منشی) کا تقرر بھی ضروری
یعلم الطب والشعر	ہے جو طب ' شعر و ادب علم نجوم '
والنجوم والتاریخ	تاریخ ' حساب اور انشاء پردازی
والحساب والانشاء	کے فنون میں طاق ہو اسلئے کہ امام
فان الامام لابران	کیلئے ایسے شخص کا وجود ' ان علوم وفنون کیلئے
یحتاج الی ہزہ الفنون	لازمی ہے - "
احتیاجا ظاہرا - (۱)	

درج بالا عہدوں اور عہدیداروں کا ذکر شاہ صاحب نے اپنے گرد وپیش کے ماحول کے مطابق کیا ہے - ورنہ انکا یہ قول نہایت واضح ہے کہ کبھی تو ایک منصب کیلئے کئی کئی عہدیداروں کی ضرورت پڑ جاتی ہے اور کبھی ایک شخص کئی محکموں کی نگرانی آسانی سے کر سکتا ہے - (۲)

---

(۱) البدور البازغة ص - ۱۱۲

(۲) حجة اللہ البالغة ج ۱ - ص - ۱۲۹

(ب) شہری حکومت کا مالی نظام :

شہری یا قومی حکومت کے مالی نظام کے بارے میں شاہ صاحب نے ایک قابل عمل خاکہ پیش کیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ عدل و انصاف کے اصولوں پر کاربند رہنے کی شدید تاکید کی ہے - جسکا خلاصہ درج ذیل ہے :

ٹیکسوں کی ضرورت :

شاہ صاحب ٹیکسوں کی ضرورت اور جواز پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

" ولما کان الامام واعوانه محصورین علی حوائج القوم وجب ان یکون مؤنة معاشهم علی المدینة لانهم اجراء یعملون العمل النافع لها کمثل سائر الاجراء فاذن لابد من جبایة الاموال من المدینة - (۱)

" چونکہ حاکم اور اسکے معاونین قومی امور میں مشغول رہتے ہیں - اسلئیے لازمی ہے کہ انکی معاشی ضروریات کا بوجھ شہر پر ڈال دیا جائے اسلئیے کہ انکی حیثیت بھی ان مزدوروں جیسی ہے جو کہ شہر کیلئیے مفید محنت سرانجام دے رہے ہوں پس یہ ضروری ہے کہ شہر (کے لوگوں سے) اموال وصول کیے جائیں " - (۱)

بیت المال کا قیام :

شاہ صاحب قومی آمدنی کی حفاظت اور انتظام کیلئیے ایک مخصوص بیت المال

---

(۱) البدور البازغه ص - ۱۱۲

اور اسکے لئے عملے کی ضرورت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

:" ولیجعل للمال
الذی یجبی الیه بیتا
یجتمع فیه لیکون
عدة لنوائبهم - (۱)

" اور حاکم جو مال شہر سے وصول
کرے اسکو محفوظ رکھنے کیلئے ایک
مکان (بیت المال) بنائے تا کہ وہ
مصیبت کے وقت کام آ سکے - "

نیز فرماتے ہیں :

" ثم ان الامام لما
کان لا یستطیع بنفسه
ان یباشرجبایة
الصدقات واخذ العشور
و فصل القضاء فی
کل ناحیة وجب
بعث العمال والقضاة - (۲)

" چونکہ امام اور خلیفہ کیلئے یہ
ناممکن ہے کہ مختلف علاقوں سے صدقوں اور
اشیاء تجارت برد رآمدی برآمدی ٹیکسوں وغیرہ کی آمدنی کی گردآوری
خود کرے اور ہر علاقے میں جاکر
انکے فیصلے کرے ' اسلئے ضروری
ہے کہ یہ فرائض انجام دینے کیلئے
اپنے نائبین کے طور پر عمال اور
قضاۃ مقرر کرے - "

ٹیکس جمع کرنے کے اصول :

شاہ صاحب ٹیکسوں کے نظام کی کڑی نگرانی پر زور دیتے ہیں اور اس
سلسلے میں عدل و انصاف کے تقاضوں کو پیش نظر رکھنے کی تاکید کرتے ہیں - فرماتے

(۱) البدورالبازغه ص - ۱۱۳
(۲) حجةالله البالغه ج ۲ - ص - ۸۴۱

ہیں :

" ولیراع الامام فی ذٰلک العدل ، و لیجتنب الجور والاغتصاب و المصادرة ، ولیجعل لذٰلک سنة تکفی مؤنة الاعوان ، ولایضرہم و ذٰلک یختلف باختلاف الاشخاص - (۱)	" امام کو (اموال کے جمع کرنے میں) عدل و انصاف کو پیش نظر رکھنا چاہیے اور ظلم غصب اور جبر سے پرہیز کرنا چاہیے اور جمع اموال کیلئے ایسا طریقہ رائج کرنا چاہیے جو اسکے معاونین کی ضروریات کیلئے بھی کافی ہو اور لوگوں کو بھی ضرر نہ پہنچے اور ان ٹیکسوں کی مقدار مختلف اشخاص (و احوال) کے پیش نظر مختلف ہو سکتی ہے -

ٹیکسوں کے جمع کرنے میں رشوت کے لین دین کا زیادہ احتمال رہتا ہے

چنانچہ شاہ صاحب فرماتے ہیں :

" ثم وجب ان یومر العامل بالتیسیر و ینھی عن الغلول والرشوة وان یومر القوم بالانقیاد له لتتم المصلحة المقصورة -	" یہ بات لازمی ہے کہ عامل کو نرمی کا حکم دیا جائے اور اسے خیانت کرنے یا رشوت خوری سے سختی سے روکا جائے اور لوگوں کو تاکید کیجائے کہ عامل کے احکام کے آگے سر تسلیم خم کریں تا کہ مقصود مصالح پورے ہو سکیں -

---

(۱) البدور البازغہ ص - ۱۱۳ - سطور ۲ تا ۵

ومۂا قوله صلى الله عليه وسلم:
ان رجالا يتخوضون في مال
الله بغير حق فلهم النار
يوم القيامة -
وقال صلى الله عليه وسلم
من استعملناه على عمل
فرزقناه رزقا فما اخذ
بعد ذلك فهو غلول -
ولعن رسول الله صلى
الله عليه وسلم الراشي
والمرتشي -
والسر في ذلك انه
ينا في المصلحة
المقصودة و يفتح باب
المفاسد - (١)

اس سلسلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کا ارشاد ہے " بعض لوگ اللہ تعالی کے
مال (امانت و عشر و زکوۃ وغیرہ) میں ناحق
تصرف کرتے ہیں - ان کیلئے قیامت کے دن
آگ ہے " - ایک اور حدیث میں ہے کہ "جسکو
ہم کسی ملی کام پر عامل مقرر کرتے ہیں اور
پھر اسکو (قانون و ضابطہ کیمطابق) روزینہ
دیتے ہیں اسکے بعد اگر وہ خلاف قانون اور
بلاجواز سرکاری مال و دولت سے کچھ لیگا
تو یہ خیانت ہے - " نیز آنحضرت صلعم نے
ایک حدیث میں رشوت لینے والے اور دینے
والے پر لعنت کی ہے " اسکا راز ظاہر ہے کہ
رشوت کا لینا دینا مصلحت مقصودہ (ملکی
خوشحالی اور معاشی استحکام) کے خلاف
ہے اور اس سے (معاشی و معاشرتی) مفاسد
کا دروازہ کھل جاتا ہے " -

---

(١) حجۃ اللہ البالغۃ ج ٢ - ص - ٨٣٢

ایک اور مقام پر شاہ صاحب محصلین کے ظلم کو رہزنی قرار دیتے ہیں - فرماتے ہیں :

" واخذ العشر النهک بمنزلة قطع الطريق بل اقبح - (۱)

" عشر اور زکوٰۃ کی وصولی میں زیادتی کرنا ڈاکہ زنی کے مترادف بلکہ اس سے بھی قبیح تر ہے - "

ٹیکسوں کی وصولی میں ظلم پورے معاشرے کو متاثر کرتا ہے - اور درجہ بدرجہ اسکے مضر اثرات پوری مملکت کی چولیں ہلا کر رکھ دیتے ہیں - شاہ صاحب نے اس ضمن میں اپنے زمانے کی صورتحال کا نہایت تبلیغ اور موثر نقشہ کھینچا ہے - فرماتے ہیں :

" والثانی ضرب الضرائب الثقيلة على الزراع والتجار والمتحرفة والتشرير عليهم حتى يفضى الى اجحاف المطاوعين واستئصالهم والى تمنع أولى باس شريره و بغيهم - (۲)

" موجودہ تمدن کی دوسری بڑی خرابی یہ ہے کہ زمین داروں، کاشتکاروں اہلِ صنعت و حرفت پر حکومت نے بڑے بھاری ٹیکس لگا رکھے ہیں - پھر طرہ یہ ہے کہ انکے وصول کرنے میں انکے ساتھ تشدد کیا جاتا ہے اسکا نتیجہ یہ ہے کہ وفادار اور مطیع فرمان رعیت ان ٹیکسوں کے بوجھ تلے دبتی جا رہی ہے اور انکی حالت زبوں تر ہوتی

---

(۱) حجہ اللہ البالغہ ج ۲ - ص - ۲۱۰

(۲) حجہ اللہ البالغہ ص - ۱۲۵

جاتی ہے جبکہ ایک طبقہ وہ ہے جو
اس ناجائز بوجھ اور عمال کے تشدد سے
تنگ آکر باغیانہ روش اختیار کر چکا ہے - "

ملازمین کی تعداد ضرورت کے مطابق ہونی چاہیے :

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ حکومت کے مالی نظام کو درست رکھنے کیلئے یہ ضروری ہے کہ حکومت کے تنخواہ دار طبقہ کو فقط ضرورت کے مطابق رکھنا چاہیے تا کہ وہ مملکت پر بار نہ بنیں اور ان لوگوں پر کڑی نظر رکھنی چاہیے جو مفت خوری کے عادی بنکر مختلف حیلوں بہانوں سے حکوت کے دامن سے وابستہ رہنے کی کوشش کرتے ہیں - فرماتے ہیں :

" وغالب سبب خراب البلدان
في هذا الزمان شيئان :
احدهما تضييقهم على
بيت المال بان يعتادوا
التكسب بالأخذ منه
على انهم من القراة
او من العلماء الزين
لهم حق فيه اومن الزين
جرت عادة الملوك بصلتهم

" مجھے غور کرنے سے معلوم ہوا کہ ہمارے
زمانے میں دو باتیں ایسی ہیں - جنکا وجود
اختلال تمدن کا باعث ہے - ان میں سے
ایک یہ ہے کہ بہت سے لوگوں نے دوسرے
پیشوں کو چھوڑ کر خود کو حکومت کے دامن
سے وابستہ کر رکھا ہے اور انکے معاش
کا تمام تر بوجھ بیت المال پر پڑ رہا ہے
بعض ان میں سے سپاہی پیشہ ہیں -
بعض انہیں اپنے آپکو اہل علم ہونے کی

كالزهاد والشعراء او
بوجه من وجوه التكدي
ويكون العمدة عندهم
هو التكسب دون
القيام بالمصلحة
فيزحل قوم على
قوم فيتغضون عليهم
ويصيرون كلاً على
المدينة ....
وانما تصلح المدينة
بالجباية اليسيرة
واقامة الحفظة
بقدر الضرورة -" (۱)

حیثیت سے اسکا مستحق سمجھتے ہیں کہ
حکومت انکے رزق کی کفیل ہو یعنی ایسے ہیں
جنکو انعام و اکرام سے نوازنا اور انکو بخشش
اور صلہ دینا ملوک و سلاطین کی عادت ہے -
مثلاً زاویہ نشین فقراء اور درباری شعراء -
بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جنکو بھکاری کہنا
مناسب ہے - یہ لوگ کسی نہ کسی طرح
بیت المال سے کچھ لیکر رہتے ہیں - الغرض
وہ تمام لوگ جو بے عملی کے خوگر ہو کر
گداگری کے ذریعے کسب معاش کرتے ہیں اور
حکومت یا سوسائٹی کے مفادات کی تکمیل
کیلئے کوئی عملی اقدام نہیں کرتے وہ گروہ
در گروہ خزانہ سرکار پر وارد ہوتے ہیں اور ارکان
حکومت پوری وسعت قلبی کیساتھ خرچ کر کے
ملک پر ناقابل برداشت بوجھ بنکر رہتے ہیں

یقیناً شہری زندگی کی بہتری اسمیں ہے
کہ ٹیکس کم اور ہلکے ہوں اور ملازمین و
محافظین کی تعداد فقط ضرورت کے
مطابق ہو - "

---

(۱) حجۃ اللہ البالغہ ج۱ - ص - ۱۲۵

ملازمین کی تنخواہیں اور دیگر حقوق:

شاہ صاحب سرکاری ملازمین کی تنخواہوں کے بارے میں اس بات پر زور دیتے ہیں کہ یہ نہ تو اتنی کم ہونی چاہیں کہ انہیں بر دلی پیدا ہو جائے اور نہ ہی اتنی زیادہ ہوں کہ بیت المال انکا بوجھ سہارنے سے عاجز ہو جائے - شاہ صاحب نے ملازمین کے حقوق کے سلسلے میں نکاح، مسکن، خادم اور الاؤنس وغیرہ کا ذکر کیا ہے - آپ لکھتے ہیں:-

" ثم وجب ان یقدر
الذی یعطی العمال
فی عملھم لئلا یجاوزہ
الامام فیفرط اویفرط
ولا یعروہ العامل بنفسہ
وھو قولہ علیہ السلام
" من کان لنا عاملا
فلیکتسب زوجۃ فان لم
یکن لہ خادم فلیکتسب
خادمہ فان لم یکن لہ
مسکن فلیکتسب مسکنا "
فاذا بعث الامام العامل
فی صدقات سنۃ فلیجعل
لہ فیھا ما یکفی مؤنتہ

" یہ ضروری ہے کہ اس مقدار کو
متعین کر دیا جائے جو عامل و ملازم
کو اسکی خدمت کے معاوضے میں دی
جائے - تا کہ امام اور خلیفہ کے
لئے اسمیں افراط و تفریط کی گنجائش
نہ ہو اور نہ ہی عامل کو روزافزوں طلبی
کا موقع دیا جائے - چنانچہ اس بارے
میں آپ صلعم کا ارشاد ہے کہ جو شخص
ہمارا عامل ہو تو وہ شادی کر لے ،
اگر اسکا خادم نہ ہو تو خادم مہیا
کر لے اور اسکا گھر اور جائے سکونت
نہ ہو تو وہ گھر لے لے جب امام کسی
کو سال بھر کیلئے عامل کر کے
بھیجے تو اس کیلئے اس قدر

و يفضل فضل يقدر به هذه الحوائج فان الزائد لا حول له والمؤنة بدون زيادة لايتعالى لها العامل ولايرغب فيها -" (١)

روزینہ مقرر کرے کہ اسکے خرچ کیلئے کافی ہو اور اسمیں وہ اتنی بچت کر سکے کہ ضروریات مفصلہ بالا میں سے بھی کوئی ضرورت پوری کر سکے - اس تعین کی ضرورت اسلئے پیش آئی کہ زائد کی تو کوئی حد نہیں اور اگر مقدار مناسب سے کم ہو تو پھر عامل اتنے تھوڑے معاوضے کیلئے کام کرنا پسند نہیں کریگا -

حاکم کے اخراجات :

حاکم اور امام چونکہ اپنے تمام اوقات اور صلاحیتیں عوام کی بھلائی کے لئے وقف کر دیتا ہے اسلئے اسے بیت المال سے اپنی ضروریات پوری کرنے کا حق ہے - البتہ شاہ صاحب حاکم کے اخراجات کیلئے ایک بہترین اور قابل عمل تجویز پیش کرتے ہیں - فرماتے ہیں :

"والاحسن ان ينتخب الامام لنفسه مواتا يحييه وصرمة من المواشي يقتنيها لانه ذلك انفع له واقرب الى يساره واسهل على

" سربراہ کیلئے بہتر یہ ہے کہ وہ اپنے اخراجات کیلئے کسی بنجر علاقے کو آباد کرائے اور مویشیوں کی پرورش و افزائش کروائے (اور اسکے منافع کو اپنے استعمال میں لائے) اسلئے کہ یہ زیادہ نفع بخش

---

(١) حجۃ اللہ البالغہ ج ٢ - ص - ٨٤٣

القسوم ' (۱) اور سہل الوصول طریقہ ہے اور قوم پر بھی اسکا بار نہیں پڑتا - (۱)

حکومت کے دیگر مصارف :

حکومت کے مصارف کے سلسلے میں شاہ صاحب نے متعدد امور کا ذکر کیا ہے - جن میں رفاہ عامہ کی تعمیرات ' پلوں ' سڑکوں 'سرحدات اور قلعوں کی تعمیر صنعت حرفت اور تجارت کی ترقی کیلئے اقدامات ، اہل مملکت کی تعلیم و تربیت کا انتظام اور پولیس ، فوج وغیرہ کا اہتمام شامل ہیں - ان امور کا تفصیلی تذکرہ اس مقالے میں " حکومت کی معاشی ذمہ داریاں " کے عنوان کے تحت کیا گیا ہے -

مال غنیمت ' فیئی اور خراج وغیرہ کی وصولی اور مصارف کا تفصیلی بیان "خلافت یا بین الاقوامی حکومت" کے عنوان کے تحت اگلے باب میں آ رہا ہے -

---

(۱) البدورالبازغہ ص - ۱۱۳
(۲) البدورالبازغہ ص - ۱۱۲

باب ششم

بین الاقوامی حکومت
اور
اس کا مالی نظام
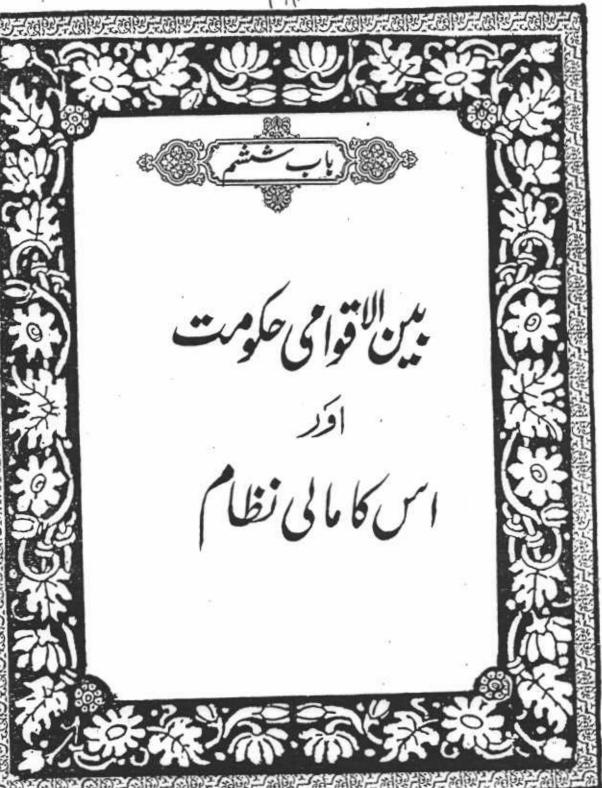
باب ششم : بین الاقوامی حکومت (خلافت کبریٰ) اور اس کا مالی نظام

(ارتفاق رابع)

(۱) بین الاقوامی حکومت (خلافت کبری) :

شاہ صاحب کے نزدیک انسانی تمدن کی ترقی و عروج کا مظہر وہ بین الاقوامی خلافت ہے - جسکا مقصد کرہ ارض پر عدل و انصاف ' امن و سکون اور اطاعت الہی کی عمومی فضا پیدا کرنا ہے - شاہ صاحب ایسی 'خلافت کو نعمت عظمیٰ قرار دیتے ہیں - شاہ صاحب نے " البدور البازغہ " اور حجۃ اللہ البالغہ میں بین الاقوامی 'خلافت کے خدو خال اور لوازم پر خاص طور پر بحث کی ہے - وہ اکثر مقامات پر اسکی تعبیر " الارتفاق الرابع " یعنی تہذیب انسانی کی بلند ترین منزل سے کرتے ہیں - شاہ صاحب اس ضمن میں فرماتے ہیں "

" وہی الحکمۃ الباحثۃ عن سیاسۃ حکام المدن وملوکہا و کیفیۃ حفظ الربط الواقع بین اہل الاقالیم وذالک انہ لما انفرز کل ملک بحوزتہ وجبی الیہ

" ارتفاق رابع سیاست مدینہ کا ایک شعبہ ہے - جسمیں مختلف (قومی و شہری) حکومتوں کے درمیان بہتر طریقہ پر تعلقات قائم رکھنے کے مسائل پر بحث کی جاتی ہے بات یہ ہے کہ جب ہر ایک صوبہ میں جداگانہ حکومت ہو اور ہر ایک کے ذرائع آمدنی ' بیت المال اور دفاعی افواج علیحدہ ہوں تو

الاموال وانضم اليه
الا بحال او جب
اختلاف امزجتهم و
تشتت استعداداتهم
ان يكون فيهم الجور
و ترک السنة الراشدة
وان يطمع بعضهم في
مدينة الاخر وان يتحاسدوا
ويتقاتلوا بازاء
جزئية من نحو رغبة
في الاموال
والاراضي او حسد و
حقد فلما كثر ذلک
في الملوک اضطروا
الى الخليفة -
وهو من حصل له من

انکے مزاجوں ، ذہنیتوں اور انکے افکار
و خیالات کا اختلاف اس بات کا موجب
ہوتا ہے کہ انکی آراء و افکار میں
تصادم پیدا ہو اور سنت راشدہ سے انحراف اور
منازعات اور ظلم و جور ظہور میں آئیں اور
چھوٹی چھوٹی باتوں پر ایک دوسرے سے حسد
اور قتل و غارتگری کا سلسلہ شروع ہو اور
ایک صوبہ جزبہ طمع سے تحریک پا کر
دوسرے صوبے کے اموال و ارضی پر تقلب
کا خواہاں ہو جب ان بادشاہوں کے درمیان
حسد و بغض کی آتش خوب شعلہ زن ہو جاتی
ہے تو وہ ایک ایسے خلیفہ (ملک الملوک)
کے محتاج ہو جاتے ہیں -
جس کے پاس
اتنی فوج اور قوت ہو کہ

العسکروالعزر مایری کالممتنع

ان یسلب رجل اخر ملکه

فانه انما یتصور بعز بلاء عام

وجهر کبیر واجتماعات کثیرۃ

وبذل اموال خطیرۃ تتقاصر

الانفس دونها وتحیله العادۃ

واذاوجد الخلیفۃ واحسن

السیرۃ فی الارض وخضعت

له الجبابرۃ وانقادله الملوک

تمت النعمۃ واطمانت البلاد

والعباد - (۱)

صوبجاتی حکومتوں کیلئے اسکی طاقت

کا آسانی سے مقابلہ کرنا ناممکن نظرآئے

بلکه اسکے تخت و تاج یا زمام حکومت

چھیننے کیلئے بڑے ابتلاء کثیر افواج اور

بے شمار اموال کی ضرورت محسوس ہوتی

ہو - اگر اس قسم کا صاحب سطوت و قوت

اور اہل مال اور جلال موجود ہواور

وہ زمین پر نظام صالح کا نفز و متبع

ہو اور جابر امراء و ملوک کو اسکے سامنے

سر اطاعت خم کر لیں تو یہ اللہ تعالی کی

بڑی نعمت ہے جسکے نتیجے میں بلاد و

ممالک اور انکے باشندے امن و اطمینان کی

دولت سے مالا مال ہو جاتے ہیں -

خلافت کی شرائط :

شاہ صاحب نے خلیفہ کیلئے خاص استعداد اور شرائط کا موجود ہونا ضروری قرار دیا ہے - اسلئے کہ یہ ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے جسے ہر شخص کے سپرد نہیں کیا جا سکتا - شاہ صاحب لکھتے ہیں :

" اعلم انه یشترط فی الخلیفۃ ان یکون عاقلا بالغا حرا ذکرا شجاعا ذارای وسمع وبصر و نطق

" یہ ضروری ہے کہ خلیفہ (ملکالملوک) عاقل بالغ اور آزاد مرد ہو وہ بہادر اور صائب الرائے ہو جملہ حسی قوتوں مثلاً قوت سماعت بصارت اور گویائی سے بہرہ ور ہو لوگ اسکی ذاتی شرافت اور خاندانی

(۱) حجۃ اللہ البالغہ ج۱ - ص - ۱۳۱ - ۱۳۰

ممن سلم الناس شرفه وشرف قومه ولا يستنكفون عن طاعته وعرف منه ان يتبع الحق في سياسة المدينة هذا كله يدل عليه العقل واجتمعت امم بني آدم على تباعد بلدانهم واختلاف اديانهم على اشتراطها ..... والملة المصطفوية اعتبرت في خلافة النبوة امورا اخرى -(١) منها الاسلام والعلم والعدالة وذلك لان المصالح الملية لاتتم بدونها ضرورة اجمع المسلمون عليه والاصل في ذلك قوله تعالى : (وعد الله الذين الى قوله تعالى هم

وجاہت کے قائل ہوں، کسی کو اس کا حکم ماننے سے ننگ و عار محسوس نہ ہو - اسکی یہ خصوصیت سب جانتے ہوں کہ سیاست مدینہ کے متعلق اختیارات کو عمل میں لانے کے سلسلے میں وہ حق کے اتباع کو سب سے مقدم سمجھتا ہے اور کسی باطل کیطرف نہیں جھکتا - یہ وہ شروط ہیں جنکی ضرورت کو عقل سلیم تسلیم کرتی ہے اور ممالک و ادیان کے مختلف ہونے کے باوجود تمام اقوام عالم کا اس بات پر اتفاق ہے - کہ بغیر ان شروط کے کسی کو بھی خلافتِ کبریٰ یا بالفاظ دیگر (بین الاقوامی) حکمرانی و فرمانروائی کرنے کا حق حاصل نہیں - .... ان مذکورہ شرائط کے علاوہ ملت مصطفویہ نے خلافت نبوت کے جلیل القدر منصب کیلئے بعض دوسرے امور کو بھی ضروری قرار دیا ہے - منجملہ ان کے "اسلام" اور "علم" اور "عدالت" ہیں - چونکہ ان صفات سہ گانہ کے بغیر مصالح ملیہ کا پورا ہونا ناممکن ہے اسلئے مسلمانوں

(١) شاہ صاحب نے شرائط خلافت کا مفصل و مدلل بیان ازالۃ الخلفاء فی خلافۃ الخلفاء کے مقصد اول فصل اول میں کیا ہے - تفصیل وہاں دیکھی جا سکتی ہے -

القاسطون) -

کا اس پر اجماع ہے کہ خلیفہ کا ان صفات
سے موصوف ہونا لازمی ہے - اسکا ماخز
قرآن مجید کی یہ آیت ہے " وعد اللہ آمنوا ۰۰
۰۰۰۰ الخ " (۱) (۲)

شاہ صاحب نے احادیث طیبہ میں مزکورہ خلیفہ کیلئے قریشی النسب ہونے کی
شرط پر بھی تبصرہ کیا ہے - اور اسکا فلسفہ بہت جامع انداز میں بیان کیا ہے -(۳)

انعقاد خلافت کا طریقہ :

شاہ صاحب خلیفہ کے انتخاب و تقرر کے بارے میں خلفاء راشدین
اور تاریخ اسلام کے زریں ادوار کو پیش نظر رکھتے ہوئے فرماتے ہیں :

"تنعقد الخلافہ بوجوہ :
بیعۃ اھل الحل والعقد من
العلماء والروساء وامراء
الاجناد ممن یکون لہ
رای و نصیحۃ للمسلمین
کما انعقدت خلافۃ ابی
بکر رضی اللہ عنہ -

" انعقاد خلافت کی کئی ایک صورتیں ہیں :
ایک تو یہ کہ قوم کے ارباب حل وعقد یعنی
امراء علماء اور فوجی افسر جنکو رائے
دینے کا اہل سمجھا جاتا ہے اور اسلام
اور مسلمانوں کیلئے انکی خیر خواہی مسلم
ہے ان سب کا کسی کو خلیفہ مقرر کرنے پر
اتفاق ہو اور وہ اسکی بیعت کرلیں - ابوبکر

---

(۱) پوری آیت کا ترجمہ : جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان سے خدا کا وعدہ ہے کہ وہ انہیں ملک کا حاکم بنا دیگا - جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو حاکم بنایا تھا - اور انکے دین کو جسے ان کیلئے پسند کیا ہے مستحکم و پائیدار کر دیگا اور انہیں خوف کے بعد امن عطا کریگا - بشرطیکہ وہ میری عبادت کرتے رہیں اور کسی کو میرا شریک نہ بنائیں اور اسکے بعد جو بھی (اس نعمت کی) ناشکری کریگا وہ فاسق و نافرمان ہوگا - ۰۰۰۰۰ سورہ النور ۲۴ آیت - ۵۵
(۲) حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ - ص - ۸۳۷
(۳) (اگلے صفحہ پر)

وبان یوصی الخلیفة الناس به کما انعقدت خلافة عمر رضی اللہ عنہ اویجعل شوری بین قوم کما کان عند انعقاد خلافة عثمان بل علی ایضا رضی اللہ عنہما - او استیلاء رجل جامع للشروط علی الناس وتسلطہ علیہم کسائر الخلفاء بعد خلافة النبوة - (۱)

رضی اللہ عنہ کی خلافت اسکی مثال ہے دوسری صورت یہ ہے کہ مسلمانوں کا کوئی خلیفہ مرتے وقت کسی شخص کو خلیفہ بنانے کی وصیت کرے جیسے حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کے بارے میں فرمایا تھا - یا قوم کی مجلس شوری یہ فیصلہ کرے جیسا کہ حضرت عثمان کے انعقاد خلافت کے وقت ہوا بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا انعقاد خلافت بھی اسی طرح تھا - یا ایسا آدمی جو شرائط خلافت کا جامع ہو لوگوں پر غلبہ حاصل کرلے جیسا کہ خلافت نبوت کے بعد کے تمام مسلمان خلفاء "-

(بقیہ حاشیہ ص۳۶۹) (۳) خلیفہ کے قریشی النسب ہونے کے بارے میں شاہ صاحب لکھتے ہیں: " منجملہ ان صفات کے یہ ہے کہ خلیفہ قریش کے قبیلہ سے ہو، حضور صلعم نے فرمایا " ائمہ قریش میں سے ہونگے " اسکا باعث یہ ہے کہ جس حق کو اللہ تعالی نے اپنے نبی صلعم کی زبان مبارک پر ظاہر فرمایا وہ قریش کی زبان اور انکی عادات کیمطابق نازل کیا - اور قریش میں جو مقادیر و حدود رائج تھیں انھی کے مطابق مقادیر و حدود کا تعین ہوا - اور بہت سے احکام انھی کے معاملات میں نازل ہوئے - چنانچہ وہی انکو قائم کرنے والے اور سب لوگوں سے زیادہ اس دین سے وابستہ تھے - نیز قریش حضور صلعم کی قوم اور آپ کا گروہ تھے - اور انکی شان و شوکت دین محمد صلعم کی سربلندی سے وابستہ تھی - اور ان میں دینی غیرت اور نسبی حمیت دونوں جمع تھے - پس وہی لوگ شرائع کے قائم کرنے اور انکے ساتھ وابستہ رہنے کے زیادہ مستحق تھے -

مزید برآں یہ کہ خلیفہ کا ایسے لوگوں میں سے ہونا ضروری ہے جنکے حسب و نسب کے باعث لوگ اسکی اطاعت میں عار محسوس نہ کریں - کیونکہ جسکا کوئی نسب نہیں ہوتا لوگ اسے حقیر و ذلیل سمجھتے ہیں اور خلیفہ ان لوگوں میں سے ہونا چاہیے جنکی ریاست و شرف معلوم ہو اور اسکی قوم میدان جنگ کی آزمودہ کار ہو - اور وہ لوگ اتنے طاقتور ہوں کہ خلیفہ کی حمایت و نصرت میں اپنی جانیں لڑانے پر آمادہ ہوں - یہ سب امور صرف قریش ہی میں جمع تھے - اور خاص طور پر ان میں حضور صلعم کی بعثت کے بعد ان کی عزت اور بھی بڑھ گئی - چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ نے اسی طرف اشارہ فرمایا کہ " قریش ہی اس امر (خلافت) کے مستحق ہو سکتے ہیں - اسلئے کہ وہ خاندان اور وطن کے لحاظ سے تمام عرب میں اوسط اور معزز ہیں " - حجۃ اللہ البالغۃ - ج ۲ - ص ۸۳۸

حاشیہ صفحہ ھذا (۱) حجۃ اللہ البالغۃ - ج ۲ - ص ۸۳۸

خلیفہ کی اطاعت :

شاہ صاحب امیر کی اطاعت کو لازمی قرار دیتے ہیں اسلئے کہ اسی کے ذریعے احکام الہیہ کا نفاذ اور تمدن کا نظام احسن طریقہ پر قائم رہ سکتا ہے - اور چونکہ حضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت انہی مصالح کے حصول کیلئے ہے - اسلئے امام المسلمین یا خلیفہ نائب رسول کی حیثیت رکھتا ہے - اور اسکی اطاعت بعینہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے مترادف ہے - شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ امام المسلمین کو احادیث میں ڈھال سے اسلئے تشبیہ دی گئی ہے کہ وہ ملت کے حقوق کی حمایت کرتا ہے اور مسلمانوں کیلئے مرکز اتحاد کی حیثیت رکھتا ہے (١

(بقیہ حاشیہ ص ٣٧٠) قاضیوں کا حکم نافذ ہو گا - اور اس خلیفہ کے ساتھ شریک ہو کر کافروں سے جہاد کر سکتے ہیں - اور چونکہ اس قسم کی خلافت کا انعقاد بوجہ ضرورت ہے - اسلئے اس قسم کے خلیفہ کو معزول نہ کرینگے - کیونکہ اسکے معزول کرنے سے مسلمانوں کی جانیں تلف ہونگی - اور سخت فتنہ و فساد لازم آئیگا - اور پھر دوسری وجہ یہ ہے کہ یقین کے ساتھ معلوم نہیں کہ ان مصائب کا نتیجہ بہتر ہوگا یا نہیں - بلکہ احتمال ہے کہ اس پہلے خلیفہ سے بھی بدتر کوئی شخص غالب آ جائے پس ایک موہوم اور احتمالی مصلحت کیلئے ایسے فتنہ کا ارتکاب کیوں کیا جائے - جسکی برائی یقینی ہے - عبدالملک بن مروان اور خلفائے بنی عباس میں سے پہلے خلیفہ کی خلافت کا انعقاد اسی طرح ہوا تھا -

(ازالۃ الخفاء - مقصد اول ص ٦
مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور - ١٩٧٦ء

(حواشی صفحہ ھذا)

(١) اقول : لما كان الامام منصوباً لنوعين من المصالح اللذين بهما انتظام الملة والمدن وانما بعث النبي صلى الله عليه وسلم لاجلها والامام نائبه و منفذ امره كانت طاعته طاعة رسول الله و معصيته معصية رسول الله ..... اقول : انما جعله بمنزلة الجنة لانه سبب اجتماع كلمة المسلمين و الذب عنهم - حجة الله البالغة - ج ص - ٢١ - ٨٢٠

اگر کوئی خلیفہ خلافت کا اہل نہ ہو :

شاہ صاحب کے نزدیک حتی الامکان امیر اور خلیفہ کی اطاعت ضروری ہے - فرماتے ہیں :

"ثم ان استوی من لم یجمع الشروط لاینبغی ان یبادر الی المخالفۃ لان خلعہ لایتصور غالبا الا بحروب و مضایقات و فیہا من المفسدۃ اشر مما یرجی من المصلحۃ" - وسئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عنہم فقیل : افلا ننا بذہم ؟ قال : لاما اقاموا فیکم الصلاۃ وقال : الا ان تروا کفرا بواحا عندکم من اللہ فیہ برہان -" وبا لجملۃ فاذا کفر الخلیفۃ بانکار ضروری من ضروریات الدین حل قتالہ بل وجب والا لا -

" اگر بالفرض مسند خلافت پر کوئی ایسا شخص متمکن ہو جائے جو شرائط خلافت کا جامع نہ ہو تو بھی اسکی مخالفت میں عجلت سے کام نہیں لینا چاہیے کیونکہ جو شخص منصب خلافت پر قابض ہو جائے اسکو الگ کرنے کیلئے عموماً لڑائیاں لڑنی پڑتی ہیں اور امت کو کئی قسم کی تکلیفیں برداشت کرنی پڑتی ہیں اسلئے جن مصالح کے حصول کی امید پر یہ سب کچھ کیا جاتا ہے - انکی نسبت مفاسد کا پلڑا راجح ہو جاتا ہے اسی قسم کے خلفاء کی بابت آنحضرت صلعم سے پوچھا گیا اور سائل نے عرض کیا - " کیا ہم انکی خلافت سے انکار کریں ؟ آپ نے فرمایا " جب تک وہ نماز کو قائم رکھیں ، تمہیں یہ حق حاصل نہیں "

وذلک لانه حینئذ فاتت مصلحة نصبه بل یخاف مضرته علی القوم فصار قتاله من الجهاد فی سبیل الله - (۱)

اسی قسم کی ایک اور حدیث میں آنحضرت صلعم فرماتے ہیں " الا یہ کہ تم صریحاً کفر کو عیاناً مشاہدہ کر لو جسکے ثبوت میں تمہارے پاس کوئی بین اور واضح دلیل ہو "

ملخص یہ کہ جب تک خلیفہ ضروریات دین میں سے کسی عقیدہ ضروریہ کا انکار کر کے کفر کا مرتکب نہ ہو اسکے خلاف علم بغاوت بلند کرنا اور اسکے ساتھ لڑنا جائز نہیں - اگر وہ ایسا کرے تو پھر اسکے ساتھ لڑ کر اسکو مسند خلافت سے اتار دینا مسلمانوں کا فرض ہے کیونکہ اسمیں صورت میں وہ مصلحت کلیتہً مفقود ہو جاتی ہے جسکو پیش نظر رکھکر کسی کو خلیفہ مقرر کیا جاتا ہے اور چونکہ اسکو خلیفہ رہنے دینا سراسر فساد دین کا باعث ہے - اسلئے اسکے ساتھ لڑنا جہاد فی سبیل اللہ سمجھا جاتا ہے - "

---

(۱) حجة الله البالغه ج ۲ - ص - ۸۴۰

(ب) بین الاقوامی ریاست (خلافت کبریٰ) کے مالی امور

شاہ ولی اللہ نے خلافت کی جو تعریف کی ہے اس سے اسکے مالی امور پر بھی روشنی پڑتی ہے - اسی طرح شاہ صاحب نے مختلف عنوانات کے تحت خلافت کی آمدن و مصارف کا تذکرہ کیا ہے - مثلاً ایک جگہ فرماتے ہیں :

" ولایتصور للخلیفۃ مقاتلۃ الملوک الجبابرۃ وازالۃ شوکتھم الابأموال وجمع رجال ولابد فی ذلک من معرفۃ الاسباب المقتضیۃ لکل واحد من القتال والھدنۃ وضرب الخراج والجزیۃ - (۱)

" خلیفہ کیلئے جابر بادشاہوں سے جنگ و جدال کرنا اور انکی شوکت کو ختم کر دینا اسی وقت ممکن ہے جب وہ بہت سا مال رکھتا ہو اور بھاری لشکر جمع کر لے اسلئے خلیفہ کیلئے ضروری ہے کہ ہر ایک کے ساتھ جنگ و صلح کرنے اور خراج و جزیہ عائد کرنے کے مقتضی اسباب کو خوب سمجھتا ہو -"

ریاست کے محاصل :

شاہ صاحب نے ریاست کے ذرائع آمدن کے سلسلے میں درج ذیل عنوانات کے تحت بحث کی ہے :

(۱) معدنیات اور غیر مملوکہ زمینیں :

مملکت کی تمام غیر مملوکہ زمینیں ، معاونِ ظاہرہ ، غیر مملوکہ چراگاہیں اور چشمے وغیرہ جسطرح افراد کے انفرادی استعمال کیلئے مباح ہیں اسی طرح

(۱) حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ - ص - ۱۳۱ سطر ۲۵ تا ۲۸

حکومت بھی انکو اجتماعی اغراض کیلئے استعمال کر سکتی ہے - اسی طرح بعض ایسی غیر مملوکہ اشیاء کو حکومت اجتماعی مفاد کیلئے مخصوص کر سکتی ہے جن سے انفرادی مفادات پر زد نہ پڑے - شاہ صاحب لکھتے ہیں :

" قال رسول الله صلی الله
علیه وسلم عادی الارض لله
و رسوله ثم هی لکم منی "
اعلم : ان عادی الارض هی
التی باد عنها اهلها ولم
یبق من یدعیها ویخاصم
فیها و یحتج بسبق ید
مورثة علیها -
فاذا کانت الارض علی
هذه الصفة انقطع عنها
ملک الآدمیین وخلصت
لملک الله و حکمها حکم مالم
یحی قط لما ذکرناه من
معنی الملک -
قال صلی الله علیه وسلم :
"لا حمی الا لله و رسوله"

" رسول اللہ صلعم کا ارشاد ہے " عادی
زمین ' اللہ اور رسول کی ہے پھر وہ میری
طرف سے تمہارے لئے ہے " یاد رہے کہ
عادی زمین وہ ہوتی ہے جسکے رہنے والے
باشندے ہلاک ہو چکے ہوں اور کوئی ایسا
موجود نہ ہو جو اس زمین کا دعوی رکھے
اور مخاصمت کھڑی کرے اور اپنی میراث
ثابت کرنے کی دلیل پیش کرے -
جب کوئی زمین اسطرح کی ہو تو اس زمین سے
انسانوں کی ملکیت منقطع ہو گئی -
اور وہ دوبارہ اللہ کی ملکیت بن گئی اور
اسکا حکم اس زمین کے حکم کی طرح ہے
جسکو بالکل آباد ہی نہ کیا گیا ہو -
(جیسا کہ ہم نے ملکیت کے بیان میں ذکر
کیا -) اسی طرح حضور صلعم کا فرمان
ہے کہ " اللہ اور رسول کے سوا چراگاہ

اقول : لماکان الحمی تضییقًا علی الناس و ظلمًا علیہم واضرارًا نہی عنہ وانما استثنی الرسول لانہ اعطاہ اللہ المیزان وعصمہ من ان یفرط منہ مالا یجوز - (۱)

کسی کی نہیں ہے " میں (شاہ ولی اللہ) کہتا ہوں چونکہ چراگاہ کو مخصوص محرور بنانا لوگوں پر سختی ظلم اور انکو ایزاء رسانی کا ذریعہ ہے اسلئے اسکی ممانعت ہوئی - رسول اللہ کو مستثنی کرنا اس وجہ سے ہے کہ اللہ نے آپ کو میزان عطا کیا اور ناجائز افراط و تفریط سے محفوظ رکھا - "

چراگاہ کو سرکاری ضروریات کیلئے مختص و محرور کرنے کے سلسلے میں شاہ صاب نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عمل بھی نظیر کے طور پر پیش کیا ہے - (۲)

بڑی معدنیات کو اجتماعی اغراض کیلئے ریاست کے استعمال میں لائے جانے کے بارے میں شاہ صاحب نے ابیض بن حمال ماربی کے واقعہ کا ذکر فرمایا ہے - جسے حضور صلعم نے نمک کی ایک بڑی کان ذاتی فائدہ کیلئے عطا فرمائی تھی - پھر واپس لیکر اسے حکومت کے کنٹرول میں دے دیا گیا - (۳)

اسی طرح شاہ صاحب حاکم وقت کو مشورہ دیتے ہیں کہ اسے اپنے اخراجات کیلئے بنجر اور افتادہ زمین کو آباد کروا کے اسکے منافع استعمال میں لانے چاہئیں - (۴)

---

(۱) حجۃاللہ البالغہ ج ۲ - ص - ۷۱۶
(۲) ازالۃ الخفاء - مقصد دوم - ص - ۱۰۹
(۳) حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ - ص - ۲۳۴
(۴) البدور البازغہ ص - ۱۱۳

(۲) فیئی اور غنائم :

یہ ریاست کی آمدن کے وہ ذرائع ہیں جو جہاد اور غلبہ اسلام کے نتیجے میں حاصل ہوتے ہیں انکے بارے میں شاہ صاحب لکھتے ہیں :

" ان الاموال الماخوذۃ من الکفار علی قسمین:-	" کفار سے جو اموال لئے جاتے ہیں انکی دو قسمیں ہیں -:
ماحصل منھم بایجاف الخیل والرکاب واحتمال اعباء القتال وھو الغنیمۃ" -	۱ - مال غنیمت : جو گھوڑوں اور اونٹوں کی جروجہد اور قتال کی مشقتیں برداشت کرنے یعنی باقاعدہ جنگ لڑنے کے بعد حاصل ہو -
وما حصل منھم بغیر قتال کالجزیۃ والخراج والعشور الماخوذۃ من تجارھم وما بزلوا صلحا او ھربوا عنہ نزعا - (۱)	۲ - وہ اموال جو قتال کے بغیر حاصل ہوئے ہوں جیسے خراج ،جزیہ کفار کے تاجروں سے حاصل ہونے سے حاصل ہونے والا عشر یا جو کچھ انہوں نے صلح میں دیا ہو یا مرعوب ہو کر چھوڑ بھاگے ہوں جیسے اموال فیئی وغیرہ -

(۳) غیر ملکی تجارتی ٹیکس :

غیر ملکی سامان تجارت پر ٹیکس بھی ریاست کے ذرائع آمدن میں سے ہے - جیسا کہ درج بالا اقتباس میں مذکور ہوا اسکے متعلق شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ایک تو تجارت آمد و رفت کو کھلا رکھنا ریاست کی ضرورت ہے دوسرے غیر مسلم تاجروں

(۱) حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ - ص - ۹۱۲

کے اموال تجارت پر ٹیکس لگا کر ان سے بیت المال کی آمدنی میں اضافہ کیا جا سکتا ہے علاوہ ازیں اسطرح کی مصالحت و مخالفت ان کیلئے قبول اسلام کے راستے کھولنے میں بھی مددگار ثابت ہو سکتی ہے - (۱)

(۴) خراج اور جزیہ :

خراج اس کرایہ کا نام ہے جو اسلامی ریاست اپنی اس مملوکہ زمین پر وصول کرتی ہے - جو غیر مسلموں سے فوجی کشمکش کے نتیجے میں اسلامی اقتدار کے تحت آ گئے ہوں - خراج کا تعلق اصلاً ایسی ہی زمینوں سے ہے - نیز جو غیر مسلم کاشتکار اپنی زمینوں کے مالک نہ ہوں اور اسلامی مملکت کی مملوکہ زمینوں پر کاشتکاری کریں ان سے بھی ان زمینوں کا کرایہ خراج کیصورت میں وصول کیا جاتا ہے

جزیہ وہ ٹیکس ہے جو اسلامی ریاست کے اندر رہنے والے ذمیوں سے ان کی جان و مال کی حفاظت کے صلے میں وصول کیا جاتا ہے - اور یہ صرف ان مردوں پر لگایا جاتا ہے جو فوجی خدمت کے قابل ہوں - عورتیں ، بچے اور نادار و محتاج افراد اس سے مستثنی ہیں -

جزیہ اور خراج کی مقدار کے تعین کے بارے میں شاہ صاحب کی رائے یہ ہے کہ حکومت اپنے مصالح کے تقاضوں کے مطابق انکی شرح میں ردو بدل

---

(۱) حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ - ص - ۱۱۹ " وذلک لان دخولہم فی الاسلام لا یتحقق الا بمخالطۃ المسلمین و معرفۃ حجتہم و سیرتہم و ایضا فکثیرا ما تقع الحاجۃ الی تردد التجار و اشباہہم -

کر سکتی ہے - فرماتے ہیں :

" وأمر النبی صلی الله علیه وسلم معاذا رضی الله عنه ان یاخذ من کل حالم دینارا او عدله معافر - و فرض عمر رضی الله عنه علی الموسر ثمانیة واربعین درهما وعلی المتوسط اربعة وعشرین وعلی الفقیر المعتمل اثنی عشر ومن هنا یعلم ان قدره مفوض الی الامام یفعل مایری من المصلحة و کذلک الحکم عندی فی مقادیر الخراج و جمیع ما اختلفت فیه سیر النبی صلی الله علیه وسلم و خلفائه رضی الله عنهم - (۱)

" حضور صلعم نے حضرت معاذ رضی الله عنه کو حکم دیا کہ ہر بالغ سے ایک دینار یا اسکے برابر یمنی کپڑا لیا جائے اور حضرت عمر رضی الله عنه نے خوشحال فرد پر اڑتالیس ، متوسط پر چوبیس اور مزدور پر بارہ درہم مقرر کیے - اس سے معلوم ہوا کہ اسکی مقدار کا تعین حاکم کی رائے پر منحصر ہے - جو مصلحت دیکھے ، وہی کرے - اسی لئے سلف کی سیرت اس معاملے میں مختلف ہے اسی طرح میرے نزدیک خراج کی مقادیر اور وہ دیگر امور جن میں نبی کریم صلی الله علیه وسلم اور انکے خلفاء سے مختلف طریقے مروی ہیں ان سب میں یہی حکم ہے (کہ انکا فیصلہ حکمت اور وقتی مصالح کے پیش نظر کیا جائے) (۱)

---

(۱) حجة الله البالغه ج ۲ ص - ۹۱۵

(۵) اوقاف :

یہ بھی اسلامی حکومت کے اہم ذرائع آمدن میں سے ہیں - اور تاریخ اسلامی میں مسلمانوں کی اجتماعی ترقی میں اوقاف کے اموال کا نمایاں حصہ رہا ہے شاہ صاحب اس معاملے کو خلیفہ یا حاکم کا اجتہاد پر چھوڑتے ہیں - فرماتے ہیں :

" والأراضی التی غلب علیها المسلمون للامام فیها الخیار ان شاء قسمها فی الغانمین وان شاء اوقفها علی القراۃ کما فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بخیبر قسم نصفها و وقف نصفها و وقف عمر رضی اللہ عنہ ارض السواد - (۱)	" جن اراضی پر مسلمانوں کا قبضہ ہو جائے ان میں امام کو اختیار ہے کہ چاہے تو انکو مجاہدین میں تقسیم کر دے اور چاہے تو آئندہ کی رفاہی ضروریات کیلئے وقف کر دے - جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے متعلق کیا کہ نصف اراضی کو تقسیم کر دیا اور نصف کو وقف کر دیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارض سواد کو پورے کا پورا وقف کر دیا - "

(٦) لقطہ اور لاوارث اموال :

لقطہ : سے مراد وہ گرے پڑے اموال ہیں - جنکے مالک معلوم نہ ہوں - یا وہ اموال جو کبھی مملوکہ رہے ہوں مگر اب انکے مالک لاپتہ ہوں اسی طرح وہ اموال

---

(۱) حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ - ص ۹۱۵

جنکے مالک مر جائیں اور انکا کوئی وارث نہ ہو' بیت المال کی آمدن کا ذریعہ ہیں - شاہ صاحب لکھتے ہیں :

" نوع ھوالمال الذی زالت عنہ ید مالکہ کترکۃ المیت لاوارث لہ وضوال من البہائم لا مالک لہا ولقطۃ اخذہا اعوان بیت المال وعرفت' فلم یعرف لمن ہی ؟ وامثال ذلک ومن حقہ ان یصرف فی المنافع المشترکۃ مما لیس فیہا تعلیک لاحد - (۱)

" ایک قسم کے اموال وہ ہیں جو مالک کے قبضہ سے نکل جائیں - جیسے میت کا ترکہ ' جسکا کوئی وارث موجود نہ ہو اور وہ مویشی جنکے مالکوں کا کچھ پتہ نہ چل سکے اور وہ گری پڑی چیزیں جنہیں بیت المال کے محافظین نے اٹھا لیا ہو اور انکی تشہیر کی ہو مگر یہ معلوم نہ ہو سکے کہ انکے مالک کون ہیں - اس جیسے اموال کو مسلمانوں کے مشترکہ منافع پر خرچ کیا جانا چاہیے

---

(۱) لقطہ کی تعریف کرتے ہوئے ہوئے شاہ صاحب لکھتے ہیں "

وسئل صلی اللہ علیہ وسلم عن اللقطۃ فقال " اعرف عفاصہا و وکاءھا ثم عرفہا سنۃ فان جاء صاحبہا والا فشانک بہا - قال فضالۃ الغنم ؟ قال ہی لک اولاخیک او للذئب قال فضالۃ الابل؟

قال : مالک ولہا معہا سقاؤہا وحذاؤہا ترد الماء و تاکل الشجر حتی یلقاہا بہا - وقال جابر رضی اللہ عنہ : رخص لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی العصا والسوط والحبل واشباہہ یلتقطہ الرجل ینتفع بہ - اقول : اعلم ان حکم اللقطۃ مستنبط من تلک الکلیۃ التی ذکرنا ہا فما استغنی عنہ صاحبہ ولا یرجع الیہ بعد ما فارقہ وھو التافہ یجوز تملکہ اذا ظن ان المالک غاب ولم یرجع

(اگلے صفحے پر)

صدقات ، زکوٰۃ و عشر وغیرہ :

شاہ صاحب نے بیت المال کی آمدن کا ایک بڑا ذریعہ ان اموال کو قرار دیا ہے - جو مملکت کے مسلمانوں سے ہر سال عشر و زکوۃ کی شکل میں وصول کیے جاتے ہیں - ان میں درج ذیل اشیاء کے صدقات شامل ہیں :

۱) جنگلات میں چرنے والے مویشی جنکی نسل بڑھتی ہو -

۲) زرعی اراضی سے حاصل ہونے والے غلہ جات اور میوے وغیرہ -

۳) اموال تجارت -

۴) متمول افراد کے خزانے اور نقو اموال -

۵) بغیر مشقت کے حاصل شدہ خزانے اور دفینے - (۱)

(بقیہ حاشیہ ص ۳۸۱) وامتنع عوده اليه لانه رجع الى مال الله و صار مباحاً واما ماكان له بال يطلب و يرجع له الطالب فيجب تعريفه على ماجرت العادة بتعريف مثله حتى يظن ان مالكه لم يرجع ويستحب التقاط مثل الغنم لانه يضيع ان لم يلتقط و يكره التقاط مثل الابل - (حجة الله البالغه ج ۲ - ص - ۱۸ - ۲۱۷)

(حواشی صفحہ ہذا) ۱۔حجة الله البالغه ج ۲ - ص ۵۵۸ " والاموال النامية ثلاثة اصناف : الماشية المتناسلة السائمة والزروع والتجارة - والثانى ان توخذ من اهل الدثور والكنوز لأنهم أحوج الناس الى حفظ المال من السراق وقطاع الطريق و عليهم انفاقات لايعسر عليهم ان تدخل الزكوة فى تضاعيفها والثالث ان توخذ من الاموال النافعة التى ينا لها الناس من غير تعب كدفائن الجاهلية و جواهرالمعادن -

حجة الله البالغه ج ۲ - ص - ۵۵۸

ریاست کے مصارف :

شاہ صاحب نے ریاست یا خلافت کبری کے محصولات کے ذکر کے ساتھ ساتھ تمام مدات کے شرعی مصارف بھی بیان کیے ہیں - جسکا خلاصہ حسب ذیل ہے -

مصارف خمس :

" فالغنیمۃ تخمس ویصرف الخمس الی ما ذکراللہ تعالی فی کتابہ حیث قال : " واعلموا انما غنمتم من شیئی فان للہ خمسہ و للرسول ولذی القربی والیتمی والمساکین وابن السبیل " (۱) فیوضع سہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعدہ فی مصالح المسلمین الاہم فالاہم وسہم ذوی القربی فی بنی ہاشم و بنی المطلب الفقیر منہم والغنی والذکر والانثی وعنوی انہ یخیر

" خمس کے مصارف کے بارے میں شاہ صاحب لکھتے ہیں : " چنانچہ غنیمت کے پانچ حصے کیے جائینگے اور پانچواں حصہ ان مقامات پر خرچ ہوگا - جن کا ذکر اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے کہ " اور جان لو کہ جو کچھ غنائم میں سے حاصل کرو تو اسکا پانچواں حصہ اللہ اور اسکے رسول کیلئے ہے اور قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کیلئے ہے - پس جناب رسول اللہ صلعم کا حصہ آپکے بعد مسلمانوں کی اہم مصلحتوں پر خرچ کرنا چاہیے اور ذوی القربی

---

(۱) سورہ انفال - آیت - ۴۱

الامام فی تعیین المقادیر
وکان عمر رضی اللہ عنہ یرٔبر فی فرض
ال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
من بیت المال ویعین المعرین منہم
والناکح و ذا الحاجۃ وسہم
الیتامی لصغیر فقیر
لااب لہ -
وسہم الفقراء والمساکین لہم
یفوض کل ذالک الی الامام
یجتہد فی الفرض و تقویم
الاہم فالاہم ویفعل ما اری
الیہ اجتہادہ ویقسم اربعۃ
اخماسہ فی الغانمین -"

کا حصہ بنی ہاشم اور بنی مطلب
میں انکے فقیر و غنی اور مرد و
عورت پر خرچ کرنا چاہیے اور
میرے نزدیک امام کو مقدار مقرر کرنے
کا اختیار ہے - حضرت عمر رضی اللہ
عنہ آلِ رسول اللہ صلعم کا حصہ
بیت المال میں سے زیادہ کر دیا کرتے
انمیں سے جو مقروض اور نکاح کے
حاجتمند ہوتے تھے - انکی اعانت
کرتے تھے - اور یتیموں کا حصہ چھوٹے
چھوٹے محتاج بچوں کو دیتے جنکا
باپ نہ ہوتا اور فقراء و مساکین کا
حصہ انکو پہنچایا جائے - اور ان
سب میں امام کو اختیار ہے کہ وہ
حصوں کی مقدار اور اہمیت کے لحاظ
سے ترجیحات مقرر کرنے میں اجتہاد
کرے - اور اجتہاد سے جس نتیجے پر
پہنچے وہی کرے اور غنیمت کے پانچ
حصوں میں سے چار حصے مجاہدین
میں تقسیم کرے " -

(۱) حجۃ اللہ البالغۃ ج ۲ص - ۹۱۲

مصارف غنیمت :

غنیمت کے مصارف کے متعلق شاہ صاحب نے درج ذیل بحث کی ہے -

فرماتے ہیں :

" والاصل فی المصارف ان
امہات المقاصر امور -
منہا ابقاء ناس لایقدرون
علی شئی لزمانۃ او لاحتیاج
مالہم او بعدہ منہم -
ومنہا حفظ المدینۃ عن
شر الکفار بسر الثغور و
نفقات المقاتلۃ والسلاح
والکراع و منہا تدبیر المدینۃ
و سیاستہا من الحراسۃ
والقضاء واقامۃ الحرود
والحسبۃ -
و منہا حفظ العلۃ بنصب
الخطباء والائمۃ والوعاظ
والمدرسین -

" اس معاملے میں بنیادی امور درج
ذیل ہیں :
(۱) ایک یہ کہ ان لوگوں کی بقاء
کا انتظام کیا جائے جو اپاہج
ہونے کیوجہ سے یا مالی احتیاج کے
باعث یا مال سے دور رہ جانے کیوجہ
سے کسی چیز پر قادر نہیں ہیں :
(۲) ایک یہ ہے کہ سرحدوں کی
حفاظت کیلئے جنگوں کے اخراجات
اسلحے اور گھوڑوں کا خرچ اٹھا کر
شہروں کو کفار کے شر سے بچایا جائے۔
(۳) ایک یہ ہے کہ پہریداروں اور
قاضیوں کے تقرر، حدود کے قائم کرنے
اور محاسبین کے تعین کے ذریعے
شہری سیاست و انتظام کا بندوبست

ومنها منافع مشترکة ککری الانهار وبناء القناطیر ونحو ذٰلک ۔ (۱)	کیا جائے ۔ (۴) ایک یہ ہے کہ خطباء ' ائمہ ' واعظین اور مدرسین کو مقرر کر کے ملت و دین کی حفاظت کی جائے ۔
	(۵) ان میں سے ایک مقصد یہ ہے کہ مشترکہ مقاصد پر خرچ کیا جائے جیسے نہریں کھروانا پل تعمیر کرنا وغیرہ ۔

مصارف اموال فیئی :

فیئی کے مصارف کے بارے میں شاہ صاحب لکھتے ہیں :

" واما الفیٔ فمصرفه ما بین الله تعالی حیث قال : ما افاء الله علی رسوله من اهل القری فلله وللرسول ولذی القربی والیتمی والمسکین وابن السبیل) الی قوله (رءوف رحیم) (۲)	" اور فیئی کے مال کا حکم وہ ہے جو الله تعالی کے اس فرمان میں بتایا گیا ہے کہ " جو کچھ الله تعالی (اس طور پر) اپنے رسول کو دوسری بستیوں کے (کافر) لوگوں سے دلوا دے (جیسے فدک اور ایک حصہ خیبر کا) سو وہ (بھی) الله کا حق ہے اور رسول کا اور (آپکے) قرابت داروں کا اور یتیموں کا اور غریبوں کا اور مسافروں کا
ولما قرأها عمر رضی الله عنه قال : هذه استوعبت	تا کہ وہ مال فیئی تمہارے تونگروں کے قبضے میں نہ آ جائے ۰۰۰ انک روف رحیم تک "

---

(۱) حجة الله البالغه ج ۲ ۔ ص ۔ ۹۱٦

(۲) سورۃ الحشر آیات ۷ تا ۱۰

المسلمين فيصرفه الى
الامم فالامم وينظر فى
ذالك الى مصالح المسلمين
لا مصلحته الخاصة به -
واختلفت السنن فى
كيفية قسمة الفئ فكان
رسول الله صلى الله عليه وسلم
اذا اتاه الفئ قسمه فى
يومه فاعطى الاهل حظين
واعطى الاعزب حظاً -
وكان ابوبكر رضى الله عنه
يقسم للحر وللعبد يتوخى
كفاية الحاجة و وضع عمر
رضى الله عنه الديوان على
السوابق والحاجات
فالرجل وقدمه والرجل و
بلاؤه والرجل وعياله والرجل
وحاجته -
والاصل فى كل ما كان
مثل هذا من الاختلاف

اور جب (حضرت عمر) نے یہ آیات پڑھیں
تو فرمایا " یہ تو تمام مسلمانوں کا احاطہ
کیے ہوئے ہیں - پس امام درجہ بدرجہ اہمیت
کے لحاظ سے خرچ کرے - اور اسمیں
مسلمانوں کی مصلحتوں کو دیکھے نہ کہ
اپنی مخصوص مصلحت کو دیکھتا رہے -
فیئی کی تقسیم کے طریقہ میں اختلاف ہے
جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
پاس جب مال فیئی آتا تو آپ اسے اسی
دن تقسیم فرما دیتے - آپ صاحب عیال
کو دو حصے اور غیر شادی شدہ کو ایک
حصہ عنایت فرماتے -
حضرت ابو بکر صدیق آزاد اور غلام میں
انکی ضرورت کے مطابق تقسیم کرتے اور
حضرت عمر نے ایک دفتر مقرر کیا تھا - جس
میں سابقین و محتاجین کا لحاظ رکھتے
چنانچہ ہر شخص کی قدامتِ اسلام اسکی
مصیبت ، اہل و عیال اور حاجات کا
خیال رکھتے ہوئے عطا کرتے -
ان سب اختلافات میں اصل یہ ہے کہ ہر

ان یحمل علی انه انما فعل ذٰلک علی الاجتہاد فتوخی کل المصلحۃ بحسب ما رای فی وقتہ - (١)

ایک نے اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کیا اور اپنے وقت میں جیسی مصلحت دیکھی، ویسا ہی عمل کیا -

مصارف زکوۃ :

زکوۃ کے شرعی مصارف کے بارے میں شاہ صاحب لکھتے ہیں :

" ونوع هو صدقات المسلمین جمعت فی بیت المال ومن حقه ان یصرف الی ما فیه تملیک لاحر وفی ذلک - قوله تعالی : انما الصدقات للفقراء والمساکین - والجملة فی ذلک ان الحاجات من هذا النوع وان کانت کثیرة جدا لکن العمدة فیها ثلاثة : المحتاجون وضبطهم الشارع بالفقراء والمساکین وابناء السبیل والغارمین فی مصلحة

" مال کی ایک قسم وہ صدقات ہیں جو کہ بیت المال میں جمع کیے جائیں اس مال کا حق یہ ہے کہ اسے اس طریقے پر خرچ کیا جائے کہ اسمیں کسی ایک کو اسکا مالک بنایا جائے - (تملیک ہو) اس بارے میں فرمان الہی ہے " بے شک صدقات فقراء اور مساکین کیلئے ۰۰الخ " (١) اسمیں خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگرچہ اس نوع کی حاجات بکثرت ہیں مگر اہم ترین صرف تین ہی ہیں :

١ - محتاج لوگ : شارع نے انکو فقراء مساکین، مسافروں اور ذاتی مصالح کی خاطر قرض میں مبتلا

---

(١) حجۃ اللہ البالغہ ج ٢ - ص ٩١٥

انفسهم والحفظة و
ضبطهم بالقرّاة والعاملين
على الجبايات -
والثالث مال يصرف
الى دفع الفتن الواقعة
بين المسلمين اوالمتوقعة
عليهم من غيرهم و ذلك
اما ان يكون بمواطاة
ضعيف النية فى الاسلام
بالكفار اوبرد الكافر عما
يريد من المكيدة بالمال
ويجمع ذلك اسم المؤلفة
قلوبهم اوالمشاجرات بين
المسلمين وهو الغارم فى
حمالة يتحملها وكيفية
التقسيم عليهم وانه بمن يبدو
يبدأوكم يعطى ؟ مفوض الى
رأى الامام - (١)

ہونے والوں میں منحصر و منضبط کیا ہے -
٢) محافظین : انکو شارع نے مجاہدین
اور محصولات جمع کرنے والے عاملین میں
منحصر کیا ہے -
٣) وہ مال جو کہ مسلمانوں کے درمیان
واقع ہونے والے فتنہ و ابتلاء یا باہر سے
آنے والے متوقع خطرہ کو دور کرنے میں
خرچ ہوتا ہے اور یہ اس طرح ہوتا ہے کہ
کسی ضعیف الاسلام کی مدد کی جائے -
جسکے کافروں سے تعلقات ہوتے ہیں یا کوئی
کافر فریب دینا چاہتا ہے تو اسکو مال دے
کر کفر سے روک دیا جاتا ہے ان سب
پر مؤلفۃ القلوب کا لفظ مشتمل ہے - یا
مسلمانوں کے باہمی نزاعات دور کرنے
میں یہ مال خرچ کیا جاتا ہے یہی غارم
ہے جو کسی کے تاوان میں اپنے سر پر
بوجھ اٹھا لیتا ہے - ان پر تقسیم کرنے
کا طریقہ اور کسی سے آغاز کرے اور کس
قدر عطا کرے یہ باتیں امام کی رائے پر موقوف ہیں (١)

(١) حجۃ اللہ البالغہ ج ٢ - ص - ٥٧٠ - ٥٦٨

مصارف کے بارے میں ایک اہم اصول :

شاہ صاحب نے شرعی مصارف کے بارے میں ایک بنیادی اصول کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور وہ یہ کہ ہر علاقے کی آمدن سے پہلے اسی علاقے کی ضروریات پوری کرنی چاہئیں - چنانچہ فرماتے ہیں :

" وارادالشرع ان یوزع بیت المال المجتمع فی کل بلاد علی ما یلائمها - (۱)

" شریعت یہ چاہتی ہے کہ بیت المال میں جو کچھ ہے اسکو ہر علاقے کے لوگوں پر انکے مناسب حال تقسیم کیا جائے -

ان شرعی محاصل و مصارف کے علاوہ حکومتی ضروریات کے لئے عائد کیے جانے والے عمومی ٹیکسوں کا ذکر پچھلے باب میں " شہری حکومت کے مالی امور " کے تحت گزر چکا ہے -
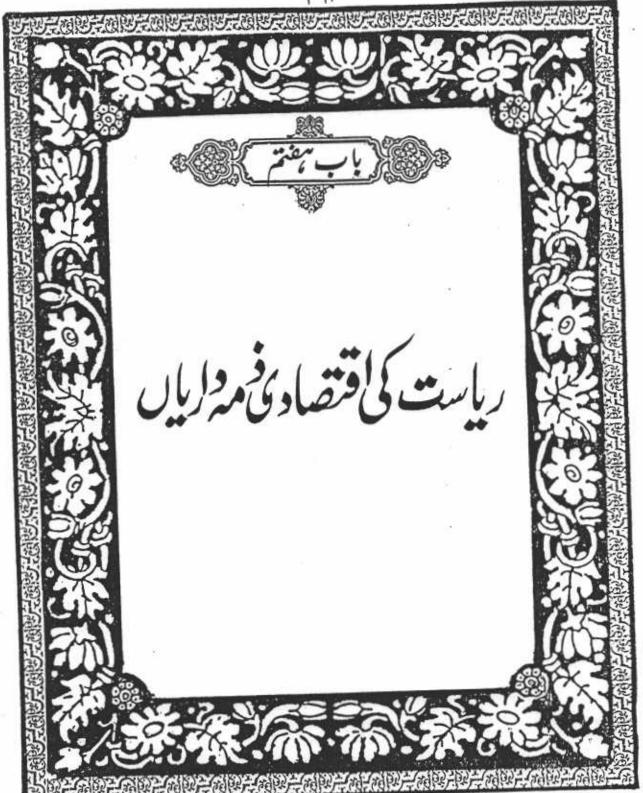
---

(۱) حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ - ص ۱۷ - ۹۱۶

باب ہفتم

ریاست کی اقتصادی ذمہ داریاں

باب ہفتم : ریاست کی اقتصادی ذمہ داریاں

خلافت کے بنیادی عناصر اور ذمہ داریاں :

شاہ صاحب نے خلافت کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی ہے :

" الخلافۃ ہی الریاسۃ العامۃ فی التصدی لاقامۃ الدین باحیاء العلوم الدینیۃ واقامۃ ارکان الاسلام والقیام بالجہاد وما یتعلق بہ من ترتیب الجیوش والفرض للمقاتلۃ واعطائہم من الفئی والقیام بالقضاء واقامۃ الحدود ورفع المظالم والامر بالمعروف والنہی عن المنکر نیابۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم - (۱)

" خلافت عامہ وہ عمومی ریاست ہے جو اقامت دین کی غرض سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت میں درج ذیل امور کیلئے معرض وجود میں آئی ہو' علوم دینیہ کے احیاء کے ذریعے اقامتِ دین کرنا ارکان اسلام کا قائم کرنا 'جہاد اور اس سے متعلق اشیاء کا جاری کرنا جیسے لشکروں کا ترتیب دینا ' سپاہیوں کو تنخواہ دینا اور ان میں مال غنیمت تقسیم کرنا ' قضاء و حدود قائم کرنا ' مظالم کا دور کرنا نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا -

شاہ صاحب نے اس عبارت میں ریاست کی عمومی ذمہ داریوں کا ذکر فرمایا ہے - تاہم اس باب میں صرف ان ذمہ داریوں کا جائزہ لیا جائے گا جنکا تعلق

(۱) ازالۃ الخفاء ص ۳-

معاشی امور سے ہے - شاہ صاحب کی تصانیف میں غور کرنے سے ریاست کی معاشی ذمہ داریوں کا جو خاکہ سامنے آتا ہے - اسے ہم مطالعہ کی غرض سے درج ذیل تین عنوانات کے تحت تقسیم کر سکتے ہیں :

۱) کفالت عامہ -

۲) معاشی ترقی کا اہتمام -

۳) تقسیم دولت کے تفاوت کو کم کرنا اور معتدل بنانا -

۱) کفالت عامہ :

کفالت عامہ سے مراد یہ ہے کہ ریاست کی حدود کے اندر بسنے والے ہر انسان کو اسکی بنیادی معاشی ضروریات حاصل ہوں اور کوئی شخص ان سے محروم نہ رہے- بنیادی ضروریات پر باب سوم (ارتفاق اول) کے تحت بحث گزر چکی ہے -

شاہ صاحب اسلامی ریاست کو اس بات کا ذمہ دار قرار نہیں دیتے کہ وہ ہر شخص کو اسکی ضروریات کی تکمیل کرنے والی اشیاء اور خدمات پہنچاتی رہے - بلا لحاظ اسکے کہ وہ خود اپنے مال سے یا اپنی محنت کے ذریعے کسبِ حلال کر کے ان ضروریات کو پورا کر سکتا ہے یا نہیں - شاہ صاحب کا منشأ یہ ہے کہ ریاست کا عمومی نظام اس طرح ہونا چاہیے کہ ریاست کے اکثر افراد اپنی بنیادی ضروریات کی اشیاء کو حاصل کرنے میں مشکلات سے دوچار نہ ہوں - ہاں اگر کوئی فرد ان انتظامات کے باوجود اس حال میں پایا جائے کہ وہ اپنی بنیادی ضروریات کی تکمیل سے قاصر ہو تو بالآخر ریاست اس بات کی ذمہ دار ہے کہ اس

کی مناسب اعانت کرے تا کہ کوئی فرد ان وسائل حیات سے محروم نہ رہے - جو اس کی بقاء کیلئے ضروری ہیں - ریاست کو ایسا نظم قائم کرنا چاہیے کہ محروم شخص اپنی محرومی کا ثبوت فراہم کر کے اجتماعی بیت المال سے بقدر ضرورت مال حاصل کر سکے - شاہ صاحب پوری مملکت کو ایک خاندان قرار دیتے ہیں جسمیں افراد خانہ باہمی تعاون کے ذریعے ایک دوسرے کی ضروریات کی تکمیل کرتے ہیں -

شاہ صاحب معاشرے کے محروم اور نادار طبقہ کی ضروریات کی تکمیل کے سلسلے میں عوام اور حکومت کی ذمہ داریوں پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

" ومصلحة ترجع الى المدينة"	" دوسری مصلحت (جس پر تشریح
وهى انما تجمع لا محالة الضعف	زکوۃ مبنی ہے) اسکا مآل نظام
و ذوى الحاجة و تلك الحوادث	مدنیت کا بہتر طریقہ پر قیام ہے
تغدو على قوم وتروح على	اسکی تشریح یہ ہے کہ مدنیت خواہ
آخرين فلو لم تكن السنة"	کتنے ہی چھوٹے پیمانے پر ہو کمزور
بينهم مواساة الفقراء واهل	اپاہج ' محتاج اور غریب و مسکین
الحاجات لهلكوا وماتوا	افراد اسمیں موجود ہوتے ہیں - نیز
جوعًا والانفاقات المشتركه	حوادث اور آفات سماوی و ارضی کا
لا تسهل على البعض اولايقدر	نشانہ ہر قوم کسی نہ کسی صورت
عليها البعض فوجب ان تكون	میں بنتی رہتی ہے بنابرآں اگر اس
جباية الاموال من الرعيه سنه - (۱)	بات کا التزام نہ ہو کہ غریبوں '
	مسکینوں اور ارباب حاجت کی

---

(۱) حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ - ص - ۵۷ - ۵۵۶

دستگیری کی جائے تو اسکا نتیجہ قوم
کی ہلاکت ہو گا ۰۰۰۰ اس قسم کے واجبات
(عشر و زکوۃ) جو قوم کی مشترکہ اغراض کے
لئے ان پر عائد کیے جاتے ہیں ‘چونکہ
انکا باقاعدہ ادا کرنا بعض کیلئے دشوار اور
بعض کیلئے ناممکن ہوتا ہے اسلئے یہ
ضروری قرار پایا کہ انکی وصولی کا اہتمام
حکومت کرے -

شاہ صاحب "البدور البازغۃ" میں حکومت کیطرف سے زکوۃ و صدقات کی سالانہ وصولی کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

" واذا نزل ضیف بساحتہم
او مسکین لا یستطیع الکسب
فلابد لہم ان یجمعوا الی نقیبہم
ما یکفیہ بالمعروف و ذلک لانہ
مقتضی السماحۃ وہی من اعظم
الاخلاق واسماہا ولان فیہ نفعا
عاما فی المدینۃ ۰۰۰۰ ولما لم
یکن الجمع کل حین متیسرا
حکم الارتفاق الثالث ان یکون
ذلک سنۃ عند احتمال غلاتہم - (۱)

" جب اہل شہر کے پاس کوئی مہمان آ جائیں
یا ایسے مسکین و محتاج اشخاص جو کسب
کی قوت نہ رکھتے ہیں تو اہل شہر کیلئے
ضروری ہے کہ وہ اپنے حاکم کے پاس اتنا
کچھ جمع رکھیں کہ وہ اس قسم کے ناداروں
کیلئے کافی ہو سکے - اسلئے کہ یہ سماحت
کا تقاضا ہے جو کہ اعلی اور بلند ترین اخلاق
میں سے ہے - اور اسی میں پورے معاشرے
کا فائدہ ہے ۰۰۰۰ اور چونکہ ہر وقت اس قسم
کی ضروریات کیلئے مال جمع کرتے رہنا آسان

(۱) البدور البازغۃ ص - ۱۰۹ - ۱۱۰ سطور ۱۹ تا ۲۱

نہیں ہوتا اسلئے ارتفاق ثالث کا تقاضا ہے کہ
یہ (عشر وغیرہ) انکے غلوں کے حصول کے
وقت جمع کیا جائے -

شاہ صاحب ہنگامی حالات میں حاجتمندوں کی ضروریات کی تکمیل اور ملت کے نظام کے قیام کیلئے غیر معمولی اقدامات کی ضرورت پر زور دیتے ہیں - چنانچہ فرماتے ہیں "

" وقال صلی اللہ علیہ وسلم : من کان معہ فضل ظہر فلیعد بہ علی من لاظہر لہ ومن کان لہ فضل زاد فلیعد بہ علی من لا زاد لہ فذکر من اصناف المال حتی رأینا انہ لاحق لاحد منا فی فضل وانما رغب فی ذلک اشد الترغیب لانہم کانوا فی الجہاد وکانت بالمسلمین حاجۃ واجتمع فیہ السماحۃ واقامۃ نظام الملۃ وابقاء مہج المسلمین - (۱)

" حضور صلعم نے فرمایا " جسکے پاس زائد سواری ہو وہ اس شخص کو دے دے جسکے پاس کوئی سواری نہیں - اور جسکے پاس زائد کھانا ہو وہ اسکو دے دے جسکے پاس کوئی کھانا نہیں - اسطرح آپ صلعم نے مال کی کئی اقسام کا ذکر کیا حتی کہ ہم (صحابہ نے) سمجھلیا کہ ہمیں اپنے زائد اموال میں کوئی حق نہیں " (اس حدیث کے ذکر کے بعد شاہ صاحب ان احکامات کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں) آپ صلعم نے اس (انفاق مال) کی شدید ترغیب اسلئے دی کہ مسلمان جہاد میں مصروف تھے اور مسلمانوں کو شدید حاجت درپیش تھی اور اس عمل میں

---

(۱) حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ - ص - ۶۷۰

صفت سماحت ، نظام ملت کے قیام اور
مسلمانوں کی بقاء کا راز مضمر تھا ۔

شاہ صاحب اسوۂ خلفاء راشدین کے تحت معزور اور بیمار افراد کے علاج و خدمت کو بھی ریاست کی ذمہ داریوں میں شمار کرتے ہیں چنانچہ حضرت عمر کی رعایا پر شفقت و محبت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

" کان عمر بن الخطاب رضی الله عنه یطعم الناس بالمدینة وھو یطوف علیھم بیدہ عصا فمر برجل یا کل بشماله فقال یا عبداللہ کل بیمینک قال یا عبداللہ انھا مشغولة ثلاث مرات قال وما شغلھا قال اصیبت یوم موتہ قال فجلس عندہ عمر رضی اللہ عنه یبکی فجعل یقول له من یوضیک من یغسل رأسک وثیابک من یصنع کذا و کذا فدعا له بخادم وامرله براحلة وطعام ما یصلحه وما ینبغی له ۔ (۱)

" حضرت عمر فاروق مدینہ طیبہ میں لوگوں کو کھانا کھلایا کرتے تھے اور مدینہ طیبہ میں آپ عصا لئے پھرا کرتے تھے ۔ اتفاق سے ایک روز ایک شخص پر آپکا گزر ہوا جو بائیں ہاتھ سے کھا رہا تھا آس سے فرمایا کہ دائیں ہاتھ سے کھاؤ ۔ اس نے کہا میرا دایاں ہاتھ مشغول ہے ۔ تین مرتبہ یہ بات چیت ہوئی پھر آپ نے اس سے پوچھا کہ تمہارا ہاتھ کس شغل میں ہے اس نے عرض کیا کہ غزوہ موتہ میں ماوف ہوگیا ہے حضرت عمر فاروق جا کر اسکے پاس بیٹھ گئے ۔ اور آبدیدہ ہو کر کہنے لگے ۔

(۱) ازالۃ الخلفاء ج ۲ ۔ ص ۱۵۲
(۲) شاہ صاحب نے سیرت عمر رضی اللہ عنہ سے جو واقعہ نقل کیا ہے اگر اسکے مفہوم کو وسعت دی جائے تو ریاستہ ایسے ادارے قائم کر سکتی ہے جو

(اگلے صفحے پر)

تمہیں وضو کون کراتا ہوگا، تمہارا سر
کون دھوتا ہوگا، تمہارے کپڑے کون دھوتا
ہوگا - غرض اسی قسم کے بہت سے امور
کا آپ نے ذکر کیا - اور اس کیلئے ایک
خادم مقرر کر دیا ایک سواری مقرر کر دی اور
دیگر ضروریات خورد و نوش کا بندوبست کر دیا"

(بقیہ حاشیہ ص ۳۹۷) معذور، اندھے اور شدید امراض میں مبتلا افراد کی
خدمت دیکھ بھال اور علاج کا کام سرانجام دیں -

(ب)

معاشی ترقی کا اہتمام

کفالت عامہ کیطرح اجتماعی تعمیر و ترقی کا اہتمام بھی ریاست کے فرائض میں شامل ہے اگر کفالت عامہ سے محروم افراد کی ضروریات کی تکمیل اور قیام حیات وابستہ ہے تو معاشی تعمیر و ترقی، پورے اجتماع اور تمدن کی بقاء و استحکام کیلئے لازمی ہے اس ضمن میں شاہ صاحب نے درج ذیل امور کا ذکر فرمایا ہے :

(۱) تعلیم :

شاہ صاحب افراد ریاست کیلئے دینی و دنیاوی تعلیم کے مناسب انتظام پر زور دیتے ہیں (۱) اسلئے کہ تعلیم ہی وہ شعبہ ہے جس پر افراد ملت کے معاش و معاد کا دارو مدار ہے - فرماتے ہیں :

" شیخ الاسلام الیہ امر اقامۃ الدین والارشاد ولہ ہمۃ باللہ" فی اشاعۃ الدین وله اعوان یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر - (۲)

" مملکت کیلئے شیخ الاسلام کے عہدے کا وجود ضروری ہے جو دینی امور کے قیام اور وعظ و ارشاد کے کام کی نگرانی کرے اور اسکے معاونین امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فرائض سرانجام دیں - "

---

(۱) بدورالبازغہ ص - ۸۳ - ثم لابد من تعلیم العلوم النافعۃ فی معاشہ و معادہ -

(۲) البدورالبازغہ ص - ۱۰۶ - ۱۰۷

" تعلیمه علی وجهین :
احدهما تعلیم ما یستقیم
به اخلاقهم وینتظم به
الارتفاق الثانی والثالث
علی تحری الثواب واقامته
وثانیهما تعلیم ما یستقیم
به تقربهم الی الله تعالی
وما ینتظم به حالهم فی الدارالآخرة " (۱)

" اسکی تعلیم دو جہات و مقاصد
کیلئے ہونی چاہیے ایک تو وہ (دنیاوی)
تعلیم جس سے انکے اخلاق درست ہوں
اور تہذیب کی دوسری اور تیسری منزل
کے (ترقیاتی) امور ثواب کی نیت رکھتے
ہوئے بہتر انداز میں قائم ہوں اور
دوسری تعلیم وہ (دینی) ہے جس سے
وہ تقرب الی اللہ اور حیات اخروی
کی منازل کو بخوبی طے کر سکیں -

شاہ صاحب بنیادی تعلیم کیلئے محلے کی ہر مسجد میں معلم کا تقرر ضروری قرار دیتے ہیں فرماتے ہیں :

" ولیجعل فی کل محلة
مسجد او قریبا منه ماء
معد او لیجعل لکل محلة
اماما یفیهم صلاتهم و مقرئا
یصلح کتابهم ویرشد
الصبیان - (۲)

" ہر محلے میں مسجد بنائی جائے
جسکے قریب پانی کا ذخیرہ ہو (طہارت
وغیرہ کیلئے) اور ہر محلے میں ایک
امام مقرر کیا جائے - جو نماز پڑھائے
اور ایک استاد جو بچوں کو تعلیم دے
اور لکھنا پڑھنا سکھائے -

---

(۱) البدور البازغہ ص - ۱۰۷ - ۱۰۶
(۲) ایضاً - ص - ۱۱۰

اس ضمن میں حکومت کی ذمہ داریوں پر بحث کرتے ہوئے شاہ صاحب فرماتے ہیں !

" واحیاء علوم دین کنو بنفس خود تدری که میسر شود و مقرر سازد مدرسین را درہر بلدی چنانکه حضرت عمر رضی الله عنه عبدالله بن مسعود را با جماعه در کوفه نشانر و معقل بن یسار و عبدالله بن معقل به بصره فرستاد - (۱)

" نیز خلیفه پر واجب ہے کہ جس قدر ہو سکے علوم دینیه کو قائم رکھے اور ہر شہر میں مدرسین کو مقرر کرے جیسے کہ حضرت عمر رضی الله عنه نے عبدالله بن مسعود کو صحابه کی ایک جماعت کے ساتھ کوفه میں مقرر کیا - اور معقل بن یسار اور عبدالله بن معقل کو (تعلیم و تدریس کیلئے) بصرہ بیھجا "

دنیاوی امور کی تعلیم کیلئے آپ مملکت میں ایک ایسے کلیدی عہدے کا وجود ضروری قرار دیتے ہیں - جسکا سربراہ کسی ممتاز دانشور کو مقرر کیا جائے - جو مختلف علوم مثلاً طب ، شعر و ادب ، علم نجوم ، تاریخ ، حساب ، اور انشاء پردازی وغیرہ کا ماہر ہو - (۲)

ایسے شخص کی نگرانی میں ان علوم کی درس و تدریس کا جال بچھا دینا تمدن کی ترقی کیلئے ضروری ہے شاہ صاحب فرماتے ہیں :

" واهل البلد علی اکتساب الفضائل کالخط والحساب والتاریخ والطب والوجوه الصحیحه

" اہل شہر کو ترغیب دی جائے (اور ایسا انتظام کیا جائے) کہ وہ اعلی علوم حاصل کریں

---

(۱) ازالة الخفاء ص ۳۶ ج ۱

(۲) البدور البازغه ص - ۱۱۲ - الحکیم یعلم الطب والشعر والنجوم والتاریخ والحساب والانشاء

من تقومة المعرفة - (۱)	جیسے لکھنا، حساب، تاریخ، طب وغیرہ اور وہ علم کی ترقی کے صحیح طریقے دریافت کریں -

(۲) مختلف پیشوں کی منصوبہ بندی و ترقی ":

شاہ صاحب معاشرے کی ترقی کیلئے مختلف پیشوں اور پیشہ ور افراد کی موجودگی کو ضروری قرار دیتے ہیں (۲) اور انکی نگرانی ومنصوبہ بندی پر زور دیتے ہیں - چنانچہ فرماتے ہیں :

" واعلم انه اذا اجتمع عشرة	" یاد رکھو! اگر کسی شہر میں

(۱) حجة الله البالغه ج ۱ - ص - ۱۲۵

(۲) شاہ صاحب مختلف پیشوں کے وجود میں آنے کے بارے میں لکھتے ہیں " جب نوع انسانی کے افراد زمین پر پھیل گئے اور انکی ضروریات زندگی بڑھ گئیں نیز ہر چیز میں اسکی نفاست کو ملحوظ رکھا جانے لگا - تا کہ اس سے آنکھوں کو لطف اور نفس کو سرور حاصل ہو تو اس صورت میں یہ ممکن نہ تھا کہ ہر فرد اپنی تمام ضروریات کو اپنے لئے خود پورا کر لے - پس ضرورت کے تحت تمام اقوام نے اس بات پر اتفاق کیا کہ ہر شخص ایکہی قسم کی ضرورت کو پورا کرنے پر توجہ دے اور اسکو اچھی طرح انجام دینے کیلئے تمام ذرائع اختیار کرے اور پھر اس ایک پیرا وار یا پیشہ کو مبادلہ کے تحت اپنی تمام ضروریات کے حصول کا ذریعہ بنا لے " (حجة الله البالغه ج ۱ - باب فن المعاملات ص - ۱۲۰

نیز فرماتے ہیں " اکتساب معاش کے بنیادی پیشے یہ ہیں : (۱) کھیتی باڑی (۲) مویشیوں کا پالنا (۳) وہ چیزیں جو خشکی و تری میں غیر مملوک پائی جائیں ہوں، اپنے قبضے میں لے آنا، نیز وہ صنعتیں جنکے ذریعے خام مواد میں تصرف کر کے اس قابل بنا دیا جائے کہ اس سے مطلوبہ ارتفاق میں مدد ملے مثلاً بڑھئی، لوہار اور جولا ہے وغیرہ کے پیشے، پھر تجارت بھی ایک پیشہ بن گئی - پھر جب تمدن میں کسی قدر وسعت پیدا ہوئی تو نظام تمدن کے قیام میں مدد دینا (سرکاری ملازمت) بھی ایک پیشہ بن گیا - پھر

(اگلے صفحہ پر)

آلاف انسان مثلاً فی بلدۃ فالسیاسۃ المدنیۃ تبحث عن مکاسبہم فانہم ان کان اکثرہم مکتسبین بالصناعات وسیاسۃ البلدۃ والقلیل منہم مکتسبین بالرعی والزراعۃ فسد حالہم فی الدنیا ۔ (۱)

مثال کے طور پر دس ہزار نفوس کی آبادی ہو تو سیاست مدینہ کا تقاضا ہے کہ اہل شہر کے پیشوں پر گہری نگاہ ڈالی جائے کیونکہ اگر اس میں سے اکثر صنعت و حرفت اور سرکاری ملازمتوں میں مشغول ہیں اور معدودے چند افراد ایسے ہیں جو گلہ بانی اور زراعت کا کام کرتے ہیں تو اسکا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ انکے دنیاوی احوال میں فساد برپا ہو جائیگا ۔ (۱) (۲)

(بقیہ حاشیہ ص۴۰۲) ہر ایسی جدوجہد کو پیشہ کہا جانے لگا جس سے نوع انسانی کی کوئی ضرورت پوری ہوتی ہو ۔ اسکے بعد جیسے جیسے تمدن نے ترقی کی اور نفاست بڑھتی گئی اور لذت و ترفہ کی خواہش غالب ہوتی گئی تو مختلف پیشوں کی شاخیں وجود میں آنے لگیں اور ہر شخص کسی نہ کسی پیشے کا ماہر اور متخصص بن گیا ۔ (حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ۔ ص ۔ ۱۲۱۰)

(حواشی صفحہ ہذا)

(۱) حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ۔ ابواب ابتغاء الرزق ص ۔ ۲۲۰

(۲) آجکل جبکہ اکثر متمدن ممالک میں جامعات اور تربیتی ادارے مختلف پیشوں کیلئے تعلیم اور تربیت فراہم کرتے ہیں ۔ ان کیلئے یہ نکتہ خاص طور پر قابل غور ہے کہ وہ معاشرے کی ضروریات کو دیکھکر اسکے مطابق افراد کو تربیت مہیا کریں اسطرح نہ تو تمدن کے اہم شعبے قحط الرجال کا شکار ہونگے نہ ہی تعلیم یافتہ بے روزگاروں کے مسائل جنم لینگے ۔

شاہ صاحب مختلف پیشوں کی ترقی اور بقاء کے سلسلے میں خاص ہدایات دیتے ہیں - جن میں سے بعض درج ذیل ہیں :

۱) مختلف علوم و فنون کی تعلیم کا وسیع انتظام ہونا چاہیے اور مختلف طریقوں سے ذہین اور ذی استعداد افراد کے حالات معلوم کرنے کا انتظام ہونا چاہیے تا کہ جوہر قابل کی خصوصیات اور استعداد کو معاشرے کیلئے کارآمد بنایا جا سکے - (۱)

۲) پیشوں کی تربیت کے سلسلے میں پہلے اسکے موٹے موٹے اصول اور اوزار وغیرہ کا علم دیا جائے - فن کی باریکیوں اور گہرائی پر بعد میں توجہ دی جائے(۲)

۳) اگر کوئی شخص اپنے آباواجداد اور ماحول کی تقلید کے نتیجے میں کسی پیشے کو اختیار کر چکا ہے -(۳) اور وہ پیشہ اسکی ذہنی و جسمانی استعداد کے موافق نہیں ہے تو اس سے چمٹے رہنے کی بجائے فوری طور پر اس پیشے کو ترک کر دینا چاہیے - (۴) -

۴) کسی کو جبری طور پر کسی پیشہ کے اختیار کرنے پر مجبور نہیں کرنا چاہیے اسلئے کہ حکمت کا تقاضا ہے کہ اس پیشے کے ساتھ اسکی طبعی مناسبت بھی موجود ہو - (۵)

---

(۱) حجۃ اللہ البالغۃ ج ۱ - ص - ۱۲۵ ولیعلم ۰۰۰ صاحب صنعۃ مرغوبۃ فیستعان بہ -

(۲) البدورالبازغۃ ص - ۸۸ ، واذا دخل الرجل فی کسب فعلیہ ان ینظر اولا فی الآلات واصولہ فاذا احکمہا فلینظر الی دقائقہ وحواشیہ

(۳ ۴) البدورالبازغۃ ص - ۸۸ ، واکثر ضار الناس فی تتبعہم لآبائہم و تقلیدہم من غیر فطانۃ فیقتحمون فی مکاسب الاقران ۰۰۰
واذا اشکل علی رجل کسب فلیترکہ فکل امرء خلق

(۵) البدورالبازغۃ - ص - ۸۴ والحکمۃ تغیر ان یعامل بالطبع لا بالقسر) لشئی

۵) مختلف پیشوں کیلئے افراد کے انتخاب میں انکی مخصوص جسمانی و ذہنی استعداد ' باپ دادا کے پیشوں ' ضرورت و احتیاج اور انکے اردگرد کے جغرافیائی وطبعی حالات پر بھی نظر رکھنی چاہئیے کیونکہ یہی وہ محرکات ہیں جو لوگوں کو مختلف پیشوں کیلئے ذہنی طور پر تیار کرتے ہیں - مثلاً بہادر آدمی فوج کیلئے ' ذہین اور تعلیم یافتہ سرکاری ملازمت کیلئے اور جسمانی لحاظ سے مضبوط شخص بھاری بھر کم کاموں کیلئے زیادہ مناسب ہوتا ہے - اسی طرح لوہار کے بیٹے اور پڑوسی کیلئے لوہاری کا پیشہ اختیار کرنا دوسرے پیشوں کی نسبت آسان ہوتا ہے اور ساحل سمندر پر رہنے والے لوگوں کیلئے ماہی گیری کا پیشہ نسبتاً زیادہ آسان ہوتا ہے - (۱)

خلاصہ یہ ہے کہ مملکت کی معاشی ترقی کیلئے مختلف پیشوں اور پیشہ وروں کی ضرورت و کھپت ' تربیتی نظام اور تربیت کیلئے انتخاب میں باریک بینی بہت ضروری ہے -

(۳) زراعت اور صنعت کی حوصلہ افزائی :

شاہ صاحب نے زراعت اور صنعت کو اصولی پیشوں میں شمار کیا ہے - اور انکی ترویج و ترقی کے اقدامات کو حکومت کی ذمہ داری قرار دیا ہے - زراعت کے سلسلے میں افتادہ زمینوں کی آبادکاری ' آبپاشی کا انتظام ' کیڑے مار دوائں اور زراعت کے بارے میں معلومات فراہم کرنے کو ضروری قرار دیتے ہیں -

(۱) واختص کل رجل بکسب لاحو شیئین ما تناسبه القوی فالرجل الشجاع یناسب الغزو والکیس الحافظ یناسب الحساب و قوی البطش یناسب حمل الاثقال وشاق الاعمال - واتفاقات توجر فولد الحداد و جاره یتیسرله من صناعة الحدادة مالا یتیسرله من غیرها ولا لغیره منها و قاطن ساحل البحر یتاتی منه صیدالحیتان دون غیره ودون غیرها -
(حجة اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۰۱)

شاہ صاحب فرماتے ہیں :

" ومنہ انتشار السباع الضاریۃ والھوام العوذیۃ فیجب السعی فی افناء ھا - (۱)

" مضرات شہر میں سے یہ بھی ہے کہ نقصان دہ درندے اور کیڑے مکوڑے پھیل جائیں چنانچہ انکو مٹانے کی جدوجہد ضروری ہے" -

اسی طرح (حکومت کی ذمہ داریوں میں سے یہ بھی ہے) کہ وہ کنویں کھدوائے اور چشمے کھلوانے کا انتظام کرے " (۲)

" کسانوں کو اس بات پر آمادہ کیا جائے کہ وہ کسی قطعہ زمین کو خالی اور بے کار نہ چھوڑیں " - (۳)

صنعت کاروں کی نگرانی اور حوصلہ افزائی کے بارے میں شاہ صاحب لکھتے ہیں :

" (اہل صنعت کیلئے) ایسی ترغیبات اور حالات پیدا کیے جائیں کہ وہ) پختہ صنعتوں کو فروغ دیں اور انہیں بہتر سے بہتر بنائیں - " (۴)

ایک موقع پر غنی اور محتاج کی تعریف کرتے ہوئے شاہ صاحب نے نہایت فکر انگیز موضوع کی طرف توجہ دلائی ہے - فرماتے ہیں :

" فمن کان کاسباً بالحرفۃ فھو معذور حتی یجر آلات الحرفۃ ومن کان زارعا حتی یجر آلات الزرع - (۵)

" جو شخص صنعت و حرفت کے ذریعے روزی کماتا ہے وہ اس وقت تک معذور (اور قابل اعانت) ہے وہ آلات حرفت حاصل نہ کر لے اور

---

(۱) حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص - ۱۳۴
(۲) ایضاً ومنہ حفرا لآبار و استنباط العیون
(۳) ایضاً ص - ۱۳۵ - وحمل الزراع علی الایترکوا ارضا مھملۃ
(۴) ایضاً ص - ۱۳۵ - والصناع ان یحسنوا الصناعات ویتقنوھا
(۵) حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ - ص - ۵۷۲

اور زراعت سے کمانے والا اسوقت تک معذور ہے جبتک وہ زراعت کے آلات حاصل نہ کر لے -

(۴) تاجروں کی حوصلہ افزائی :

شاہ صاحب تجارت کو تمدن کی ترقی کیلئے اہم قرار دیتے ہیں اور ملک کے اندر امن و امان اور دیگر ایسی ترغیبات پیدا کرنے پر زور دیتے ہیں جن سے تجارت کو فروغ حاصل ہو - فرماتے ہیں :

" ومنه حمل التجار على العيرة بتانيسهم وتاليفهم وتوصية اهل البلدان يحسنوا المعاملة مع الغرباء فان ذلك يفتح باب كثرة ورودهم - (۱)

" (حکومت کے فرائض میں یہ بات بھی شامل ہے کہ وہ) تاجروں کو اسطرح کی سہولیتں فراہم کرے اور ایسی ترغیبات پیدا کرے کہ وہ باہر سے (نفع کی خاطر) اجناس لائیں - اسی طرح اہل شہر کو تاکید کی جائے کہ وہ مسافروں کی آو بھگت اور خدمت کریں - ان طریقوں سے باہر سے آنے والے (تاجروں ، سیاحوں وغیرہ) کے آنے جانے کے راستے کھل جائیں گے -

تاجروں کی خدمت اور حوصلہ افزائی کے سلسلے میں شاہ صاحب نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسوہ کا تذکرہ فرمایا ہے لکھتے ہیں :

" ان عمر بن الخطاب قال لا حكرة في سوقنا ۰۰۰ ولكن ايما جالب جلب " حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہمارے بازار میں ذخیرہ اندوزی کی کوئی

(۱) حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ - ص - ۱۲۴

علی عمور کبرہ فی الشتاء	گنجائش نہیں ۰۰۰ البتہ جو شخص اپنا مال
والصیف فذلک ضیف عمر	تجارت سردیوں اور گرمیوں میں اٹھا کر بازار
فلیبیع کیف شاء ولیمسک	لائے وہ عمر کا مہمان ہے جیسے چاہے بیچے
کیف شیاء -(۱)	اورجیسے چاہے روک رکھے -"

اسی طرح شاہ صاحب اہل زراعت ' صنعت و حرفت اور تاجروں پر گرانبار ٹیکس اور پابندیاں عائد کرنے کو مملکت کی بربادی کے اسباب قرار دیتے ہیں - (۲)

(۵) فلاحی عمارتوں اور مواصلات کی تعمیر و ترقی :

معاشی نظم اور تجارت و صنعت کی ترقی کیلئے سڑکوں 'بازاروں اور گوداموں وغیرہ کی تعمیر نہایت اہمیت رکھتے ہیں - شاہ صاحب ان امور کیطرف بھی خاص توجہ دلاتے ہیں - فرماتے ہیں :

" ومن باب کمال الحفظ بناء	" حکومت کا فرض ہے کہ وہ ایسی تعمیرات پر
الابنیۃ التی یشترکون فی	توجہ دے جنکا تعلق رفاہ عامہ سے ہے مثلاً
الانتفاع بھا کالاسوار والربط	شہر پناہ اور فصیل کا تعمیر کرانا' ہر ایک
والحصون والثغور والاسواق	میں اہل شہر کی ضروریات کیلئے بازار کا
والقناطیر - ومنہ حفرالابار	ہونا ' مسافروں کیلئے ہر شہر میں مہمان
واستنباط العیون و تھیئۃ	سرائے (ہوٹل) تعمیر کرنا جہاں پانی کی
السفن علی سواحل الانھار -(۳)	کمی ہو وہاں کنویں کھدوانا آبپاشی

(۱) ازالۃ الخفاء - مقصد دوم ص - ۱۰۸

(۲) حجۃ اللہ البالغہ ج ا - ص - ۱۲۵

(۳) حجۃ اللہ البالغہ ج ا - ص - ۱۲۴

بہم پہنچانا ' دریاؤں پر پلوں کی تعمیر
کرنا ' یا اگر ایسا نہ ہو تو گھاٹ پر کشتیوں
کی مناسب تعداد کا موجود رہنا (از حد
ضروری ہے) "

بازار کی تعمیر کے متعلق شاہ صاحب فرماتے ہیں :

" وسوقاً فی الوسط بحیث یستوی الی نواحی المدینۃ کلھا ویجعل کل قوم متقاربین فی النسب اوالصناعۃ علی حدتھم - (۱)

" بازار کو شہر کے وسط میں اس طرح سے تعمیر کرنا چاہیے کہ وہ تمام گلیوں اور محلوں سے برابر کے فاصلے پر پڑے - اور بازار میں ہر قبیلہ یا صنعت سے متعلق لوگوں کو یکجا رکھا جائے (یعنی ہر چیز کی دکانیں اور ماہرین قریب قریب ہوں)

(۶) نرخوں کی نگرانی :

شاہ صاحب مارکیٹ کو اسکے طبعی قوانین کے تابع رکھنے کے حامی ہیں - اسلئے وہ تسعیر یعنی ریاست کی طرف سے اشیاء کے جبری نرخ مقرر کرنے کے خلاف ہیں - تاہم اگر منافع خور تاجر اور دوکاندار حیلوں بہانوں کے ذریعے اشیاء صرف کی قیمتیں بڑھا کر عام صارفین پر عرصہ حیات تنگ کرنا چاہیں تو اس صورت میں ریاست کی دخل اندازی کو ضروری قرار دیتے ہیں - شاہ صاحب لکھتے ہیں ":

" وقیل : قد غلا السعر فسعر " لوگوں نے ایک مرتبہ حضور صلعم

---

(۱) البدورالبازغہ ص - ۱۱۰

لنا فقال علیه السلام :
ان الله هو المسعر القابض
الباسط الرازق وانی لارجوا
ان القی الله ولیس احد
یطلبنی بمظلمة "
اقول :
لما کان الحکم العدل بین
المشترین واصحاب السلع
الذی لا یتضرر به احدهما
او یکون تضررهما سواء
فی غایة الصعوبة تورع منه
النبی صلی الله علیه وسلم
لئلا یتخذها الامراء من
بعده سنة - ومع ذلک فان
روی منهم جور ظاهر لایشک
فیه الناس جاز تغییره فانه
من الافساد فی الارض -(۱)

سے عرض کیا کہ نرخ چڑھ گئے ہیں -
اسلئے آپ ہمارے لیئے نرخ مقرر
فرما دیں - حضور صلعم نے فرمایا "
بے شک اللہ ہی نرخ مقرر کرنا والا
ہے - وہی قابض و باسط اور
رزاق ہے اور میں چاہتا ہوں کہ میں
اپنے اللہ سے اس حالت میں ملاقات
کروں کہ مجھ سے کوئی اپنے حق
کا طالب نہ ہو" (اس حدیث شریف
کے ذکر کے بعد شاہ صاحب فرماتے ہیں)
میں کہتا ہوں : چونکہ گاہکوں اور تاجروں
میں ایسا فیصلہ کرنا دشوار تھا - جس
سے کسی ایک فریق کو بھی نقصان
نہ پہنچے یا کم از کم دونوں فریق
نقصان میں برابر کے حصے دار ہوں -
اسلئے حضور صلعم نے نرخ مقرر کرنے
سے احتیاط برتی - تا کہ آپ کے
بعد حکام وقت اسکو اپنے لئے
(دخل داندازی کی) سند نہ بنا لیں -
تاہم اسکے باوجود اگر (نرخوں کے

---

(۱) حجة الله البالغة ج ۲ ص - ۷۴۱

معاملے میں) کھلا ظلم ہو رہا ہو جس کے بارے میں لوگوں کو کوئی شک نہ ہو تو اس وقت (نرخوں میں) تغیر و تبدل جائز ہے - اسلئے کہ (ایسے موقع پر خاموش رہنا) ملک کی بربادی کا باعث ہے " (۲) (۳)

(۷) بے روزگاری کے خاتمہ کے اقدامات :

شاہ صاحب ایک صحت مند معاشرہ کے ہر فرد کیلئے روزگار اور کسب کی ضرورت پر زور دیتے ہیں - انکے نزدیک اجتماعی فلاح کیلئے معاشرے کے ہر فرد کا باروزگار ہونا ضروری ہے - اس ضمن میں شاہ صاحب فرماتے ہیں :

" وایضاً لما کان الناس مرتبین بالطبع لاتستقیم معا یشهم الابتعاون بینهم نزل القضاء بایجاب التعاون والایخلواحر منهم مماله رخل فی التمرن الا عنر حاجة لایجر منها بر‌ا (۲)

" چونکہ انسان مرتی الطبع ہے اور آپس کے تعاون کے بغیر وہ اپنے لوازم بہم نہیں پہنچا سکتے اسلئے شرائع میں انکو باہمی تعاون کا حکم دیا گیا ہے - تا کہ سوسائٹی کا ایک فرد بھی عزر معقول کے بغیر بے کار و بے روزگار نہ رہے - "

(بقیہ حاشیہ ص ۴۱۰) (۳) اس ضمن میں شاہ صاحب نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ بیان کیا ہے - فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ حاطب بن ابی بلتعہ کے پاس گزرے - وہ اسوقت دو تھیلوں میں زبیب بھرے ہوئے فروخت کر رہے تھے - آپ نے ان سے پوچھا کس بھاؤ فروخت کر رہے ہو - انہوں نے کہا فی درہم دو مد - آپ نے فرمایا مجھ سے بیان کیا گیا ہے کہ طائف سے ایک قافلہ آیا جو زبیب بھر کر لایا تھا - وہ بھی یہی شرح کہتے تھے جو تم کہہ رہے ہو - سو یا تو تم نرخ بڑھا دو یا زبیب اٹھا کر اپنے

اسی طرح شاہ صاحب بے روزگاری کو اخلاقی جرائم اور معاشرتی انحطاط کا ذریعہ قرار دیتے ہیں - اسلئے روزگار کی فراہمی کے مواقع تلاش کرنا اور بہم پہنچانا ایک صالح نظام کو برقرار رکھنے کیلئے بہت ضروری ہے - شاہ صاحب فرماتے ہیں :

" وبقیت نفوس اعیت بہا المزاھب الصالحۃ فانحرروا الی اکساب ضارۃ بالمدینۃ کالسرقۃ والقمار والتکدی - " (۱)

" بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو کسی وجہ سے جائز ذرائع سے کمائی کرنے میں ناکام رہتے ہیں - پس وہ چوری ، جوا بازی اور بھیک جیسے مضر پیشے اختیار کر لیتے ہیں - "

(بقیہ حاشیہ ص ۴۱۱) گھر لے جاو - پھر جس بھاو چاہو فروخت کرو - پھر جب حضرت عمر واپس آئے تو اس پر اپنے نفس سے محاسبہ کیا - اور پھر حاطب کے پاس آ کر فرمایا - میں نے جو تم سے کہا کوئی حکم یا فیصلہ کے طور پر نہیں کہا - بلکہ اہل شہر کی خیر خواہی کے ارادہ سے کہا تھا لہذا تم جہاں چاہو اور جس نرخ سے چاہو فروخت کر سکتے ہو - (ازالۃ الخفاء ج ۲ - ص - ۱۰۸)

(۲) حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ - ص - ۷۱۵

(حواشی صفحہ ہذا)

(۱) حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ - ص - ۱۲۲

(ج) تقسیم دولت میں اعتدال :

شاہ صاحب مال کو اللہ تعالی کی نعمت اور زندگی کا قوام سمجھتے ہیں - اسی لئے وہ مال کے چند لوگوں کے ہاتھوں میں جمع ہو جانے کے سخت خلاف ہیں - چنانچہ وہ عیش و عشرت ' حرص مال اور احتکار واکتناز کی شدید مذمت فرماتے ہیں - اور ایسے اقدامات پر زور دیتے ہیں جنکا مقصد معاشرے میں تقسیم دولت کے نظام میں فطری انداز میں اعتدال پیدا کرنا ہو -

ا) اموال غنیمت اور تقسیم دولت :

شاہ صاحب اموال فیئی و غنیمت کی تقسیم کے لئے قرآنی احکام کے مضمرات پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

" فتخصیص هذه الخمسة بالذکر للاهتمام بشانها والتوکد الا یتخذ الخمس والفئی اغنیاءهم دولة بینهم فیهملوا جانب المحتاجین - (۱)

" خمس کے مصارف کو واضح اور مخصوص طریقے پر شریعت میں اسلئے ذکر کیا گیا ہے کہ اسکی اہمیت کو واضح کیا جائے - اور تاکید کیوجہ یہ ہے کہ مالدار لوگ محتاجوں کی پرواہ کیئے بغیر خمس اور فیئی کو آپس ہی میں نہ بانٹ لیا کریں - "

---

(۱) حجة اللہ البالغة ج ۲ - ص - ۹۱۸

اسی طرح شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ مباح چیزوں پر بے جا قبضہ جمانا جائز نہیں ہے - اسلئے کہ ایک شخص کا مباح اشیاء کو اپنی دولت بڑھانے کی غرض سے دوسرے لوگوں سے روک لینا دولت کی منصفانہ تقسیم کے راستے میں رکاوٹ کا سبب بنتا ہے - شاہ صاحب فرماتے ہیں :

" یتاکد استحباب المواساۃ فی ہذہ فیما کان مملوکا وما لیس بمملوک امرہ ظاہر - (۱)

" جو چیزیں کسی کی ملکیت ہوں انکے بارے میں (حضور صلعم) نے تاکید کی ہے کہ انمیں ہمدردی کے طور پر دوسرے لوگوں کو شریک کر لینا پسندیدہ کام ہے - اور جو چیزیں سرے سے کسی کی ملکیت ہی نہ ہوں ان کا معاملہ ظاہر ہے - (یعنی ان غیر مملوکہ چیزوں کو روک لینا سراسر ظلم ہے - "

نظام صدقات اور تقسیم دولت :

شاہ صاحب مال و دولت کے مالداروں کی جانب سے غریبوں اور ناداروں کی جانب بہاؤ کو معاشرے کی فلاح و بہبود کیلئے ضروری قرار دیتے ہیں - اسکے برعکس چند لوگوں کے ہاتھوں میں دولت کے اکتناز کو دنیوی و اخروی ہلاکت کا ذریعہ بتاتے ہیں - چنانچہ فرماتے ہیں :

" ویجہر (صلی اللہ علیہ وسلم) بان منافعہا راجعۃ الیہم و انما

" حضور صلعم نے صاف اعلان فرما دیا کہ زکوۃ کے تمام منافع انہی

---

(۱) حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ - ص - ۲۳۷ - سطور ۱۱ تا ۱۳

تؤخذ من اغنیاءهم وترد علی
فقراءهم رحمة بهم وحدبا
علیهم وتقریبا لهم من الخیر
وانقاذا لهم من الشر - (۱)

(افراد معاشرہ) کے حق میں جاتے ہیں
اور یہ زکوۃ ان کے اغنیاء سے لیکر انکے
فقراء کو لوٹا دی جائے گی - (زکوۃ) کا
یہ حکم ان (افراد معاشرہ) کیلئے
رحمت و شفقت کا ذریعہ ہے اور یہی
طریقہ انہیں خیر کے قریب لیجانے
والا اور شرو فساد سے نجات دینے
والا ہے -

اسی طرح بخل اور حرص مال کی بربادیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

" اذا الشح هو مبدا تضرر
مانع الزکاۃ و ذلک اما فی
الدنیا وهو قول الملک :
اللهم اعط منفقا خلفا
والآخر : اللهم اعط ممسکا
تلفا" -
قوله صلی الله علیه وسلم
اتقوا الشح فان الشح
اهلک من قبلکم -" (۲)

" زکوۃ نہ دینے کا حقیقی سبب
انسان کا حرص اور بخل ہیں - اور
اس سے بڑی بڑی خرابیاں ظہور
میں آتی ہیں - دنیاوی زندگی پر اسکے
جو اثرات مرتب ہوتے ہیں انکی طرف
احادیث میں اشارہ کیا گیا ہے کہ
ایک فرشتہ یہ دعا کرتا رہتا ہے کہ
اے خدا (محتاجوں پر) خرچ کرنے
والے کو اور زیادہ عطا کر - اور دوسرا
فرشتہ یہ بد دعا کرتا ہے کہ اے اللہ!

(۱) حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ - ص - ۵۷۱
(۲) حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ - ص - ۶۰ - ۱۵۹

بخیل کو برباد کر اور حضور صلعم کی
حدیث ہے کہ " بخل سے بچو - اسلئے
کہ بخل ہی نے تم سے پہلی اقوام کو ہلاک کیا -

۳) معدنیات ، بڑی چراگاہیں اور تقسیم دولت :

شاہ صاحب ایسی معادن ظاہرہ جن سے بغیر مشقت کے بڑا سرمایہ حاصل ہوتا ہو کسی ایک شخص کے حوالے کر دینے کے خلاف ہیں اور اس ضمن میں انہوں نے ابیض بن جمال ماربی کا واقعہ ذکر کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نمک کی ایک بڑی کان عنایت فرمادی تھی - تاہم جب لوگوں نے کہا کہ آپ صلعم نےتو اسے ایک جاری چشمہ عطا کر دیا ہے - تو آپ نے وہ کان اس سے واپس لے لی -(۱)

اسی طرح شاہ صاحب نے عمومی اور بڑی چراگاہوں پر فرد واحد کے قبضہ جما لینے کی مخالفت کی ہے اور اسے لوگوں پر ظلم اور ایذا و رسانی قرار دیا ہے - اور اس سلسلے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث بیان کی ہے جسمیں آپ صلعم نے فرمایا ہے کہ " چراگاہ اللہ اور رسول کے سوا کسی کی نہیں ہے " -(۲)

اس ضمن میں شاہ صاحب نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سیرت سے ایک واقعہ نقل کیا ہے جو دولت کے ارتکاز کی مخالفت میں شاہ صاحب کے افکار کی اچھی طرح وضاحت کرتا ہے - شاہ صاحب لکھتے ہیں :

---

(۱) حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ - ص - ۷۱۷
(۲) حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ - ص - ۷۱۶

" ان عمر بن الخطاب استعمل
مولی له یدعی ہنیا علی الحمی
فقال یا ہنی اضمم جناحک عن
الناس واتق دعوۃ المظلوم فان
دعوۃ المظلوم مجابۃ وادخل
رب الصریمۃ والغنیمۃ وایاک
ونعم ابن عفان وابن عوف (۱)
فانہما ان تہلک ماشیتہما
یرجعا الی المدینۃ الی زرع
ونخل وان رب الصریمۃ والغنیمۃ
ان تہلک ماشیتہ یاتنی ببنیہ
فیقول یا امیرالمومنین افتارکہم
انا لا أبالک فالماء
والکلاء ایسر علی من الذہب
والورق وایم اللہ انہم لیرون ان
قد ظلمتہم باتخاذ الحمی انہا
لبلادہم ومیاہہم قاتلوا علیہا فی
الجاہلیۃ واسلموا علیہا فی
الاسلام والذی نفس بیدہ لولا

" حضرت عمر نے ایک غلام کو نوکر رکھا
ہوا تھا - اسکا نام ہنی تھا - آپ نے
اس سے فرمایا - اے ہنی ' لوگوں پر ظلم
نہ کرنا ' اور مظلوموں کی بددعا سے ڈرتے
رہنا کیونکہ مظلوم کی بددعا مقبول ہوتی ہے
اور چھوٹے چھوٹے اونٹ بکریوں کے گلہ
والوں کو باڑہ میں چرنے دینا - اور ابن
عفان اور ابن عوف کے گلوں کو باڑہ میں
گھسنے نہ دینا - کیونکہ اگر انکے مویشی
ہلاک ہوجائیں گے تو یہ مدینہ آکر کھیتی
باڑی اور کھجوروں کے درختوں سے فائدہ
اٹھانے لگیں گے - لیکن اگر چھوٹے گلے
والوں کے مویشی ہلاک ہوجائیں اور
پھر میرے پاس آکر امیرالمومنین کہہ
کر پکاریں گے تو کیا میں انہیں یونہی
چھوڑدونگا - میں تمہاری کچھ پرواہ نہیں
کرونگا - کیونکہ گھاس پانی بھی میرے نزدیک
سونے چاندی سے کم نہیں - واللہ میں
نے ان پر (چراگاہ مخصوص کر کے)

(۱) مراد حضرت عثمان بن عفان اور عبدالرحمٰن بن عوف ہیں - جوجلیل القدر صحابہ اور اغنیاء مدینہ میں سے تھے

المال الذی احمل علیہ	ظلم کیا ہے - یہ بلاد انہی کے ہیں
فی سبیل اللہ ما حمیت	اور یہ پانی (بھی) انہی کے ہیں - جن
علیھم من بلادھم شبرا - (۱)	پر انہوں نے عہد جاہلیت میں جنگیں
	لڑیں اور عہد اسلام میں اسلام کو قبول
	کیا - قسم ہے اس ذات کی جس کے
	قبضہ میں میری ذات ہے اگر میرے پاس
	جہاد کے اونٹ نہ رہا کرتے تو میں ایک
	بالشت بھر زمین پر بھی باڑھ نہ لگاتا - "

۴) آبپاشی اور تقسیم دولت :

جس طرح زمین ایک نفع بخش اور کارآمد عنصر ہے - اسی طرح آبپاشی کیلئے پانی بھی بیش بہا نعمت اور کسب مال کا ذریعہ ہے - اسلئے شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اس نعمت سے بھی سب کو اپنا حصہ ملنا چائیے اگر کوئی شخص اسے خود تک محدود کرنا چاہے یا دوسروں کا پانی غصب کرنا چاہے اسے پانی آزاد چھوڑنے پر مجبور کرنا ضروری ہے - اس ضمن میں شاہ صاحب لکھتے ہیں :

" وقضی صلی اللہ علیہ وسلم	" حضور صلعم نے مہروز کے نالے کے
فی سبیل المھروز أن یمسک	متعلق یہ حکم دیا تھا کہ اس (کے پانی)
حتی یبلغ الکعبین ثم یرسل	کو روک لیا جائے - یہاں تک کہ اوپر والے
الاعلی علی الاسفل وفی قصۃ	کھیت میں اسکا پانی ٹخنوں تک پہنچ
مخاصمۃ الزبیر رضی اللہ عنہ	جائے - اسکے بعد اوپر والا شخص

(۱) ازالۃ الخفاء مقصد دوم ص - ۱۰۹

اسق یازبیر ثم احبس حتی
یرجع الی الجدر ثم ارسل
الماء الی جارک ـ"
اقول الاصل فیه انه لما توجه
للناس فی شیء مباح
حقوق مترتبه وجب ان
یراعی الترتیب فی قدر
مایحصل لکل واحد فائدة
هی ادنی مایعتد بها فانه
لو لم یقدم الاقرب کان
فیه التحکم والمضارة ولولم
یستوف الاول
ثم الاول الفائدة لم
یحصل الحق ـ فعلی هذا
الاصل قضی ان یمسک
حتی یبلغ الکعبین ـ (۱)

نیچے والے کیلئے پانی چھوڑ دے
اور حضرت زبیر کے قصہ میں آپ صلعم
نے فرمایا کہ " اے زبیر : سیراب کرو
یہاں تک کہ پانی (کھیت کی)
دیواروں تک پہنچ جائے پھر اپنے
پڑوسی کیلئے چھوڑ دے " میں
(شاہ صاحب) کہتا ہوں اسمیں اصل
بات یہ ہے کہ جب کسی مباح چیز میں
لوگوں کے حقوق یکے بعد دیگرے متوجہ
ہوں تو لازم ہے کہ ہر شخص کیلئے
کم از کم معتد بہ فائدہ حاصل کرنے
کی مقدار میں ترتیب کا لحاظ رکھا
جائے اس لئے کہ اگر قریب تر کو
مقدم نہ سمجھا جائے تو یہ اس پر
ظلم ہوگا اور اسکو نقصان ہوگا ـ اور
اگر ہر شخص کو ترتیب کیساتھ اپنا
حق حاصل کرنے کا موقع نہ دیا جائے
تو وہ محروم ہو جائے گا ـ اسی لئے
آپ صلعم نے یہ فیصلہ کیا کہ پانی
روک لے یہاں تک کہ ٹخنوں تک پہنچ
جائے

(۱) حجة اللہ البالغہ ج ۲ ـ ص ـ ۱۷۶

ازالۃ الخفاء میں شاہ صاحب نے اسی سے ملتا جلتا ایک واقعہ نقل فرمایا ہے - لکھتے ہیں ":

" ان الضحاک بن خلیفۃ ساق خلیجا لہ من العریض فاراد ان یمربہ فی ارض محمد بن مسلمۃ فکلم فیہ الضحاک عمر بن الخطاب فدعا عمر ابن مسلمۃ فامرہ ان یخلی سبیلہ فقال محمد بن مسلمۃ لا فقال لم تمنع اخاک ماینفعہ وھو لک نافع تشرب منہ اولا و آخرا ولا یضرک فقال محمد لا فقال عمر واللہ لیمرن بہ ولو علی بطنک - (۱)

" ضحاک بن خلیفہ رض نے اپنی نہر کی ایک شاخ (مدینہ منورہ کے قریب) وادی عریض سے نکالنا چاہی یہ شاخ محمد بن مسلمہ رض کی زمین میں سے ہو کر گزر سکتی تھی - مگر محمد بن مسلمہ نے اس سے انکار کیا - ضحاک بن خلیفہ نے اس معاملے میں حضرت عمر سے گفتگو کی - آپ نے محمد بن مسلمہ کو بلا کر فرمایا کہ تم اپنے بھائی کے نفع میں کیوں رکاوٹ بنتے ہو حالانکہ اسمیں تمہارا بھی نفع ہے - تم بھی اس سے پانی لے سکو گے اور اسمیں تمہارا کوئی حرج بھی نہیں - پھر بھی انہوں نے انکار ہی کیا - اس پر آپ نے فرمایا " خدا کی قسم وہ نہر نکال کر لے جائے گا خواہ وہ تمہارے شکم کے اوپر ہی سے کیوں نہ گزاری جائے -

---

(۱) ازالۃ الخفاء مقصد دوم - ص - ۱۱۰ - ۱۰۹

۵ - اوقاف اور تقسیم دولت :

اوقاف سے مراد (۱) وہ اموال یا زمینیں یا عمارات ہیں - جنکے فوائد عام مسلمانوں کے مشترکہ فائدہ کیلئے استعمال ہوں اور وہ کسی ایک شخص کی ملکیت نہ بن سکیں - شاہ صاحب نے اس ضمن میں عہد فاروقی میں شام وعراق کی آمدنی کو چند اشخاص میں تقسیم کرنے کی بجائے عام مسلمانوں کیلئے وقف کرنے کے فیصلے کو بہت تفصیل سے بیان کیا ہے - اسکا ایک مختصر اقتباس درج ذیل ہے :

" فشاورہم فی قسمۃ الارضین	" آپ (حضرت عمر) نے اس اراضی
التی افاء اللہ علی المسلمین	کی تقسیم کے متعلق گفتگو کی جو
من ارض العراق والشام فتکلم	شام وعراق کی فتوحات سے حاصل
قوم فیہا وارادوا ان یقسم لہم	ہوئی تھی - قوم نے اسمیں گفتگو کی
حقوتہم وما فتحوا فقال عمر	اور چاہا کہ زمین کو آپسمیں تقسیم
رضی اللہ عنہ فکیف بمن یاتی	کرلیں - آپ نے فرمایا کہ پھر ان
من المسلمین فیجدون الارض	مسلمانوں کا کیا حال ہوگا جو بعد
بعلوجہا قد قسمت و ورثت	میں آئیں گے اور دیکھیں گے کہ اراضی
عن الآباء و حیزت ما ہذا	تو مع انکے مالکوں کے تقسیم کرلی
برایی فقال لہ عبدالرحمن بن	گئیں - اور نسلاً بعد نسل وراثت میں
عوف فما الرائی ما الارض	لے لی گئیں - میری یہ رائے ہرگز
والعلوج الا مما افاء اللہ	نہیں ہے - حضرت عبدالرحمان بن

(۱) وقف کی تعریف شاہ صاحب نے اس طرح فرمائی ہے " تبرعات کی ایک قسم وقف

علیہم فقال عمر ماھیوالا . کما تقول ولست اری ذٰلک ۰۰۰ فاذا قسمت ارض العراق بعلوجہا وارض الشام بعلوجہا فما لیسر بہ الثغور وما یکون للزریۃ والارامل بہذا البلو وغیرہ - (۱)

عوف نے کہا پھر کیا رائے ہے یہ اراضی اور انکے بے دین مالک اللہ تعالی نے مسلمانوں کے قبضہ میں دے دئیے ہیں حضرت عمر نے کہا - بات یہی ہے جیسا کہ تم کہتے ہو ۰۰۰ اگر عراق و شام کی یہ اراضی اور انکے مالک غنیمت کے طور پر مسلمانوں میں تقسیم کر دئیے گئے تو سرحوات کی حفاظت کس مال سے کی جائے گی اور ان شہروں کے محتاجوں اور بیوہ عورتوں کی کفالت کہاں سے کی جاسکے گی -"

(بقیہ حاشیہ ص۴۲۷) ہے - اہل جاہلیت میں وقف کا طریقہ مروج نہ تھا - رسول خدا نے بعض مصالح کیلئے اسکو مشروع فرمایا - جنکا حصول کسی دوسری صورت میں ناممکن تھا - فقط صدقات سے وہ مصالح حاصل نہیں ہوسکتے تھے - مثلاً ایک شخص خیرات و صدقات کے طور پر زرکثیر خرچ کرتا اور غریبوں کو مالا مال کر دیتا ہے لیکن کچھ عرصہ بعد جب وہ مال ختم ہو چکتا ہے تو ان پر پھر وہی غربت اور افلاس طاری ہو جاتا ہے - مزید برآں فقراء و مساکین کی دوسری جماعت اس سے قطعاً محروم رہتی ہے اسلئے تعمیم نفع اور افادہ مال کو پائیدار صورت بخشنے کی بہترین صورت یہ ہے کہ کسی جائیداد کی آمدنی کو مطلق فقراء و مساکین اور ابناء السبیل کیلئے وقف کیاجائے اور اصل جائیداد وقف کنندہ ہی کی ملکیت رہے - [... حجۃ اللہ ج ۲ - ص ۱۱۹] (۱) ازالۃ الخفاء - ج ۲ - ص ۶۱ - ۲۶۰

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک وقف کا ذکر کرتے ہوئے شاہ صاحب لکھتے ہیں :

" ان عمر قال یا رسول اللہ انی اصبت من خیبر مالالم اصب مالا قط اعجب الی او اعظم عندی منہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان شئت حبست اصلہ وسبلت ثمرہ فتصدق بہ عمر انہ لایباع اصلہا ولا یوھب ولایورث و تصدق بہا فی الفقراء وفی القربی وفی سبیل اللہ وابن السبیل والضیف لا جناح علی من ولیہا ان یاکل منہا بالمعروف اویطعم صدیقا غیر متمول فیہ - (۱)	" حضرت عمر نے فرمایا اے رسول اللہؐ مجھے خیبر سے بہت سا مال ملا جو مجھے بہت پسند آیا اور جس سے بہتر مجھے اب تک نہیں ملا تھا - (مال سے یہاں مراد زمین ہے) آنحضرت صلعم نے فرمایا " چاہو تو اصل مال اپنی ملکیت میں رکھو اور اثمار اللہ کیلئے چھوڑ دو - چنانچہ حضرت عمر نے اسے صدقہ کر دیا - اور کہدیا کہ اصل زمین نہ فروخت کی جائے نہ ہبہ کی جائے 'نہ میراث میں دی جائے ' یہ آپ نے فقراء ذوی القربی مساکین ' مسافروں اور مہمانوں کے لئے وقف کردی اور فرمایا کہ جو شخص اسکا متولی رہے 'بقدر ضرورت اس سے کھا سکتا ہے اور اپنے دوستوں کو کھلا سکتا ہے بغیر اسکے کہ اس سے تمول حاصل کر لے -

---

(۱) ازالۃ الخفاء مقصد دوم ص - ۱۱۰

حکام کے طرزِ عمل کا اثر تقسیم دولت پر :

شاہ صاحب معاشرے میں عیش و عشرت کے رجحان کو دولت کے عدم توازن کا ایک بڑا ذریعہ قرار دیتے ہیں - اور بتاتے ہیں کہ عام طور پر یہ روگ امرا و کے طبقہ سے شروع ہو کر نچلے طبقات میں پھیل جاتا ہے - اسطرح کے طرزِ زندگی کو ظالمانہ غیر عاقلانہ اور مفسدانہ قرار دینے کے ساتھ ساتھ شاہ صاحب امراء و حکام کے سامنے خلفاء راشدین کی عملی زندگی کے نمونے پیش کرتے ہیں جنہوں نے اسلامی حکومت کے کم سے کم ذرائع معاش رکھنے والے شخص کی سطح پر زندگی گزار کر مساوات اور عدل کے عملی نمونے قائم کئے - شاہ صاحب حضرت ابوبکر کے بارے میں فرماتے ہیں :

" رافع بن ابی رافع بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت صدیق کے ہمراہ سفر پر گیا - اسوقت آپ کے پاس ایک رفو کا چادرا تھا - جسے آپ سوار ہوتے وقت کانٹے سے اڑس کر اپنے اوپر ڈال لیتے تھے اور جب کہیں اترتے تو میں اور آپ اسی چادرے کو اوڑھا کرتے تھے - (۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ذکر میں شاہ صاحب لکھتے ہیں :

" ایک روز حضرت عمر دیر سے برآمد ہوئے - آپکے ساتھیوں نے دریافت کیا - آج آپ کے دیر سے برآمد ہونے کی کیا وجہ ہے - فرمایا " میں نے کپڑے دھوئے تھے - جب وہ سوکھ گئے تمہارے پاس آ سکا ۰۰۰۰ ایک مرتبہ مدینہ طیبہ میں گرانی ہوگئی آپ (حضرت عمر) نے " جَو "

(۱) ازالۃ الخفاء مقصد دوم ص -

کھانا شروع کیا - یہاں تک کہ "جَو" آپکو ناموافق لگے - آپ نے

اپنا ہاتھ شکم پر رکھ کر کہا - واللہ تیرے لئے بھی کچھ ہے جو تیرے

سامنے موجود ہے - یہاں تک کہ اللہ تعالی مسلمانوں پر کشادگی کرے (۱)

خلیفہ ثالث حضرت عثمان (جو کہ ذاتی طور پر ایک نہایت متمول شخصیت تھے)

انکے عہد امارت کا ذکر کرتے ہوئے شاہ صاحب لکھتے ہیں:

" شرجیل بن مسلم سے مروی ہے کہ حضرت عثمان لوگوں کو امیروں جیسا

کھانا کھلاتے مگر خود سرکہ اور روغن زیتون کھاتے تھے - "

عبداللہ بن شداد سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان

کو جمعہ کے دن دیکھا - آپ خطبہ پڑھ رہے تھے اور آپ ایسے کپڑے

پہنے ہوئے تھے جنکی قیمت چار یا پانچ درہم ہوگی - (۲)

شاہ صاحب کے بیان کردہ اصول کیمطابق جسطرح عیش وعشرت کا مرض امراء و حکام

سے پھیل کر عوام تک پہنچتا ہے - اسی طرح اگر امراء و حکام سادہ زندگی بسر

کرنا شروع کر دیں تو عام لوگوں میں بھی اعتدال کی زندگی کا رحجان پیدا ہوگا -

اور دولت کی دوڑ کم ہو سکے گی -

میراث :

شاہ صاحب نے اسلام کے قوانین میراث پر بھی شرح و بسط کے

ساتھ گفتگو فرمائی ہے جو کہ دولت کے ارتکاز کو کم کرنے کا ایک بڑا ذریعہ ہے -

شاہ صاحب نے اسلامی قوانین میراث کے فطری اور عادلانہ ہونے پر نہایت فکر

انگیز بحث کی ہے - (۳) اور نظام وراثت کی نگرانی کو حکومت کا فریضہ قرار دیا ہے (۴)

---

(۱) (۲) ازالۃ الخفاء - مقصد دوم (۳) حجۃ اللہ البالغۃ ج ۲ - ابواب الفرائض (۴) البدور البازغۃ ص ۱۰۹

باب ہشتم
معاشیات کی بنیاد
*
تعاون و اشتراک
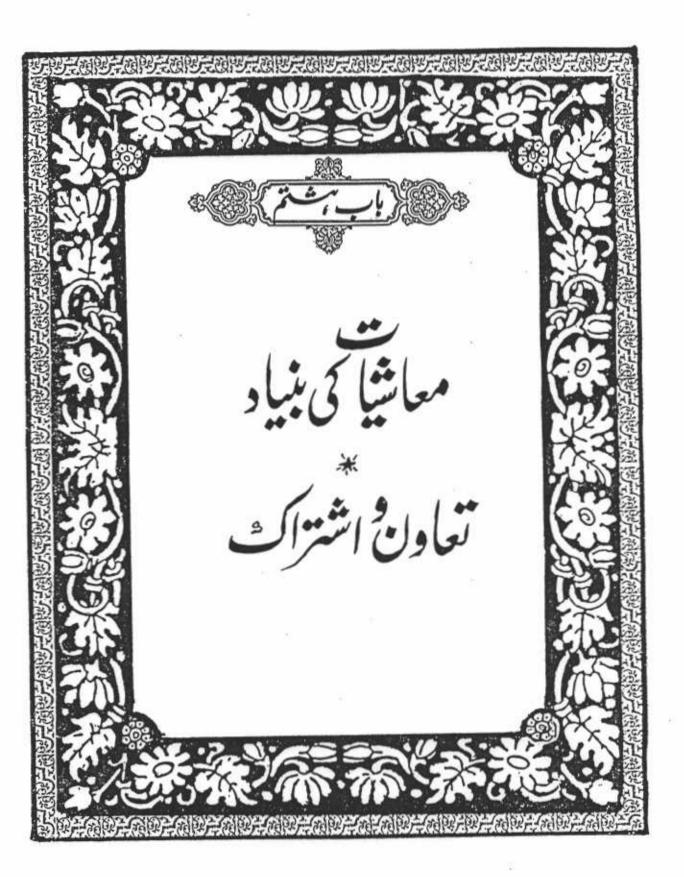
باب ہشتم : معاشیات کی بنیاد تعاون واشتراک

شاہ صاحب انسانی معاشرے میں تعاون اور اشتراک کی کارفرمائی دیکھنا چاہتے ہیں - آپ کسی غیر فطری مساوات کے قائل نہیں ہیں بلکہ پورے انسانی معاشرے کو ایک خاندان یا ایک فرد کے جسم کے مختلف اعضاء کی طرح دیکھنا چاہتے ہیں - فرماتے ہیں :

" وذلک ان اللہ تعالی اراد فی العالم انتظام امرہم وان یعاون بعضہم بعضا والا یظلم بعضہم بعضا" وان یتالف بعضہم ببعض ویصیروا کجسد رجل واحد اذا تالم عضو منہ تداعی لہ سائر الاعضاء بالحمی والسہر (۱) ۔

" اللہ تعالی کو دنیا کا انتظام اسطرح سے قائم رکھنا منظور ہے کہ افراد معاشرہ ایکدوسرے کیساتھ تعاون کریں اور ایکدوسرے پر ظلم نہ کریں اور آپسمیں محبت والفت قائم رکھیں اور ایسے ہو جائیں جیسے کہ بدن کے اعضاء ہوتے ہیں - کہ جب کسی ایک عضو کو تکلیف ہو تو سارا بدن اسکے بخار اور بے چینی کو محسوس کرے -

اسی طرح ایک اور مقام پر فرماتے ہیں :

" اعلم ان اوجبت الحکمۃ ان تکون السنۃ بینہم ان یتعاون اہل الحی فیما بینہم . یتنا صروا ویتوا سوا وان یجعل کل واحد ضرر

" یاد رہے کہ حکمت خداوندی نے لوگوں کے درمیان اس طریقہ کو لازم کیا کہ اہل قبیلہ اور اہل محلہ

---

(۱) حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ - ص - ۲۸ - ۶۲۷

الآخر و نفعه بمنزلة ضرر نفسه (۱)

آپسمیں ایکدوسرے کیساتھ تعاون کریں اور ایکدوسرے کیساتھ ہمدردی کریں حتی کہ ہر ایک انمیں سے ایک دوسرے کے نفع و نقصان کو اپنا فائدہ و ضرر خیال کرے -

شاہ صاحب نے اس ضمن میں باہمی تعاون و اشتراک کے مختلف میدانوں اور تقاضوں کا ذکر فرمایا ہے اور ان پر مختلف عنوانات کیساتھ بحث فرمائی ہے - جن کا خلاصہ درج ذیل ہے :

(۱) حقوق ملکیت :

شاہ صاحب بتاتے ہیں کہ اللہ تعالی نے انسان کو زمین پر پیدا کر کے اسکی روزی کا سامان بھی یہیں فراہم کر دیا ہے اور سب انسانوں کو حق دیا ہے کہ اس سے فائدہ اٹھائیں - لیکن انسان کی خود غرضانہ مسابقت اور باہمی تنازع کو روکنے کیلئے یہ قاعدہ مقرر کردیا کہ جو شخص کسی قطعہ زمین سے سب سے پہلے نفع حاصل کرنا شروع کر دے وہ اسکی ملکیت ہوگی - اب کسی کو حق نہیں ہے کہ اس سے انتفاع کر سکے تاوقتیکہ پہلے قبضہ کرنے والا رضا مندی کے ساتھ خود ہی اسے نہ دے دے یا برضائے خود مبادلے کے لئے آمادہ نہ ہو جائے - ان دونوں صورتوں میں بھی کسی قسم کا فریب اور دھوکہ نہیں ہونا چاہیے - اسی کا نام " حق ملکیت " یعنی حق انتفاع ہے - ورنہ زمین کا اصل مالک تو اللہ تعالی ہی ہے - لہذا جو شخص آبادی کے باہر کسی افتادہ اور غیر مزروعہ زمین کو سب سے پہلے آباد کرے اور اسکے اس فعل سے کسی کو نقصان بھی نہ پہنچتا ہو ،

(۱) حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ - ص - ۲۵۱

تو وہ اس کا "مالک" بن جاتا ہے اگر کسی زمین کا "مالک" مر جائے اور
اسکا کوئی وارث نہ ہو، تو وہ دوبارہ سب کیلئے مباح ہوجاتی ہے یعنی وہ
پھر سے حکومت کے تابع آ جاتی ہے اور اب وہ جسے چاہے دے سکتی ہے -

چنانچہ شاہ صاحب فرماتے ہیں :

أن الكل مال الله ليس فيه
حق لاحد في الحقيقة لكن
الله تعالى لما اباح لهم
الانتفاع بالارض وما فيها
وقعت المشاحة فكان الحكم
حينئذ الا يهيج احد ماسبق
اليه من غير مضارة فالارض
الميتة التي ليست في البلاد
ولا فناءها اذا عمرها رجل فقد
سبقت يده اليها من غير مضارة
فمن حكمه الا يهيج عنها والارض
كلها في الحقيقة بمنزلة مسجد
او رباط جعل وقفا على ابناء
السبيل وهم شركاء فيه فيقدم
الاسبق فالاسبق ومعنى الملك

"مال سب کا اللہ تعالی کا ہے - اس
میں کسی کا حق نہیں ہے - لیکن چونکہ
اللہ تعالی نے زمین اور اسکی پیداوار
سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دے دی ،
تو لوگوں نے حرص اور لالچ کا اظہار
شروع کر دیا (یعنی زیادہ سے زیادہ
زمین پر قبضہ کرنے لگے) اس سے
قاعدہ یہ بتایا گیا کہ جو شخص کسی
زمین پر پہلے قبضہ کر لے - بشرطیکہ
اس سے کسی کو نقصان اور ضرر نہ
پہنچتا ہو تو اسے فائدہ اٹھانے سے
نہ ہٹایا جائے لہذا غیر کاشت شدہ
زمین کو، جو شہر اور اسکے مضافات
میں نہ ہو جو شخص پہلے کاشت کرے
بشرطیکہ اس سے کسی کو نقصان نہ

فی حق الآدمی کو نہ حق	پہنچتا ہو تو اسکا حکم یہی ہے کہ اسے
بالانتفاع من غیرہ - (۱)	اس سے نہ ہٹایا جائے - ساری زمین
	حقیقت میں مسجد یا سرائے کی حیثیت
	رکھتی ہے یہ آنے جانے والوں کیلئے
	وقف ہے - اور سب لوگ اسمیں برابر
	کے شریک ، مگر جو پہلے آکر قبضہ کر
	لے وہ اسی کی ہوجاتی ہے - ایسے ہی
	زمین پر کسی آدمی کے قبضے کے صرف
	یہ معنی ہیں کہ وہ دوسرے شخص کی
	نسبت اس قطعہ زمین سے فائدہ اٹھانے
	کا زیادہ حق رکھتا ہے -"

اس ضمن میں حقوق ملکیت اس وقت تک تقسیم کیے جاسکتے ہیں جبتک وہ قانون کے دائرے کے اندر ہوں اور دوسرے لوگوں کی معاشی ابتری کا باعث نہ بن رہے ہوں - آپ لکھتے ہیں :

" فاصل التسبب حیازۃ	" نیز (ملکیت) کا اصل زریعہ یہ ہے
الاموال المباحۃ او الاستنماء	کہ مباح اموال کو جمع کیا جائے یا
ما اختص بہ مما یستمر من	اموال مباحہ سے مرور حاصل کر کے
الاموال المباحۃ کالتناسل	اپنی مخصوص (مملوکہ) چیز سے
بالرعی والزراعۃ باصلاح الارض	نفع حاصل کرے جیسے جانوروں کو

(۱) حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ - ص - ۱۶ - ۲۱۵

وسقی الماء ویشترط فی ذلک الایضیق بعضھم علی بعض بحیث یفضی الی فساد التمدن - (۱)

چرا کر افزائش نسل کرنا ، اور زمین کو درست اور سیراب کر کے زراعت کرنا تاہم اسمیں شرط یہ ہے کہ لوگ ایکدوسرے پر بوجھ نہ بنیں تا کہ تمدن میں فساد پیدا نہ ہو -

(۲) پیشوں کی آزادی :

مختلف پیشوں اور مکاسب کے اختیار میں شاہ صاحب کے نزدیک حکیمانہ طرزِ عمل یہ ہے کہ ہر فرد کو اسکی استعدادِ ذہنی و جسمانی اور ضروریات کے مطابق پیشوں کے اختیار کی آزادی ہونی چاہیے - اسی طرح ایسے مواقع پیدا کرنا ضروری ہے کہ معاشرے کا کوئی فرد بے کار نہ بیٹھے بلکہ تمدن کی اصلاح کیلئے ضروری کاموں میں حصہ لے - شاہ صاحب فرماتے ہیں :"

" لما کان الناس مونیین بالطبع لاتستقیم معایشتھم الا بتعاون بینھم نزل القضاء بایجاب التعاون والایخلو احد منھم مالہ دخل فی التمدن الاعند حاجۃ لایجد منھا بدا " - (۲)

" چونکہ تمام انسان مونی الطبع ہیں -اس لئے انکی معیشت انکے باہمی تعاون کے بغیر درست نہیں ہو سکتی - اسلئے حکم ہوا کہ تمام لوگ باہمی تعاون سے کام لیں اور یہ بھی حکم ہوا کہ جس چیز کو بھی تمدن میں دخل حاصل ہے کوئی آدمی کسی شدید حاجت کے بغیر اس سے خالی نہ رہے -

---

(۱) حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ - ص - ۷۱۵

(۲) حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ - ص ۷۱۵

(۳) مباح اشیاء پر پابندی نہیں ہونی چاہیے :

شاہ صاحب کے نزدیک تمدن کا ایک طبعی قانون یہ بھی ہے کہ جو چیزیں اللہ تعالی نے عام فائدے کیلئے پیدا کی ہیں - انہیں حتی الامکان اسی شکل میں رہنا چاہیے کہ ہر شخص ان سے استفادہ کر سکے - شاہ صاحب لکھتے ہیں :

" ومنہا ان یکون الشئی مباح الاصل کالماء الغز فیتغلب ظالم علیہ فیبیعہ و ذلک تصرف فی مال اللہ من غیر حق واضرار بالناس وبذلک نہی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن بیع فضل الماء لیباع بہ الکلاء اقول ہو ان یتغلب رجل علی عین او وار فلا یدع احدا لیسقی منہ ماشیۃ الا باجرفانہ یفضی الی بیع الکلاء المباح یعنی بصیر الرعی من ذلک بازاء مال

" منجملہ بیوع محرمہ کے ایک یہ ہے کہ کوئی چیز دراصل مباح ہو مثلاً چشموں کا پانی لیکن کوئی ظالم اس پر زبردستی قبضہ کر کے اسکو بیچنا شروع کر دے یہ اسلئے منع ہے کہ ایسا کرنا اللہ کے مال میں ناحق تصرف کرنا ہے اور اس سے عام لوگوں کو ضرر پہنچتا ہے - اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فالتو پانی کی فروخت سے منع فرمایا ہے تاکہ اسکی وجہ سے جنگل کی گھاس کی فروخت شروع نہ ہو جائے - میں (شاہ صاحب) کہتا ہوں - اس

وهذا باطل لان الماء والكلاء مباحان وهو قوله عليه السلام " فيقول الله اليوم امنعك فضلي كما منعت فضل مالم تعمل يداك " وقيل يحرم بيع الماء والفاضل عن حاجته لمن اراد الشرب اوسقي الرواب قال صلى الله عليه وسلم " المسلمون شركاء في ثلاث في الماء والكلاء والنار " (۱)

سے مراد یہ ہے کہ ایک آدمی کسی وادی یا چشمے پر قبضہ کر لے اور کسی چوپائے کو اجرت و معاوضہ کے بغیر پانی پینے نہ دے تو نوبت یہاں تک پہنچ جائے گی کہ مباح گھاس بھی بکنے لگے گی اور یہ باطل ہے کیونکہ پانی اور گھاس دونوں مباح ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے " کہ قیامت کے دن اللہ تعالی ایسے شخص سے فرمائے گا کہ میں آج اپنا فضل تجھ سے روکتا ہوں جیسے کہ تو نے اس فضل (مباح اشیاء) کو روک رکھا تھا جو تیرے ہاتھوں کی کمائی نہ تھی - ایک اور قول کے مطابق ضرورت سے زائد پانی کی فروخت حرام ہے جب کوئی شخص پینے یا چوپایوں کو پلانے کیلئے پانی کا حاجتمند ہو - حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " تمام مسلمان تین

---

(۱) حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ - ص - ۳۷ - ۴۳۶

اشیاء یعنی پانی ، گھاس اور آگ
میں شریک ہیں ۔ "

(۴) عدل و مساوات کی ضرورت :

شاہ صاحب معاشرے کے افراد کے درمیان ہر سطح اور منزل پر عدل و اعتدال کی ضرورت پرزور دیتے ہیں اور اسے انسانی معاشرے کی اصلاح و ترقی کا سنگ بنیاد قرار دیتے ہیں ۔ چنانچہ صفت عدالت کی وضاحت کے ضمن میں لکھتے ہیں :

والعدالة اذا اعتبرت باوضاع الناس فی قیامه و یقظته ومشیه وکلامه و زیه و لباسه و شعره سمیت ادبا واذا اعتبرت بالاموال وجمعها وصرفها سمیت کفایة واذا اعتبرت بتدبیر المنزل سمیت حریة واذا اعتبرت بتدبیر المدنیة سمیت سیاسة (۱)	" صفت عدالت کا ظہور جب انسانی اوضاع مثلاً نشست و برخاست ، خوراک نیند ، چلنے پھرنے بول چال اور لباس کی وضع قطع کیساتھ ہو تو اسے "ادب" کہا جاتا ہے ۔ اور جب مال کمانے اور اسکے خرچ کے معاملے میں عدالت کا ظہور ہو تو اسکو کفایت یا اقتصار کہا جاتا ہے ۔ اگر تدبیر منزل میں عدالت کو ملحوظ رکھا جائے تو اسکو حریت کا نام دیا جاتا ہے اور جب نظام تمدن کو عدل کے ساتھ بروئے کار لانے کی کوشش کی جائے تو اسے "سیاست"

(۱) حجة الله البالغه ج ۲ ۔ ص ۶۲۹

کہتے ہیں -

شاہ صاحب عدل و مساوات کیلئے محبت و ہمدردی کی فضاء کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے فرماتے ہیں : "

" والعمدة فی تحصیلها الرحمة والمودة ورقة القلب و عدم قسوته مع الانقیاد للافکار الکلیة والنظر فی عواقب الامور - (۱)

" اس صفت کے حصول کا طریقہ یہ ہے کہ جزبہ ہمدردی و محبت اور رقت قلب کو عمل میں لایا جائے اور قساوت قلبی اور سنگدلی سے اجتناب کیا جائے - اسکے ساتھ ہی اجتماعی امور (افکار کلیہ) کی رعایت اور دوراندیشی بھی پیش نظر ہو - "

شاہ صاحب نے امتیازی اور غیر منصفانہ سلوک کو نفرت اور فساد کا سبب قرار دیا ہے یہاں تک کہ گھر کے اندر باپ کیلئے اپنی اولاد کے درمیان مساوات کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے فرماتے ہیں :

" وقال علیه السلام فیمن ینحل بعض اولاده مالم ینحل الآخر " ا یسرک ان یکونوا الیک فی البر سواء قال : بلی قال : فلا اذا -

" ایک صحابی نے اپنے ایک بیٹے کو بخشش دی جو دوسروں کو نہیں دی - آپ صلعم کو اسکا علم ہوا تو آپ صلعم نے اس سے فرمایا " کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ وہ سب تمہارے

(۱) حجة الله البالغه ج ۲ - ص - ۴۷ - ۴۳۶

اقول : انما کره تفضیل بعض الاولاد علی بعض فی العطیة لانه یورث الحقد فیما بینهم والضغینة بالنسبة الی الوالد فاشار النبی صلی الله علیه وسلم الی ان تفضیل بعض علی بعض سبب ان یضمر المنقوص له علی ضغینة فیطوی علی غل فیتصر فی البرو فی ذلک فسار المنزل - (۱)

فرمانبردار رہیں - اس نے اثبات میں جواب دیا - آپ صلعم نے فرمایا : پھر تو ایسا نہیں ہونا چاہیے" میں کہتا ہوں اس صورت کو آپ صلعم نے اسلئے ناپسند کیا کہ اس سے باقی بیٹوں کے دلوں میں حقد و کینہ کا بیج بویا جاتا ہے اور خود والد کی نسبت رنجش پیدا ہوتی ہے - حضور صلی الله علیہ وسلم نے اس طرف اشارہ فرمایا کہ بعض کو بعض پر فوقیت دینا اس بات کا سبب ہے کہ جسکو ملے گا وہ اپنے دل میں رنجش رکھے گا - دل میں کینہ و بغض کو چھپائے گا اور بھلائی میں کوتاہی کریگا اور اس سے گھر کے نظام میں فساد پیدا ہوگا - "

(۵) ظالمانہ معاملات کی ممانعت :

شاہ صاحب باہمی معاملات اور لین دین میں تعاون اور ہمدردی کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے تمام ایسے معاہدات و عقود کی مذمت کرتے ہیں جنکی بنیاد

(۱) حجة الله البالغة ج ۲ - ص - ۴۲۶

ظلم اور استحصال پر ہو - چنانچہ فرماتے ہیں :

" فان كان الاستناء فيها بما ليس له دخل في التعاون كالميسر او بما هو تراض يشبه الانتضاب كالربا فان المفلس يضطر الى الالتزام مالايقدر على ايفائه وليس رضاه رضا في الحقيقة فليس من العقود المرضية ولا الاسباب الصالحة وانما هو باطل سحت باصل الحكمة المرعية - (۱)

" آپسمیں ایسے معاملات اور استفادہ جن میں تعاون کو سرے سے دخل نہ ہو جیسے جوا بازی یا ایسی باہمی رضامندی ہو جو جبر اور زبردستی کے مشابہ ہو جیسے سود لینا ' اسلئے کہ مفلس آدمی مجبور ہو کر ایسا معاہدہ کر لیتا ہے جسکے پورا کرنے پر وہ قادر نہیں ہوتا اور اسکی ظاہری رضامندی حقیقت میں رضامندی نہیں ہوتی - چنانچہ اس قسم کے عقود پسندیدہ نہیں ہیں اور نہ ہی یہ تمدن کے صالح اسباب میں سے ہیں اسلئے یہ بالکل باطل ہیں اور سیاست مدنیہ کے اعتبار سے قطعاً حرام ہیں - "

شاہ صاحب نے اس ضمن میں بہت سے ایسے معاملات کا ذکر کیا ہے جنکا تعلق تجارت اور لین دین سے ہے اور ان بنیادی اصولوں کی نشاندہی کی ہے جن سے باہمی ظلم و تعدی کا انسداد ہو سکتا ہے -

---

(۱) حجۃاللہالبالغہ ج ۲ - ص - ۷۱۵

تجارتی معاملات میں آپ نے عہد جاہلیت میں رائج بہت سی بیوع (۱) کا ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے :

" واعلم ان من البیوع مایجری فیہ معنی المیسر و کان اہل الجاہلیۃ یتعاملون فیما بینہم فنہی عنہا النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۰۰۰۰ فہذہ البیوع فیہا معنی المیسر و فیہا قلب الموضوع المعاملۃ وہو استیفاء حاجتہ بتروّ و تثبت - (۲)	" اور جان لو کہ بعض بیوع میں جوئے کا مفہوم آتا ہے اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے ۰۰۰ چونکہ ان بیوع میں قماربازی کی روح دوڑتی نظر آتی ہے اسلئے اس میں معاملات کا قلب موضوع ہے - اور وہ یہ کہ باہمی معاملات کا اصل مقصد اپنی ضرورت کی چیز کو دیکھ بھال کر اور استقلال کیساتھ حاصل کرنا ہوتا ہے -

(۱) شاہ صاحب فرماتے ہیں : " واعلم ان من البیوع مایجری فیہ معنی المیسر وکان اہل الجاہلیہ یتعاملون بہا فیما بینہم فنہی عنہا النبی صلی اللہ علیہ وسلم منہا المزابنۃ ان یبیع الرجل التمر فی روس النخل بمائۃ فرق من التمر مثلاً المحاقلہ ان یبیع الزرع بمائہ فرق حنطۃ و رخص فی العرایابخرصہا من التمر فیما دون خمسۃ اوسق لانہ عرف انہم لا یقصرون فی ذلک القدر العیسر انما یقصدون اکلہا رطباً و خمسہ اوسق ہو نصاب الزکاۃ و ہی مقدار ما یتفکہ بہ اہل البیت

(بقیه حاشیه ص٤٣٨) ومنها بیع الصبرة من الثمر لایعلم مکیلتها بالکیل المسمی من التمر والملامسة ان یکون لمس الرجل ثوب الاخر بیبیره بیعا -

والمنابزة ان یکون نبزالرجل بثوبه بیعاً من غیر نظر و بیع الحصاة ان یکون نبزه الرجل بثوبه بیعاً من غیر نظر . فهزه البیوع فیها معنی المیسر - و فیها قلب موضوع المعاملة و هو استیفاء حاجة بترو و تثبت و نهی عن بیع العربان ان یقوم الیه شیء من الثمن فان اشتری حسیب من الثمن والا فهو له مجاناً و فیه معنی المیسر وسئل صلی الله علیه وسلم عن اشتراء التمر بالرطب - فقال اینقص ازا یبس ! فقال : نعم فنهاه عن زالک -"

اقول : لانه احر وجوه المیسر و فیه احتمال ربا الفضل فان المعتبر حال تمام الشیء وقال صلی الله علیه وسلم فی قلادة فیها زهب و خرز - لا تباع حتی تفصل -

اقول : و زلک لانا احر وجوه المیسر و مظنة ان یغبن احرهما فیسکت علی غیظ او یخصم فی غیر حق -

(٢) حجة الله البالغه ج ٢ - ص - ٢٧٤

اسی طرح وہ عقود و معاملات جن سے باہمی منازعات اور جھگڑے پیدا ہوں اور منصفانہ فیصلہ نہ کیا جا سکے انکی روک تھام بھی ضروری ہے - چنانچہ شاہ صاحب لکھتے ہیں :

" و منہا مایکون سببا
لسوء انتظام المدینۃ
واضرار بعضہا بعضا "
فیجب اخمالہا والصد
عنہا - قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم لا
تلقوا الرکبان لبیع
ولا بیع بعضکم علی
بیع بعض ولا یسم الرجل
علی سوم اخیہ ولا
تناجشوا ولا بیع
حاضر لباد - اقول :
اما تلقی الرکبان
فہو ان یقدم رکب
بتجارۃ فیتلقاہ رجل
قبل ان یدخلوا البلد

" منجملہ وجوہ تحریم کے ایک یہ ہے کہ
کوئی عقد نظام مدنیت کو بہتر طور پر
قائم رہنے نہ دے اور سوسائٹی کیلئے
مضر ہو اس قسم کے معاملات کو روکنا اور
ان پر پابندی عائد کرنا ضروری ہے -
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد
ہے " سواروں کو شہر سے باہر نکل کر
نہ ملو اور نہ ایکدوسرے کی بیع پر بیع
کرو اور نہ کوئی آدمی اپنے بھائی کے
سودا کے وقت سودا کرے - اور نہ
ایکدوسرے پر نرخ بڑھاؤ اور نہ ہی کوئی
شہری کسی باہر والے کے لیے بیع کرے "
میں کہتا ہوں سواروں کو ملنے کا مطلب
یہ ہے کہ وہ سوداگر لوگ جب مال
تجارت لیکر آتے ہیں تو انکے شہر
میں داخل ہونے سے پہلے اور نرخ

ويعرفوا السعر فيشتري
منهم بارخص من سعر
البلد وهذا مظنته ضرر
بالبائع لانه ان نزل
بالسوق كان اغلى له -
ولذلك كان له الخيار
اذا عثر على الضرر و
ضرر بالعامة لانه توجه
في تلك التجارة حق
اهل البلد جميعاً
والمصلحة المرعية
تقتضي ان يقدم
الاحوج فالاحوج فان
استووا سوى بينهم
او اقرع فاستئثار
واحد منهم بالتلقي نوع
من الظلم وليس لهم
الخيار لانه لم يخسر
عليهم مالهم وانما منع

معلوم کرنے سے پہلے ایک آدمی ان سے
ملے - اور شہر کے نرخ سے سستی چیز
ان سے خرید لے یہ دراصل بائع کے
لیے نقصان دہ ہے - کیونکہ اگر وہ
بازار میں آ کر فروخت کرتا تو اسے
اچھی قیمت مل جاتی - یہی وجہ
ہے کہ جب اسے ضرر کا علم ہوتا ہے
تو اسکے لیے خیار ہوتا ہے اور اس
میں عوام کیلئے بھی ضرر ہے اسلئے
کہ اس تجارت میں تمام اہل شہر کا
حق ہے اور شہر کی مصلحت کا تقاضا
یہ ہے کہ ہر حاجت مند کو درجہ بدرجہ
مقدم رکھا جائے - چنانچہ اگر سب
برابر ہوں تو سب میں مساوات کی
جائے یا قرعہ ڈالا جائے - چنانچہ
(تاجروں کے) شہر میں داخل ہونے
سے پہلے کسی کا ملنا ایک طرح
کا ظلم ہے اگرچہ شہر والوں کو اس
بیع کے توڑنے کا اختیار نہیں - اس

ماکانوا یرجونه واما
البیع علی البیع فهو
تضییق علی اصحابه
من التجار، وسوء
معاملة معهم - وقد
توجه حق البائع الاول
وظهر وجه لرزقه فافساده
علیه ومزاحمته فیه
نوع ظلم وکذا السوم
علی سوم اخیه فی
التضییق علی المشترین
والاساءة معهم وکثیر
من المناقشات والاحتقار
تنبعث فیهم من اجل هذین -
والنجش هوزیادة الثمن
بلارغبة فی المبیع تغریراً
للمشترین وفیه
من الضرر مالا یخفی
وبیع الحاضر للبادی ان

لیے کہ انکے مال میں تو کچھ نقصان
نہیں ہوگا بلکہ جس چیز کی انہیں
امید تھی وہ روک لی گئی - اور
بیع پر بیع کرنا دراصل دوسرے تاجر
احباب پر تنگی اور انکے ساتھ
بدمعاملگی ہے - اور پہلے بائع کا
حق متوجہ ہو چکا ہے اور اسکی روزی
کی ایک صورت سامنے آ چکی ہے اس
کو بگاڑنے اور اسکی مزاحمت کرنے
میں ایک طرح کا ظلم ہے - اسی
طرح اپنے بھائی کی قیمت پر قیمت لگانا
خریداروں پر تنگی کرنا اور انکے ساتھ
بدمعاملگی ہے اور بہت سے نزاعات
و بغض لوگوں میں ان دو وجوہ سے
پیدا ہوتے ہیں اور رنجش کا مطلب
یہ ہے کہ خود خریدنا نہ چاہے لیکن
خریداروں کو فریب دینے کیلئے بڑی
قیمت لگائے - اسمیں جو ضرر ہے وہ
پوشیدہ نہیں ہے اور شہری کا باہر والے

يحمل البدوي متاعه الى
البلد يريد ان يبيعه بسعر
يومه فياتيه الحاضر فيقول
خل متاعك عندي حتى
ابيعه على المهلة بثمن
غال ولو باع البادي بنفسه
لارخص ونفع البلديين
وانتفع هو ايضاً فان
انتفاع التجار يكون بوجهين :
ان يبيعوا بثمن غال بالمهلة
على من يحتاج الى الشيء
اشد حاجة فيستغل في
جنبها مايبذل وان يبيعوا
بربح يسير ثم ياتوا بتجارة
اخرى قريب فيربحوا ايضاً
وهلم جراً وهذا الانتفاع
اوفق بالمصلحة المدنية
واكثر بركة وقال صلى الله
عليه وسلم : "من احتكر

دیہاتیوں کے لیے بیع کرنا یہ ہے کہ
ایک گاؤں کا آدمی سامان تجارت لیکر
شہرکیطرف اس ارادہ سے جائے کہ اسے
آج کے نرخ پر فروخت کرنگا - اب اس
کے پاس شہری آدمی آتا ہے اور
کہتا ہے ' اپنا سامان تجارت میرے پاس
چھوڑ دے تا کہ میں کچھ مدت کے بعد
زیادہ قیمت پر فروخت کر دوں - اسکے
مقابلے میں اگر گاؤں والا خود فروخت
کرتا تو سستا بیچتا اور شہریوں کو فائدہ
ہوتا اور وہ خود بھی نفع کماتا اسلیے
کہ تاجروں کے نفع کے دو طریقے ہوتے
ہیں - ایک یہ کہ کچھ مدت روک کر مہنگے
داموں کسی سخت ترین حاجتمند کے
فروخت کریں - پس حاجتمند جو دیتا ہے
وہ اس حاجت کے مقابلہ میں اسے کم
محسوس کرتا ہے - دوسری صورت یہ
ہے کہ تھوڑے نفع پر مال فروخت کر دیں
اور پھر اس رقم سے فوراً دوسرا تجارتی

فهو خاطئ " وقال علیہ السلام: "الجالب مرزوق والمحتکر ملعون" اقول: و ذلک لان حبس المتاع مع حاجة اہل البلد الیہ لمجرد طلب الغلاء و زیادة الثمن اضرار بھم بتوقع نفع ما و ھو سوء انتظام المدینة - (۱)

مال لا کر فروخت کریں اور اسمیں بھی نفع کمائیں اور اسی طرح سلسلہ جاری رہے - نفع کا یہ (آخری) طریقہ مصلحت مدینہ کے زیادہ موافق اور زیادہ مبارک ہے حضور صلعم نے فرمایا: " جس نے ذخیرہ اندوزی کی وہ گناہگار ہے -" اسی طرح حضور صلعم نے فرمایا " باہر (بازار میں) غلہ لانے والا مرزوق (روزی دیا ہوا) ہے اور روکنے والا ملعون ہے " میں کہتا ہوں اسکی وجہ یہ ہے کہ جب اہل شہر کو سامان تجارت کی ضرورت ہو تو صرف مہنگائی اور قیمت زیادہ کرنے کی خواہش میں اسے روکنا - اہل شہر کو نقصان پہنچانا ہے کہ ذرا سے نفع کی توقع میں ایسا کرے اور یہ شہر کی بدنظمی کا باعث بھی ہے -(۱)

(٦) امداد باہمی :

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ انسانی معاشرہ میں مختلف قوتوں اور

(۱) حجة اللہ البالغہ ج ۲ - ص - ۲۳۳-۳۵

استعدادوں کے مالک افراد بیک وقت موجود ہوتے ہیں اور روزمرہ کی حاجات و ضروریات کی تکمیل کیلئے ان سب کو آپسمیں تعاون اور امداد کی ضرورت پڑتی ہے - اسلئے ضروری ہے کہ انکے درمیان الفت و محبت اور باہمی تعاون کے رشتوں کو فروغ دیا جائے - اس ضمن میں لکھتے ہیں :

" اوجبت المعرات ان یکون منهم الاخرق و الکانی والعملق والعثری و المستنکف من الاعمال الخسیسه و غیرالمستنکف والذی ازرحمت علیه الحاجات والمتفرغ فکان معاش کل واحد لایتم الا بمعاونة آخر ولا معاونة الا بعقود و شروط و اصطلاح علی سنة فانشبعت المزارعة والمضاربة والاجارة والشرکة والتوکیل و وقعت حاجات تسوق

" بعض قدرتی اسباب کے باعث یوں بھی ہوتا ہے کہ لوگوں میں سے کوئی تو بالکل ہی بے وقوف ہوتا ہے اور کوئی ہنر مند اور کارآمد کوئی مفلس و قلاش ہوتا ہے اور کوئی سرمایہ دار کوئی شخص ادنی کاموں میں عار محسوس کرتا ہے جبکہ دوسرے کو ایسی کوئی پرواہ نہیں ہوتی - بعض لوگوں پر حاجات و مصروفیات کا ہجوم ہوتا ہے جبکہ دوسرے فارغ البال اور بے کار ہوتے ہیں - چنانچہ ان کی معاشی ضروریات ایک دوسرے کی معاونت اور امداد کے بغیر پوری نہیں ہو سکتیں اور یہ واضح ہے کہ یہ تعاون بھی ایک

الی مراینۃ و و ربعۃ
و جربوا الخیانۃ و الجحود
والمطل فاضطروا الی اشہار
و کتابۃ وثائق و رھن و کفالۃ
وحوالۃ و کلما ترفھت النفوس
انشعبت انواع المعاونات ولن
تجد امۃ من الناس الا ویباشرون
ھذہ المعاملات - (۱)

مخصوص طریقہ عقد و شرائط اور
مصالحت کے ساتھ ہی ہوگا -
چنانچہ اس وجہ سے مزارعت' مضاربت
اجارہ ' شرکت اور وکالت وغیرہ کی
صورتیں پیدا ہوئیں اور ضروریات پیش
آنے کے سبب قرض لین دین اور امانت کا سلسلہ
چل پڑا اور خیانت ' ادائیگی سے
انکار اور تساہل کی بدولت گواہ رکھنے
دستاویز لکھنے ' رھن رکھنے کا طریقہ'
نیز کفالت اور ضمانت
وغیرہ کی ضرورت محسوس ہوئی اور جوں
جوں انسانی معاشرے نے ترقی کی تو
امداد باہمی کے مختلف راستے کھلتے گئے
اور آپ دیکھیں گے کہ انسانوں کا کوئی
گروہ ان باہمی معاملات سے خالی نہیں -

امدا باہمی کی مختلف صورتوں کی وضاحت کرتے ہوئے ایک اور مقام پر فرماتے ہیں " :

" اما المعاونۃ فھی
انواع ایضاً

" اور معاونت کی بھی چند
اقسام ہیں :

---

(۱) حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ - ص - ۱۲۲

منها المضاربة وهى ان
يكون المال لانسان
والعمل فى التجارة من
الاخر ليكون الربح
بينهما على مايبتغانه -
والمعاوضة ان يعقد رجلان
ماله سواء الشركة فى
جميع ما يشتريانه و
يبيعانه والربح بينهما وكل
واحد كفيل للاخر و وكيله
والعنان ان يعقدا الشركه
فى مال معين كذلك ويكون
كل واحد وكيلاً للآخرفيه
ولا يكون كفيلاً يطالب
بما على الآخر
وشركة الصنائع كخياطين
اوصاعين اشتركا على
ان يتقبل كل واحد و
يكون الكسب بينهما -

۱ - ایک مضاربت ہے اور وہ یہ کہ
مال ایک شخص کا ہو اور تجارت
میں عمل دوسرے فریق کی جانب
سے ہو اور منافع انکی آپسمیں
مقررہ کردہ شرائط کیمطابق تقسیم
ہو - (۲) ایک مفاوضہ ہے اسکا
مفہوم یہ ہے کہ دو شخص مشترکہ
طور پر تجارت کریں اور سرمایہ جو
خرید و فروخت کیلئے استعمال کیا
جائے دونوں کا برابر ہو اور نفع بھی
برابر تقسیم ہو - اس معاملہ میں ہر
ایک دوسرے کا کفیل اور وکیل ہوتا ہے
(۳) ایک ان میں شرکت عنان ہے
ہے وہ یہ کہ مال معین میں ہر ایک
دوسرے کا وکیل تو ہو مگر کفیل نہ ہو -
(یعنی جو مطالبہ دوسرے پر عائد
ہو اسکا وہ ذمہ دار نہ ہو) -
(۴) ایک قسم شرکت صنائع کی ہے
جیسے دو درزی یا دو رنگریز اس

وشركة الوجوه ان يشتركا
ولا مال بينهما على ان
يشتريا بوجوههما ويبيعا
والربح بينهما والوكالة
ان يكون احدهما يعقد العقود
لصاحبه والمساقاة ان تكون
اصول الشجر لرجل
فيكفي مؤنتها الآخر على
ان يكون الثمر بينهما و
المزارعة ان تكون الارض
والبذر لواحد والعمل
والبقر من الاخر
والمخابرة ان تكون
الارض لواحد والبذر
والبقر والعمل من الاخر
ونوع آخر يكون
العمل من الاخر و
نوع آخر يكون العمل
من احدهما والباقي

بنیاد پر شرکت کریں کہ ایک محنت کرے
اور اجرت دونوں میں تقسیم ہو جائے -
(۵) ایک قسم شرکت الوجوہ کی ہے کہ
دو آدمی شریک ہو جائیں اور دونوں کے
پاس مال نہ ہو اور ہر ایک اپنی ساکھ
اور اثر و رسوخ کی بنیاد پر کاروبار
کرے اور نفع انکے درمیان تقسیم ہو -
(۶) ایک قسم وکالت کی ہے وہ یہ کہ
دونوں میں سے ہر ایک آدمی اپنے ساتھی
کے نائب کی حیثیت سے دوسرے کیلئے
عقد و بیع کرے -
(۷) ایک قسم مساقات کی ہے - وہ یہ کہ
درخت بنیادی طور پر ایک شخص کی
ملکیت ہوں اور دوسرا انکی حفاظت
و نگہداشت کرے اور پھل دونوں کے درمیان
تقسیم ہو جائیں -
(۸) ایک مزارعت ہے کہ زمین اور بیج
ایک آدمی کا ہو اور محنت اور بیل دوسرے
آدمی کے ہوں -

من الاخر والاجارة
وفيها معنى العبارة و
معنى المعاونة فان
كان المطلوب نفس
المنفعة فالمبادلة
غالبة وان كان
خصوص العامل
مطلوباً فمعنى
المعاونة غالبة -
وهذه عقود كان
الناس يتعاملون
بها قبل النبي صلى
الله عليه وسلم فلم
يكن منها محلاً
لمناقشة غالباً ولم
ينه عنه النبي صلى
الله عليه وسلم
فهو باق على اباحة -(۱)

(۹) ایک مخابرہ ہے وہ یہ کہ زمین
ایک کی ہو اور بیج ' بیل اور محنت
دوسرے کی ہو -
(۱۰) ایک مزید قسم یہ بھی ہے کہ
محنت تو ایک کی ہو اور باقی سب
چیزیں دوسرے کی ہوں -
(۱۱) ایک اجارہ ہے اسمیں مبادلہ
اور عبادت دونوں کا مفہوم پایا جاتا
ہے - اگر مطلوب صرف نفع ہو تو اس
میں مبادلہ کے معنی غالب ہیں اور
اگر عامل کی خصوصیت مطلوب ہو
تو اسمیں معاونت کا مفہوم غالب ہے -
یہ سب وہ عقود ہیں جو آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے
پہلے رائج تھے - انمیں سے جو عقد
اس قسم کا ہو کہ اس نزاع اور جھگڑا
پیدا ہونے کا غالب احتمال نہ ہو اور
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
اس سے صریحاً نہی نہ فرمائی ہو اس
کو جائز سمجھا جائے - "

---

(۱) حجة الله البالغه ج ۲ -ص- ۵۱ - ۷۵۰

مزارعت کا جواز :

مزارعت کے سلسلے میں بعض اوقات افراط و تفریط اور ظالمانہ رویہ سامنے آتا ہے - اسلئے علماء اسلام کا ایک گروہ اسکے عدم جواز کی رائے رکھتا ہے - جب کہ دوسرے گروہ کے نزدیک یہ جائز ہے - شاہ صاحب نے اس سلسلے میں نہایت متوازن اور منصفانہ رائے کا اظہار کیا ہے اور وہ یہ کہ مزارعت کی تمام ایسی اقسام کو ممنوع قرار دے دینا چاہیے جن میں فریقین کے حقوق واضح اور متعین نہ ہو سکیں - تاکہ ایک دوسرے کے ساتھ دھوکہ اور ظلم کا راستہ روکا جا سکے - اسکے علاوہ انصاف اور تعاون کی بنیاد پر مزارعت انسانی معاشرے کی بنیادی ضرورت ہے جسے کلی طور پر ممنوع قرار نہیں دیا جا سکتا - چنانچہ فرماتے ہیں :

"وقد اختلف الرواة في حديث رافع بن خديج اختلافاً فاحشاً وكان وجوه التابعين يتعاملون بالمزارعة ويدل على الجواز حديث معاملة اهل الخيبر واحاديث

" رافع بن خدیج نے مزارعت نہی کے بارے میں جو حدیث نقل کی ہے اس میں راویوں کا بڑا اختلاف ہے لیکن امر واضح یہ ہے کہ تابعین میں بہت سے جلیل القدر اصحاب کا مزارعت پر عمل تھا - علاوہ ازیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر کیساتھ انکی زمینوں اور باغات کے متعلق جو معاملہ فرمایا وہ اسکے جواز

النهی عنہا محمولۃ علی
الاجارۃ بما علی
الماذیا نات او
قطعۃ معینۃ وہو
قولہ رافع رضی اللہ
عنہ او علی التنزیہ
والارشاد و ہو قول
ابن عباس رضی اللہ
عنہما او علی
مصلحۃ خاصۃ بذلک
الوقت من جہۃ کثرۃ
منا تشتہم فی ہذہ
المعاملۃ حینئذ وہو
قول زید رضی اللہ
عنہ واللہ اعلم - (۲)

کی واضح دلیل ہے - جن احادیث
میں مزارعت کی نہی آئی ہے انکی
توجیہ یہ ہے جو کچھ نہر، نالے
کے پیٹ میں کاشت کیا جائے یا
کسی قطعہ معین پر عقد کیا جائے - (۱)
تو یہ ناجائز ہے اور خود رافع بن
خدیج نے اسکی بھی توجیہ کی ہے
یا ایک توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے
کہ یہ نہی تنزیہ کیلئے ہے (یعنی
یہ کہ اخلاق عالیہ کا تقاضا یہ ہے
کہ پیداوار کا حصہ لینے کی بجائے
ضرورتمندوں کو کاشت کیلئے مفت
زمین دے دی جائے) ابن عباس
رضی اللہ عنہ نے یہ قول اختیار
کیا ہے - یا ایک توجیہ یہ بھی
ہو سکتی ہے کہ آپ نے یہ حکم نہی
اسوقت کی مصلحت خاصہ (ہنگامی ضرورت)
کی بناء پر صادر فرمایا اور یہ قول
زید بن ثابت کا ہے " - (۲)

---

(۱) مثلاً مالک زمین یہ کہے اس ٹکڑے کی پیداوار تمہاری اور فلاں مخصوص قطعہ زمین کی پیداوار میری ہو گی - (۲) حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ - ص - ۵۱ - ۷۵۰

(۷) احسان و تبرع :

شاہ صاحب معاشرے کے محروم افراد اور طبقات کی اعانت کو انسانی سوسائٹی کی ایک اہم ضرورت قرار دیتے ہیں اور اسے انسانی معاشرے کا ایسا ہمہ گیر اصول قرار دیتے ہیں جو ہر صالح انسانی معاشرے میں ہمیشہ سے ایک مسلمہ کلیہ کی حیثیت سے تسلیم کیا جاتا رہا ہے (۱) چنانچہ اسکی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں "

" ولما کان انتظام	مملکت کا نظام اسی صورت میں
المدینة لایتم الا	مکمل ہو سکتا ہے کہ لوگوں کے
بانشاء الفة و	درمیان محبت و الفت پیدا کی
محبة بینھم وکانت	جائے اور عام طور پر الفت
الالفة کثیراً ما	پیدا کرنے کیلئے ضروری ہے کہ
تفضی الی بذل	ضرورت کی چیز بلا معاوضہ دوسرے
المحتاج الیه بلا	کو دی جائے - چنانچہ
بدل اوتتوقف علیه	اسی وجہ سے ہبہ اور قرض
انشعبت الھبة والعاریة	لین دین کی صورتیں پیدا
ولا تتم ایضاً الا	ہوئیں اور اسی طرح فقراء
بمواساة الفقراء	کی ہمدردی کے لئے صدقہ
انشعبت الصدقة - (۲)	و خیرات کی ضرورت پیش آئی - (۲)

(۱) حجة الله البالغه ج ۱ - ص - ۱۱۹ (فوجب ان تکون مواساة اهل العاهات سنة مسلمة)

(۲) حجة الله البالغة - ج ۱ - ص - ۱۲۲

شاہ صاحب نے بلا معاوضہ احسان و تبرع کے سلسلے میں درج ذیل مواد
کا بیان فرمایا ہے :

(ا) صـــدقہ :

(زکوۃ وغیرہ) اس سے مراد وہ انفاق ہے جسکا مقصد رضائے الہی
کا حصول ہو اور اسکے مصارف وہی ہیں جنکا ذکر اللہ تعالی کے اس فرمان
میں ہے " انما الصدقات للفقراء)........ (۱) (۲)

(ب) ھـدیہ :

جسکا مقصد مہدیٰ لہ کو خوش کرنا ہو اس سے لوگوں کے درمیان رشتہ الفت
پیدا ہوتا ہے اور باہمی محبت کے ازدیاد کا باعث ہے - چنانچہ جس شخص کو
کوئی ہدیہ دیا جائے اسے چاہیے کہ ہدیہ کے بدلہ میں اسی قسم کا ہدیہ دے
یا کم از کم ہدیہ دینے والے کا شکریہ ادا کرے - (۳)

---

(۱) سورۃ التوبۃ آیت- ۶۰

(۲)'(۳) صدقۃ ان اریر بہ وجہ اللہ و یجب ان یکون مصرفہ ما ذکر اللہ تعالی
فی قولہ : انما الصدقات للفقرا ء(الآیۃ) وھدیۃ ان قصد بہ وجہ المھدی لہ -
قال صلی اللہ علیہ وسلم : من اعطی عطا ء فوجد فلیجز بہ ومن لم یجد
فلیثن فان من اثنی فقد شکر ومن کتم فقد کفر ومن تحلی بما لم یعط کان کلابس
ثوبی زور " -

اسی طرح آپ کسی کو دی ہوئی چیز کو واپس طلب کرنے کو نہایت قبیح فعل قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ واپس لینے سے بہتر ہے کہ شروع ہی سے کوئی چیز کسی کو نہ دی جائے - چنانچہ لکھتے ہیں :

" قال صلی الله علیه وسلم العاید فی هبته کالکلب یعود فی قیئه لیس لنا مثل السوء " اقول : انما کره الرجوع فی الهبة لان منشاء العود فیما افرزه عن ماله وقطع الطمع عنه اما شح بما اعطی او تضجر منه او اضرار له وکل ذلک من الاخلاق المذمومة -(۱)

"آنحضرت صلی الله علیه وسلم کا ارشاد ہے کہ " جو شخص اپنی دی ہوئی چیز واپس لیتا ہے اسکی مثال اس کتے کی ہے جو قے کرکے پھر اسکو چاٹ لیتا ہے ایسی بری مثال ہم اپنے لیے پسند نہیں کرتے - بخشش کو لوٹانے کی جو شریر کراہت اس حدیث سے ظاہر ہوتی ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ اسکو لوٹا لینے کا محرک یا تو اسکا بخل وکنجوسی ہے یا اسکا تلون اسکا باعث ہے یا یہ کہ وہ اس شخص کو خواہ مخواہ تکلیف پہنچانا چاہتا ہے اور یہ تمام امور اخلاق مزمومہ میں سے ہیں -

---

(۱) حجة الله البالغه ج ۲ - ص - ۴۳۶

(ج) وصیت :

وصیت بھی تبرع اور احسان کی ایک قسم ہے شاہ صاحب لکھتے ہیں :

" و وصیۃ ان کان	" تبرع کی اقسام میں سے ایک وصیت
موقتا بالموت وانما	بھی ہے جو موت کے وقت کی جاتی
جرت بہا السنۃ لان	ہے اسکا فلسفہ یہ ہے کہ انسان کو
الملک فی بنی آدم	اپنے مال سے طبعاً دلبستگی ہوتی
عارض لمعنی المشاحۃ	ہے اور وہ اسکو خود سے الگ کرنے میں
فاذا قارب ان یستغنی	بخل کرتا ہے لیکن جب موت کا وقت
عنہ بالموت استحب	قریب ہو جائے تو وہ اس مال سے
ان یتدارک ماقصر	مستغنی ہونے والا ہوتا ہے اسلئے
فیہ و یواسی من	مستحب ہے کہ اس وقت اپنی گزشتہ
وجب حقہ علیہ فی	کوتاہیوں کا تدارک کرے اور جن افراد
مثل ہذہ الساعۃ ۔(۱)	کے حقوق اسکے ذمہ ہوں اس آخری
	گھڑی میں انکے ساتھ محسنانہ سلوک کرے (۱)

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ وصیت کرنے میں جلدی کرنا چاہیے بلکہ ہر وقت اپنے اموال کے متعلق وصیت تیار رہنی چاہیے اسلئے کہ انسان کو موت کا وقت معلوم نہیں ۔ اسلئے انسانی ہمدردی کے اس اہم فریضہ میں کوتاہی سے بچنے کیلئے وصیت میں

---

(۱) حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ۔ص ۔ ۱۴۷

تاخیر نہیں ہونی چاہیے - (۱)

(د) عمری :

شاہ صاحب نے "عمری" کو بھی تبرع و احسان کی اقسام میں شمار کیا ہے - اس سے مراد وہ مسکن اور گھر ہے جو کوئی شخص کسی اور کو احسان کے طور پر بلامعاوضہ رہائش کیلئے دے دے - شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اگر گھر کا عطیہ دینے والے نے یہ وضاحت کر دی ہو کہ یہ گھر تمہارا اور تمہاری اولاد کا ہوا تو پھر یہ ہبہ ہے اور جس شخص کو دیا گیا ہے - میراث میں اسکی اولاد کو منتقل ہو جائے گا - تاہم اگر عطیہ دینے والے نے یہ شرط لگا دی ہو کہ یہ صرف تمہاری رہائش کیلئے ہے تو اسکی حیثیت عاریت کی سی ہے (۲)

(ہ) وقف :

شاہ صاحب نے احسان کی اقسام میں سے وقف پر خاص طور پر زور دیا ہے جسکا نفع زیادہ عرصے تک زیادہ لوگوں کیلئے کارآمد ثابت ہو سکتا ہے - اسکے

---

(۱) وقال صلی اللہ علیہ وسلم : "ما حق امری مسلم له شیء یوصی فیه یبیت لیلاً الا ووصیته مکتوبة عنده - اقول : استحب تعجیل الوصیة - احترازاً من ان یهجمه الموت او یحدث حادث بغتة فتفوته المصلحة التی یجب اقامتها عنده فیتحسر - حجة اللہ البالغہ ج ۲ ص - ۴۳۸

(۲) قال صلی اللہ علیہ وسلم : ایما رجل اُعمر عمری " الحدیث - اقول : کان فی زمان النبی صلی اللہ علیہ وسلم مناقشات لانکار تنقطع فکان قطعها احدی المصالح التی بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم لها کالربا والثارات وغیرها وکان

(اگلے صفحے پر)

منافع سے حاجتمندوں کی ضروریات پوری ہوتی رہتی ہیں اور موقوفہ شے پر اصل مالک کا قبضہ رہتا ہے اسکا مفصل بیان باب نمبر میں گزر چکا ہے -

---

(بقیہ حاشیہ ص۴۵۶) قوم اعمر والقوم ثم انقرض ھولاء وھولاء فجاء القرن الآخر فاشتبہ علیھم الحال فتخاصموا فبین النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ ان کان نص الواھب ھی لک و یعقبک فھی ھبۃ لانہ بین الامر بما یکون من خواص الھبۃ الخالصۃ وان قال : ھی لک ما عشت فھی اعارۃ إلی مرۃ حیاتہ لانہ غیرہ بغیر بینا فی الھبۃ -

و من التبرعات الوقف وکان اھل الجاھلیۃ لا یعرفونہ فاستنبطہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لمصالح لاتوجد فی سائرالصدقات فان الانسان - ربما یصرف فی سبیل اللہ مالاً کثیراً ثم یفنی فیحتاج اولئک الفقرآء تارۃً اخری و یجیئ اقوام آخرون من الفقراء فیبقون محرومین فلا احسن ولا انفع للعامۃ من ان یکون شیء حبساً للفقراء وابناء السبیل تصرف علیھم منافعہ ویبقی اصلہ علی ملک الواقف وھو قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لعمر رضی اللہ عنہ ان شئت حبست اصلھا و تصدقت بھا - فتصدق بھا عمر انہ لا یباع اصلھا ولا یوھب ولایورث - و تصدق بھا فی الفقرآء و فی القربی وفی الرقاب و فی سبیل اللہ وابن السبیل والضیف - لا جناح علی من ولیھا ان یاکل منھا بالمعروف ویطعم غیر متمول -

حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ - ص - ۵۱ - ۷۵۰

باب نہم

معاشی تنزل۔ اسباب اور علاج

باب نہم : معاشی تنزل - اسباب اور علاج

================

شاہ صاحب نے جسطرح انسانی معاشرے کی مختلف منازل کی تشکیل اور ترقی کے اسباب پر گفتگو کی ہے اسی طرح ان معاشرتی و معاشی امراض کی نشاندہی بھی کی ہے جو اجتماعِ انسانی کو اندر ہی اندر سے گھن کیطرح چاٹ جاتے ہیں -

شاہ صاحب بتاتے ہیں کہ یہ بات انسانی فطرت میں شامل ہے کہ وہ اپنی روزمرہ حاجات کی تسکین کے دوران اچھی سے اچھی اور نفیس ترین اشیاء کو استعمال کرنے کا خواہشمند ہوتا ہے - تاہم جملہ حاجات اعلی اور نفیس چیزوں کا انتخاب رفاہیتِ بالغہ کہلاتا ہے جو بالآخر اقتصادی بربادی اور افلاس پر منتج ہوتا ہے - اسی طرح وحشیانہ اور غیر متمدن زندگی گزارنا بھی انسانی معاشرے کی ترقی میں زبردست رکاوٹ ہے اسلئے شاہ صاحب جملہ ضروریاتِ زندگی مثلاً اکل و شرب اور لباس و مسکن وغیرہ کی تکمیل میں متوازن و معتدل طرزِ معشیت اختیار کرنے پر زور دیتے ہیں -

۱) بنیادی ضروریات کی تکمیل میں عدم اعتدال :

اس ضمن میں شاہ صاحب نے درج ذیل عنوانات کے تحت بحث کی ہے :

(۱) لباس :

لباس کے متعلق لکھتے ہیں :

" اعلم ان النبی صلی اللہ
علیہ وسلم نظر الی عادات
العجم وتعمقاتہم فی الاطمئنان
بلذات الدنیا فحرم رؤسہا و
اصولہا وکرہ مادون ذلک لانہ
علم ان ذلک مفض الی نسیان
الدار الآخرۃ مستلزم للاکثار من
طلب الدنیا -
فمن تلک الرءوس اللباس
الفاخر فان ذلک اکبر ہمہم
واعظم فخرہم والبحث عنہ
من وجوہ :-
منہا الاسبال فی القمص
والسراویلات فانہ لا یقصد
بذالک الستر والتجمل اللذین
ہما المقصودان فی اللباس
وانما یقصد بہ الفخر وارادۃ
الغنی ونحو ذلک والتجمل
لیس الا فی القدر الذی یساوی
البدن قال صلی اللہ علیہ وسلم

" جب آنحضرت صلعم مبعوث ہوئے
تو آپ نے عجمیوں کے عیش و تعیش
اور سامان زیب و زینت میں غلو پر
نظر ڈالی ' انکا طرز زندگی ایسا تھا
جس سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ وہ
اس دنیا ئے فانیہ کی لذات کے حصول
کو مقصد حیات سمجھتے ہوئے اس
پر مطمئن ہیں - چنانچہ آپ نے
اس نوع کے اسباب آرائش و تجمل
کی بنیادی اشیاء کو تو حرام قرار
دے دیا اور دوسرے درجے کی اشیاء
کو ناپسندیدہ اور مکروہ قرار دیا اس
لئے کہ ان اشیاء کا انہماک آخرت
کو بھلانے اور دنیا میں مستغرق ہو
جانے کا سبب بنتا ہے -
ان پرتکلف اشیاء میں سے ایک
لباس فاخرہ ہے کیونکہ لوگ اسکا
بڑا اہتمام کرتے ہیں اور سب سے
زیادہ فخر اسی پر کرتے ہیں چنانچہ
لباس کے معاملے میں کئی طرح سے

"لا ینظر اللہ یوم القیمۃ الی
من جر ازارہ بطرا" -
وقال صلی اللہ علیہ وسلم
ازرۃ المومن الی انصاف
ساقیہ لا جناح علیہ فیما
بینہ و بین الکعبین وما
اسفل ذلک ففی النار"
ومنھا الجنس المستغرب
الناعم قال صلی اللہ علیہ وسلم
" من لبس الحریر فی الدنیا
لم یلبسہ یوم القیمۃ "
وسرہ مثل ما ذکرنا فی الخمر
ونھی صلی اللہ علیہ وسلم عن
لبس الحریر والدیباج وعن لبس
القسی والمیاثر والارجوان
ورخص فی موضع اصبعین
او ثلاث لانہ لبس من باب
اللباس وربما تقع الحاجۃ الی
ذلک -

بحث کی گئی ہے ایک تو یہ کہ قمیض
و شلوار پر بے جا زیادہ کپڑا خرچ کیا
جائے اور بلا ضرورت لمبے چوڑے
کپڑے اپنے اوپر لٹکائے جائیں -
اس سے لباس کے دو بنیادی مقاصد
یعنی بدن ڈھانکنا اور زینت حاصل
کرنا پیش نظر نہیں ہوتا بلکہ اس
سے انکا مقصد فخر کرنا اور اپنی
مالداری کی نمائش کرنا ہوتا ہے -
زینت کیلئے تو اتنا ہی کپڑا کافی
ہے جو بدن کو اچھی طرح ڈھانک
لے چنانچہ حضور صلعم نے فرمایا
" قیامت کے روز اللہ تعالی اس
شخص کیطرف نظر رحمت نہیں
فرمائے گا جو تکبر کے باعث تہہ
بند کو گھسیٹتا چلے" حضور صلعم
کا ارشاد ہے " مومن کا تہہ بند نصف
پنڈلیوں تک ہے - اس (نصف
پنڈلیوں) کے اور ٹخنوں کے

ورخص للزبیر و عبدالرحمن
بن عوف فی لبس الحریر لحکة
بهما لا نه لم یقصر جنلز به
الارفاء وانما قصر الاستشفاء
ومنها الثوب المصبوغ بلون
مطرب یحصل به الفخر
والمراءة -
نهی رسول الله صلی الله
علیه وسلم عن المعصفر والمزعفر
وقال : " ان هذا من ثیاب
اهل النار -" (۱)

درمیان تک میں کوئی گناہ نہیں اور
جو لباس اس سے نیچے (لٹک رہا)
ہو تو وہ آگ میں ہے -
- (لباس میں بے جا تکلف کی ایک
صورت) یہ بھی ہے کہ کپڑے کی نرم
عمدہ اور نادر قسم استعمال میں لائی
جائے - چنانچہ حضور صلعم نے فرمایا
" جس نے دنیا میں ریشم کا لباس
پہنا قیامت کے دن اسے نہیں پہنے گا -
اسمیں وہی راز ہے جو ہم نے شراب میں
ذکر کیا اور اسی طرح حضور صلعم نے
حریر و دیباج ' قسی میاثر اور ارغوان
(جیسے قیمتی کپڑوں) کے استعمال
سے منع فرمایا - دو یا تین انگلیوں کے
برابر ایسا کپڑا استعمال کرنے میں
رخصت دی اسلئے کہ اسے لباس میں
شمار نہیں کیا جاتا اور گاہے اس قدر
کی ضرورت پڑ جاتی ہے -
حضرت زبیر اور عبدالرحمن بن عوف کو
حضور صلعم نے انکو خارش ہو جانے کی
بدولت ریشم پہننے کی اجازت دی - کیونکہ

(۱) حجة الله البالغة ج ۲ - ص - ۹۵۰

اس سے انکا مقصد تعیش نہ تھا بلکہ صحت

حاصل کرنا مقصود تھا -

(اسباب تعیش میں سے) ایک یہ بھی ہے

کہ بھڑکیلے اور خوش کن رنگوں میں رنگے

ہوئے کپڑے پہنے جائیں جن سے مقصد

فخر اور دکھاوا ہو - چنانچہ حضور صلعم نے

کسم اور زعفران میں رنگے ہوئے کپڑوں سے

منع فرمایا اور فرمایا " یہ دوزخیوں کے کپڑے ہیں

شاہ صاحب مرد و عورت کے ضروری لباس پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مرد کا لباس صفائی وقار اور دبدبے کا مظہر ہونا چاہئیے جبکہ عورت کا لباس اپنے شوہر کیلئے پر کشش اور نفیس ہونا چاہئیے - مرد کو ایسے لباس سے اجتناب کرنا ضروری ہے جسمیں بے جا نزاکت اور رنگینی ہو ہاں البتہ عورت اس قسم کے کپڑے استعمال کر سکتی ہے - تاہم عورتوں کی عادات اختیار کرنے والے مرد اور مردوں کی نقل کرنے والی عورتیں ملعون اور مغضوب ہیں - (۱) بے جا تکلف یا حد درجہ گنوار پن سے اجتناب کے بارے میں مختلف احادیث طیبہ کی تطبیق کرتے ہوئے شاہ صاحب لکھتے ہیں :

" ولا اختلاف بین قوله صلی اللہ علیه وسلم " ان البزاذۃ من الایمان " وقال علیه السلام " من لبس ثوب

" حضورو صلعم کے اس فرمان کہ " سادگی ایمان کا حصہ ہے " اور حضور صلعم کے اس فرمان " جس نے لباس شہرت پہنا اللہ تعالی قیامت کے روز

(۱) البدورالبازغہ ص - ۷۳

شهرة فی الدنیا البسه الله
ثوب مذلة یوم القیمة " وقال
صلی الله علیه وسلم " من
ترک لبس ثوب جمال تواضعا
کساه الله حلة الکرامة " وبین
قوله صلی الله علیه وسلم "
ان الله یحب ان یری اثر
نعمته علی عبده -".
ورأی رجلا شعثاً فقال ما
کان یجد هذا ما یسکن به
رأسه " ورای رجلا علیه
ثیابا وسخة فقال : مایجد
هذا ما یغسل به ثوبه وقال
صلی الله علیه وسلم "اذا
اتاک الله مالا فلتر نعمة الله
وکرامته علیک " -
لان هناک شیئین مختلفین
فی الحقیقة قد یشتبهان بادی
الرأی احدهما مطلوب والآخر
مذموم فالمطلوب ترک الشح

اسے ذلت کا لباس پہنائے گا " حضور صلعم
نے فرمایا " جو تواضع کرتے ہوئے لباس
زینت کو چھوڑے گا اللہ تعالی اسے
عزت کا جوڑا پہنائے گا - " اور حضور
صلعم کے اس فرمان " کہ اللہ تعالی اپنے
بندے پر اپنی نعمت کا اثر دیکھنا
پسند کرتا ہے " اور آپ صلعم نے ایک
پراگندہ سر آدمی کو دیکھا تو فرمایا " اسکو
کوئی چیز (کنگھی وغیرہ) نہیں ملتی کہ
جس سے اپنے بالوں کو درست کر لے
اور ایک آدمی کا لباس میلا دیکھا تو فرمایا
" یہ ایسی چیز نہیں پاتا کہ اس سے
اپنے کپڑے دھولے " اور حضور صلعم
نے فرمایا جب تیرے پاس اللہ تعالی مال
بھیجے تو تجھ پر اللہ کی نعمت اور اسکا
اکرام نظر آنا چاہیے -"
اس مقام پر درحقیقت دو مختلف چیزیں
ہیں جو گاہے نظر میں مشابہ نظر آتی
ہیں - جبکہ انمیں سے ایک چیز مطلوب
ہے اور دوسری مذموم -

وبختلف باختلاف طبقات الناس فالزي هوفي الملوك شح ربما يكون اسرافا في حق الفقير و ترک العادات البرو واللا حقين بالبهائم واختيار النظافة ومحاسن العادات والمزموم الامعان في التكلف والمراء اة والتفاخر بالثياب وكسر قلوب الفقراء ونحو ذلک - (۱)

مطلوب یہ ہے کہ بخل چھوڑ دے اور ترک بخل کا درجہ مختلف لوگوں میں مختلف ہوتا ہے بادشاہوں کے ہاں جو بخل ہوتا ہے وہ بسا اوقات فقراء کے ہاں اسراف ہوتا ہے اور مطلوب یہ ہے کہ چوپایوں جیسی پست اور غیر مہذب لوگوں کی عادات چھوڑ دے اور نظافت اور اعلیٰ عادات اختیار کرے -

جبکہ مزموم یہ ہے کہ انسان تکلف اور نمائش میں ڈوب جائے اور کپڑوں پر فخر کرتا پھرے اور فقراء کی دل شکنی کرے -

(ب) گھروں اور عمارات کی تعمیر :

گھر کی تعمیر کو شاہ صاحب نے انسان کی بنیادی ضرورت قرار دیا ہے اور ایک اچھے گھر کی صفات کی خاص طور پر نشاندہی کی ہے مثلاً یہ کہ گھر سردی اور گرمی کے اثرات سے بچانے والا ہو' چور اچکوں سے محفوظ ہو' دیواریں وغیرہ اتنی اونچی ہوں کہ گھر والوں کے پردے کیلئے کافی ہوں ' گھر کی فضا کھلی ہو اور اسکی کھوٹھڑیاں تنگ نہ ہوں وغیرہ (۲) تاہم اس سلسلے میں آپ نے بے جا تکلف اور

---

(۱) حجۃ اللہ البالغۃ ج ۲ - ص ۱۵۰ - ۹۵۱

(۲) البدور البازغۃ ص - ۴۳ - ۴۴

فضول خرچی کومضر قرار دیتے ہیں - چنانچہ زمانہ جاہلیت میں اہل عجم کی
تمونی خرابیوں کے ذکر کے سلسلے میں فرماتے ہیں :

" ومنها التطاول فی البنیان
وتزوین البیوت وزخرفتها
فکانوا یتکلفون فی ذلک
غایة التکلف ویبذلون اموالاً
خطیرةً فعالجه النبی صلی الله
علیه وسلم بالتغیظ الشدید -
فقال ما انفق المومن من
نفقة الا اجر فیها الانفقته
فی هذا التراب -
وقال صلی الله علیه وسلم
" ان کل بناء وبال علی
صاحبه الا مالا " - یعنی
الا مالا بد منه -
وقال صلی الله علیه وسلم
" لیس لولی اولیس لنبی
ان یدخل بیتاً مزوقاً "
وقال علیه الصلاة والسلام :

" انکی ایک بڑی خرابی بلند بالا عمارات
کی تعمیر اور مکانات کو نقش و نگار اور رنگوں
سے مزین کرنا تھا - وہ اس سلسلے میں
بہت تکلف سے کام لیتے تھے - اور گھر کی
زیب و زینت پر کثیر اموال خرچ کر دیتے
تھے - چنانچہ حضور صلعم نے شدید زجر
و توبیخ کیساتھ اسکی ممانعت کی -
آپ صلعم نے فرمایا " مومن جو کچھ خرچ
کرتا ہے اسکا اسے ثواب ملتا ہے سوائے
اسکے کہ وہ اپنا مال مٹی میں ملا دے
(یعنی بے جا تعمیرات میں ضائع کر دے)
حضور صلعم نے فرمایا " ہر عمارت عمارت
بنانے والے کیلئے وبال ہے سوائے اسکے
جس سے چارہ کار نہ ہو ، مخلص نہ ہو -
اسی طرح حضور صلعم کا ارشاد ہے "
کسی ولی یا نبی کیلئے جائز نہیں کہ وہ
ایسے گھر میں داخل ہو جو مزین و مزخرف

" ان الله لم يامرنا ان نكسوا الحجارة والطين - (۱)

ہو- اسی طرح حضور صلعم نے فرمایا "کہ اللہ تعالی نے ہمیں مٹی یا پتھر کو (کپڑے اور پردے) پہنانے کا حکم نہیں دیا - "

اسی طرح زائد از ضرورت فرنیچر اور دیواروں وغیرہ کی آراستگی و تصویر کشی کے بارے میں فرماتے ہیں :

" ومنها صناعة التصاوير في الثياب والجدران والانماط فنهي عنها النبي صلى الله عليه وسلم ومدار النهي شيئان احدهما انها احد وجوه الارفاه والزينة فانهم كانوا يتفاخرون بها ويبذلون اموالا خطيرة فيها فكانت كالحرير وهذا المعنى موجود في صورة الشجر وغيرها - وثانيهما ان المحاضرة بالصور و اتخاذها وجريان الرسم بالرغبة فيها يفتح باب عبادة الاصنام وينوه امرها ويذكرها لاهلها وما نشاهد عبادة الاصنام في اكثر الطوائف

" کپڑوں ، دیواروں اور قالینوں میں تصاویر بنانے سے حضور صلعم نے ممانعت فرمائی ہے - اس ممانعت کا دارومدار دو چیزوں پر ہے ایک یہ کہ ایسا کرنا ترفہ اور عیاشی کی صورتوں میں سے ایک مشہور ہے لوگ ان پر فخر جتایا کرتے تھے - اور کثیر اموال ان پر خرچ کرتے تھے - یہ تو ریشم کیطرح (کا حکم) ہوا اور درختوں مناظر وغیرہ کی تصاویر میں بھی یہی مفہوم پوشیدہ ہے (یعنی انکا انہماک آخرت کو بھلانے کا باعث بنتا ہے) دوسری چیز یہ ہے کہ تصاویر میں مشغولیت انکی تیاری اور انکا رائج ہونا ایسا

الا من مزه - (۱)

عمل ہے جس سے بت پرستی کا دروازہ
کھل جاتا ہے انکی عظمت پیدا ہوتی ہے
اور بت پرستوں کی یاد تازہ کرتی ہے اور
بیشتر اقوام میں بت پرستی کا آغاز
انہی تصاویر سے ہوا ہے -"

(ج) خوراک اور برتن وغیرہ :

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ خوراک کے معاملے میں صفائی اور صحت کے اصولوں کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے تاہم انمیں زیادہ انہماک نہیں ہونا چاہیے (۲) آپ فرماتے ہیں :

" وما اکل رسول الله
صلی الله علیه وسلم علی
خوان ولا فی سکرجة ولا
خبزله مرقق ولا رأی شاة
سمیطا بعینه قط ولا
اکل متکئا ومارای منخلا
کانوا یاکلون الشعیر غیر
منخول -
اعلم ان النبی صلی الله
علیه بعث فی العرب وعاداتهم
اوسط العادات ولم

" احادیث سے ثابت ہے کہ حضور
صلعم نے کبھی میز پر کھانا نہیں کھایا
طشتریاں استعمال نہیں کیں نہ ہی
میدہ کی روٹی کھائی - مسلّم بھنی
ہوئی بکری آپ نے کبھی نہیں کھائی
آپ کھانا تناول فرماتے وقت تکیہ
لگا کر نہیں بیٹھتے تھے اور نہ ہی
چھنے ہوئے آٹے کی روٹی استعمال
کرتے تھے اسی طرح صحابہ کرام
بغیر چھنے ہوئے جو کے آٹے کی
روٹی کھاتے تھے -

(۱) حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ - ص ۹۵۵ (۲) البدور البازغہ ص - ۷۱

یکونوا یتکلفون تکلف العجم
والاخذبها احسن وادنی
الا یتعمقوا فی الدنیا ولا
یعرضوا عن ذکر اللہ وایضاً
فلا احسن لاصحاب الملۃ
من ان یتبعوا سیرۃ امامہا
فی کل نقیر و قطمیر - قال
صلی اللہ علیہ وسلم ان
المومن یاکل فی معیً
واحد والکافر یاکل فی سبعۃ
امعاء - اقول : معناہ ان
الکافر ہمہ بطنہ والمومن ہمہ
آخرتہ وان الحری بالمومن ان
یقلل الطعام وان تقلیلہ
خصلۃ من خصال الایمان وان
شرہ الاکل خصلۃ
من خصال الکفر - (۱)

یاد رکھو آنحضرت صلعم کو عرب میں مبعوث
کیا گیا - جن کی عادات خورد و نوش میں
توسط اور میانہ روی تھی - وہ لوگ عجمی
متمدن اقوام کی عادات کے خوگر نہ تھے -
انکا طریقۂ زندگی سادگی کیوجہ سے
بہت عمدہ تھا - کیونکہ تکلفات کیوجہ سے
انسان عیش پرستی میں مبتلا ہو کر یاد الہی
سے غافل ہو جاتا ہے نیز کسی دین کے
پیروں کیلئے اس سے بہتر اور کوئی طریقہ
نہیں کہ وہ اپنے رہنما و پیشوا (صلعم)
کے طریقے کو اپنے لئے ہر چھوٹی بڑی
چیز میں نقش قدم جانیں (یعنی مسلمانوں
کیلئے بہتر طریقہ حضور کی سادگی و بے
تکلفی کا اتباع ہے) -

حضور صلعم کا ارشاد ہے کہ " مومن ایک
آنت سے کھاتا ہے اور کافر سات انتڑیوں
سے " اس ارشاد کا مقصد یہ ہے کہ کافر
کی تمام تر توجہ کھانے پر مبذول رہتی ہے
اور مومن کا مقصود آخرت ہے . مومن کے
شایان شان بات یہی ہے کہ وہ کھانا کم کر

(۱) حجۃ اللہ البالغۃ ج ۲ - ص - ۹۴۱

دے - کھانے میں کمی کرنا خصال
ایمان میں سے ہے اور کھانے کا لالچ
کرنا خصال کفر میں سے ہے " -

برتنوں کے بارے میں شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ لکڑی مٹی اور دیگر سہل الحصول اشیاء کے برتن بہترین ہیں - انکے مقابلے میں سونے چاندی اور نادر معدنیات سے بنے ہوئے برتن معاشی لحاظ سے مضر اور ناپسندیدہ ہیں (۱) شاہ صاحب لکھتے ہیں :

" ومنها استعمال اوانی الذهب والفضه قال صلی اللہ علیہ وسلم "الذی یشرب فی اناء الفضه انما یجرجر نی بطنه نارجہنم وقال صلی اللہ علیہ وسلم لا تشربوا فی انیه الذهب والفضه ولا تاکلوا فی صحافها فانها لهم فی الدنیا ولکم فی الاخرة -" (۲)	" انہی (اسباب تعیش) میں سے سونے چاندی کے برتنوں کا استعمال ہے - حضور صلعم نے فرمایا " جو شخص چاندی کے برتن میں پانی پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتا ہے " حضور صلعم نے فرمایا " سونے اور چاندی کے برتنوں میں نہ پیو اور انکی رکابیوں میں نہ کھاؤ - اسلئے کہ یہ کافروں کیلئے دنیا میں ہیں اور تمہارے لیے آخرت میں - "

۲ - راگ و رنگ اور فضول مشاغل :

شاہ صاحب نے ایسے مشاغل کو بھی -وسائٹی کا بوجھ قرار

(۱) البدور البازغة ص
(۲) حجه اللہ البالغه ج ۲ - ص - ۹۵۸

رہا ہے جنکے باعث لوگ اپنا قیمتی تفریح اور وقت گزارنے کی غرض سے وقت اور مال دولت بے دردی سے ضائع کرتے ہیں - شاہ صاحب فرماتے ہیں :

" ومنها الاشتغال بالمسليات وهي ما يسلي النفس عن هم اخرته و دنياه ويضيع الاوقات كالمعازف والشطرنج واللعب والحمام واللعب بتحريش البهائم ونحوها فان الانسان اذا شتغل بهذه الاشياء لها عن طعامه و شرابه وحاجته وربما كان حاقنًا ولايقوم للبول فان جرى الرسم بالاشتغال بها صارالناس كلا على المدينة ولم يتوجهوا الى اصلاح نفوسهم - (۱)

" اسباب تعیش میں سے ان چیزوں کا استعمال بھی ہے جنکا مقصد غم اور پریشانی کو مٹانا ہوتا ہے - یہ اشیاء دنیا اور آخرت کے امور کے بارے میں انسان کو لاپرواہ بنا دیتی ہیں اور اوقات کے ضیاع کا باعث بنتی ہیں - مثلاً راگ رنگ شطرنج کبوتربازی اور چوپایوں کو لڑانا وغیرہ - جب انسان کو ان چیزوں کی لت پڑ جاتی ہے تو اسے کھانے پینے اور ضروری کاموں کی شدھ بدھ بھی نہیں رہتی - بسا اوقات وہ ان امور میں اتنا منہمک ہو جاتا ہے کہ اسکو پیشاب یا رفع حاجت کی سخت ضرورت محسوس ہوتی ہے پھر بھی وہ ان بے ہودہ مشاغل کو چھوڑ کر ادھر متوجہ نہیں ہوتا - اگر ان فضول امور کو فروغ حاصل ہو تو یہ معاشرے پر ایک بہت بڑا بوجھ ثابت

(۱) حجۃاللہ البالغہ ج ۲ - ص - ۹۵۶

ہوتے ہیں اور ایسے لوگوں سے انکے نفوس
کی اصلاح کی توقع بھی نہیں کی جا سکتی

۳- ضرورت سے زیادہ اشیاء جمع کرنے کا شوق :

" ضرورت سے زائد سامانِ دنیا کے جمع کرنے اور نمائش کرنے کا شوق بھی معاشی اونچ نیچ اور عدم توازن کا سبب بنتا ہے - چنانچہ شاہ صاحب قناعت کی ضرورت پر زور دیتے ہیں اور زائد از ضرورت اشیاء جمع کرنے کی مذمت فرماتے ہیں - لکھتے ہیں :

" ومنها اقتناء عدد كثير من الدواب والفرش لا يقصر بذالك كفاية الحاجة بل مراءاة الناس والفخر عليهم -
فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم فراش للرجال و فراش لامراته والثالث للضيف والرابع للشيطان
وقال صلى الله عليه وسلم " يكون ابل للشياطين و بيوت للشياطين - "

" انہی (امور تعیش میں سے) یہ بھی ہے کہ آدمی کثرت کے ساتھ مویشی و چوپائے اور فرنیچر وغیرہ حاصل کرنے کی کوشش کرے - جسکا مقصد ضروریات کی تکمیل نہیں بلکہ لوگوں کے سامنے نمائش اور ان پر فخر کرنا مقصود ہوتا ہے
جناب رسول اللہ صلعم نے فرمایا " ایک بستر مرد کیلئے ہے دوسرا اسکی بیوی کیلئے تیسرا مہمان کیلئے اور چوتھا شیطان کیلئے ہے " - حضور صلعم نے فرمایا " کچھ اونٹ شیاطین کیلئے ہوتے اور کچھ گھر شیاطین کیلئے" (یعنی زائد از ضرورت)

قال ابوھریرہ رضی اللہ عنہ "اما ابل الشیاطین فقد رأیتہا یخرج احدکم بنجیبات معہ قد أسمنہا ولا یعلوا بعیرا منہا ویمر باخیہ قد انقطع بہ فلا یحملہ ۔ " (۱)

حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا " شیاطین کے اونٹوں کو تو میں نے دیکھا ہے کہ تم میں سے ایک آدمی اونٹنیوں کو لیکر نکلتا ہے جو اس نے خوب فربہ کرائیں ہوتی ہیں اور انمیں وہ کسی اونٹ پر سوار نہیں ہوتا ۔ پھر وہ اپنے ایک ایسے (مسلمان) بھائی کے پاس سے گزرتا ہے جو سواری نہ ہونے کے باعث تھک کر رک گیا ہوتا ہے مگر وہ شخص اسے اپنے اونٹ پر سوار نہیں کراتا "

۴ ۔) عیش و عشرت کے معاشی اثرات :

شاہ صاحب نے معاشرے پر عیاشانہ زندگی کے تباہ کن اثرات کو پرزور الفاظ میں واضح کیا ہے ۔ اور بتایا ہے کہ اسکے اثرات ایک متعدی مرض کیطرح معاشرے کے پورے جسم کو کھوکھلا کر دیتے ہیں ۔ شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں :

" وکذلک من معاسر التعون ان ترغب عظمارؤھم فی دقائق الحلی واللباس والبناء والمطاعم وغیر

" تمدن کی ایک بڑی خرابی یہ ہے کہ کسی ملک کے اہل ثروت ارتفاقات ضروریہ سے تجاوز کرکے عیاشی کے لوازم کو فروغ دیں ۔ مثلاً قسم قسم کے کھانوں کی تیاری ، زرق

(۱) حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ۔ ص ۔ ۹۵۷

النساء ونحو ذلک زیادة	برق کے لباس، انواع واقسام کے
علی ماتعطیه الارتفاقات	زیورات اور سامان آرائش، شاندار عمارات
الضروریة التی لابد للناس	اور عورتوں کے حسن و جمال کو ترقی دینے
منها واجتمع علیها عرب	کیلئے (میک اپ کے) سامان وغیرہ
الناس وعجمهم -	پر اپنی توجہات مرکوز کر دیں -
فیکتسب الناس بالتصرف	چنانچہ لوگ امور طبیعیہ میں تصرف کر کے ایسے
فی الامور الطبیعیة لتتأتی	کاروبار اختیار کرنے لگتے ہیں جن سے
منها شهواتهم فینتصب	امراء و عظماء کی خواہشات پوری ہوں
قوم الی تعلیم الجواری	چنانچہ کچھ لوگ لڑکیوں کو موسیقی رقص
للغناء والرقص والحرکات	اور متناسب و لذیذ جسمانی حرکات کی تعلیم
المتناسبة اللذیذة وآخرون	دینے لگ جاتے ہیں - کچھ کپڑوں میں
الی الالوان المطربة فی	بھڑکیلے رنگ اور نقش و نگار اجاگر کرنے
الثیاب و تصویر صور الحیوانات	میں مشغول ہوتے ہیں - کچھ لوگ مصوری
والاشجار العجیبة والتخاطیط	اور اشجار و حیوانات کی رنگا رنگ
الغریبة فیها وآخرون الی	تصاویر بنانے میں مگن ہوتے ہیں - کچھ
الصناعات البدیعة فی الذهب	سونے چاندی اور جواہرات کے نئے
والجواهر الرفیعة وآخرون الی	نئے ڈیزائن متعارف کرنے میں مصروف
الابنیة الشامخة وتخطیطها	ہوتے ہیں جبکہ بہت سے لوگ بلند و بالا
وتصویرها فاذا اقبل جم غفیر	عمارت کی تعمیر و تزئین اور نقش و نگار

منهم الى هذه الاكساب
اهملوا مثلها من الزّراعات
والتجارات واذا انفق
عظماء المدينة فيها
الاموال اهملوا مثلها من
مصالح المدينة -
وذلك ضرر بهذه المدينة
يتعدى من عضو حتى يعم
الكل ويتجارى فيها كما
يتجارى الكلب فى بدن
المكلوب وهذا شرح
تضررهم فى الدنيا واما
تضررهم بحسب الخروج
الى الكمال الاخروى فغنى
عن البيان - (۱)

میں اپنا کمال دکھاتے ہیں - پس جب
اکثر لوگ ان (فنون لطیفہ اور عیاشانہ)
پیشوں میں مگن ہو جاتے ہیں تو اسی
مناسبت سے دوسرے ضروری پیشوں
مثلاً زراعت و تجارت میں کمی آ جائے
گی - اور اسی قدر ملکی مصلحتوں میں
کوتاہی ہوگی ۰۰۰ یہ (عیاشانہ معیار زندگی)
ملک کیلئے ایک موذی مرض ہے جو اسکے
ایک حصے سے منتقل ہو کر دوسرے سرے
تک پہنچ جائے گا - اور آخرکار پورے
ملک پر چھا جائے گا - اور اس میں اس
طرح سرایت کر جائے گا - جیسے
دیوانے کتے کا زہر انسان کے پورے
بدن میں سرایت کر جاتا ہے اور یہ اس
کے دنیوی ضرر کا بیان ہے اور
اخروی کمال تک پہنچنے کے راستے میں
تو یہ اسقدر مضر ہے کہ اسکا بیان ناممکن
ہے -

---

(۱) حجة الله البالغة ج ۲ - ص - ۴۲۱

۵) پیشوں کی غلط تقسیم اور مخرب اخلاق پیشوں کا ظہور :

اس ضمن میں شاہ صاحب ایسے مخرب اخلاق پیشوں پر کڑی نظر رکھنے کی ضرورت پر بھی زور دیتے ہیں جو ہے جا معاشرتی خرابیوں اور معاش عدم توازن کا سبب بنتے ہیں -

تمدن کی ترقی کے ساتھ ساتھ جب پیشوں کی تعداد اور شاخیں بڑھتی جاتی ہیں تو اسوقت ان پر کنٹرول نہایت ضروری ہو جاتا ہے - اس ضمن میں شاہ صاحب بتاتے ہیں کہ اگر اکثریت ایک پیشہ یا کسب اختیار کر لے مثلاً اکثر لوگ صنعت و حرفت میں لگ جائیں یا سرکاری دفاتر میں کلرکی کے پیچھے پڑ جائیں تو مویشیوں کی پرورش کاشتکاری اور دیگر بہت سے پیشے قحط الرجال کا شکار ہو جائیں گے اور پیشوں کے اس عدم توازن کا سوسائٹی پر برا اثر پڑے گا -

اسی طرح بعض لوگ ایسے پیشے اختیار کر لیتے ہیں یا ایسی اشیاء کی صنعت سے وابستہ ہو جاتے ہیں جو معاشرے کی بربادی کا باعث بنتے ہیں - اسلئے کہ جب ایسی اشیاء موجود ہوں گی تو انکو استعمال کرنے والے بھی بڑھتے جائیں - اگر انکا وجود نہیں ہوگا تو لوگوں کو اسطرف توجہ ہی نہیں رہنے گی یہ نکتہ آجکل کے زمانے میں بہت توجہ کا مستحق ہے اسلئے کہ بہت سی اشیاء کو صرف پروپیگنڑہ اور تشہیر کے ذریعے انسان کی بنیادی ضروریات میں داخل کیا جارہا ہے اور ریڈیو ' ٹی وی وغیرہ کے اشتہار غیر ضروری اشیاء کیلئے معاشرے میں مصنوعی پیاس پیدا کر رہے ہیں - شاہ صاحب لکھتے ہیں :

" وان تكسبوا بعصارة الخمر
وصناعة الاصنام كان ترغيبا
للناس في استعمالها على
الوجه الذي شاع بينهم
فكان سببا لهلاكهم في الدين
فان وزعت المكاسب واصحابها
على الوجه المعروف الذي
تعطيه الحكمة وقبض على
ايدي المكتسبين بالأكساب
القبيحة صلح حالهم - (۱)

" اگر لوگ شراب نچوڑنے اور
مجسمہ سازی وغیرہ سے روزی کمانے
لگیں گے تو عام لوگوں میں ان اشیاء
کے رواج کے مطابق انکے استعمال
کی ترغیب پیدا ہوگی اور یہ دین کے
معاملے میں انکی ہلاکت کا سبب
بنے گی اور اگر حکمت کے معروف طریقوں
کے مطابق پیشوں اور پیشہ وروں کی
تقسیم کا انتظام کیا جائے - اور
برے پیشوں پر پابندی لگائی جائے
تو انکی حالت درست ہو جائے گی - "

۶) گراں بار ٹیکس :

شاہ صاحب بتاتے ہیں کہ عیاشانہ طرز زندگی کے اثرات صرف معاشرے کے ایک طبقے تک ہی محدود نہیں رہتے بلکہ یہ معاشرے کے تمام جوانب کو بری طرح متاثر کرتے ہیں - اور اسکی وجہ یہ ہے کہ جب اعلی طبقے کے لوگوں کے اخراجات بڑھ جاتے ہیں اور انکے درمیان نمود و نمائش کی دوڑ تیز تر ہوتی

(۱) حجۃ اللہ البالغۃ ج ۲ - ص - ۱۲۰-۲۱

جاتی ہے تو انہیں روپیہ پانی کی طرح بہانا پڑتا ہے - اور وہ اسکے حصول کیلئے ظالمانہ طریقے اختیار کرنا شروع کر دیتے ہیں - اور وہ صنعت و حرفت اور تجارت وغیرہ میں مشغول لوگوں پر گرانبار ٹیکس لگا دیتے ہیں - جس سے ایک طرف تو اشیاء و صرف کی قیمتوں میں مسلسل اضافہ ہوتا جاتا ہے - اور دوسری جانب معاشرے کا عامل اور مغیر عنصر دبتا چلا جاتا ہے - اگر وہ حسب فرمائش ٹیکس ادا کرتے رہیں تو انکی معاشی زندگی برباد ہوتی جاتی ہے اور اگر وہ انکار کریں تو انہیں اذیت ناک سزائیں دی جاتی ہیں - (۱)

۷) سـود :

سود کو شاہ صاحب معاشرے کیلئے سم قاتل قرار دیتے ہیں اس سلسلے میں آپ نے خاص طور پر سود کی درج ذیل خرابیوں کی نشاندہی کی ہے :

(۱) سود دراصل وہ قرض ہے جسمیں مقروض اس بات کا پابند ہوتا ہے کہ وہ قرض خواہ (سود خوار) کو اصل زر سے زیادہ اور بہتر مقدار واپس کرے - یہ حرام اور باطل ہے -

(۲) قرض عام طور پر وہ لوگ لیتے ہیں جو مفلس ہوں اور اپنی حاجت کسی اور ذریعے سے پوری نہ کر سکتے جسکی وجہ سے مجبور ہو کر سود پر رقم لے لیتے ہیں -

(۳) اکثر مقروض وقتِ مقرر پر سود اور اصل رقم کی ادائیگی نہیں کر سکتے اور اسطرح انکا قرض بڑھتا چلا جاتا ہے - جس سے ساری عمر خلاصی ناممکن

(۱) ولا تحصل تلک الاموال الا بتضعیف الضرائب علی الفلاحین والتجار و اشباہھم والتضییق علیھم فان امتنعوا قاتلوھم و عذبوھم وان اطاعوا جعلوھم بمنزلۃ

(اگلے صفحہ پر)

ہو جاتی ہے -

(۴) سود لینے اور دینے والوں کے درمیان سخت عداوت اور نفرت کا تعلق ہوتا ہے جو اکثر اوقات لڑائی جھگڑوں کا باعث بن جاتا ہے -

(۵) سودی کاروبار کا انسانی اخلاق پر بہت برا اثر پڑتا ہے جو لوگ سود خوری کا پیشہ اختیار کر لیتے ہیں وہ مقروضوں سے روپیہ وصول کرنے میں سختی سے حساب اور چھوٹی چھوٹی چیزوں پر نہایت بخل اور تدقیق سے کام لیتے ہیں اور ایسے اشخاص میں مروت کی روح بالکل مر جاتی ہے -

(۶) وہ بنیادی پیشے جو معاشرے کی صحتمند وجود کیلئے ضروری ہیں - مثلاً زراعت و صنعت وغیرہ' وہ سود کے فروغ کے ساتھ متروک ہوتے جاتے ہیں (مالدار لوگ سودی کاروبار اختیار کرنے لگتے ہیں تا کہ دولت بغیر خطرے کے بڑھتی جائے اور غریب ' سود کے شکنجے میں جکڑتے جاتے ہیں) -

(۸) جوا بازی :

جوا درحقیقت تعاون انسانی کی بجائے دوسرے کے مال کو چھین لینے کی ایک شریر خواہش کی پیداوار ہے - اسی لئے سود کی طرح تمدن کی بربادی کا باعث ہے - شاہ صاحب لکھتے ہیں :

" اعلم ان المیسر سحت	" یاد رہے کہ جوا حرام اور باطل ہے
باطل لانہ اختطاف لاموال	اسلئے کہ یہ لوگوں سے انکے اموال

(بقیہ حاشیہ ص ۴۷۸) الحمیر و البقر یستعمل فی النضح والریاس والحصار ولا تقتنی الا لیستعز بھا فی الحاجات ثم لا تترک ساعۃ من العنا و حتی صاروا لایرفعون روسھم الی السعادۃ الاخرویۃ اصلاً و لا یستطیعون ذلک -
(حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ - ص - ۲۶۳

الناس عنهم معتمر علی
اتباع جهل و حرص و
امنية باطلة وركوب غرر
تبعثه هزء على الشرط
وليس له دخل فى التمدن
والتعاون فان سكت المغبون
سكت على غيظ وخيبة وان
خاصم خاصم فيما التزمه
بنفسه واقتحم فيه بقصره
والغابن يستلذه ويرعوه
قليله الى كثيره ولايرعه
حرصه ان يقلع عنه وعما
قليل تكون التره عليه وفى
الاعتماد بذالك افساد للاموال
ومناقشات طويلة واهمال
للارتفاقات المطلوبة واعراض
عن التعاون المبنى عليه التمدن
والمعاينة تغنيك عن الخبر فل
رأيت من اهل القمار الاما

چھین لینے کا دوسرا نام ہے -
اسکا دار و مدار جہالت ' حرص '
باطل خواہشات اور دھوکہ و
فریب پر ہے جو انسان کو اس پر
آمادہ کرتے ہیں - حالانکہ اسے
نظام تمدن کی اصلاح اور باہمی
تعاون میں کچھ دخل نہیں - جو
شخص ہار جاتا ہے اگر وہ خاموش
رہے تو اسکا دل ناکامی اور نامرادی
سے کڑھتا رہتا ہے - اور اگر جھگڑنے
لگے تو اسکا جھگڑا اسلئے بے بنیاد
اور نامعقول سمجھا جاتا ہے کہ جو
مال اسکے ہاتھ سے چلا گیا ہے
اسکے دینے کا اس نے خود التزام
کیا تھا - اور جان بوجھ کر خود کو
مصیبت میں ڈالا تھا - برخلاف
اسکے جس شخص کو جیت کا چسکہ
لگ جاتا ہے - تھوڑا فائدہ اسے
زیادہ حاصل کرنے پر ابھارتا ہے

ذکر نا ہ - (۱) ہے اور اسکی بڑھتی ہوئی حرص اسے آرام سے بیٹھنے نہیں دیتی - اور جلد ہی اسے حسرتناک انجام سے دوچار ہونا پڑتا ہے - اور جوئے کی عادت پڑ جانے سے اموال برباد ہو جاتے ہیں - دشمنیاں چل پڑتی ہیں - معاشرے کے ضروری ارتفاقات متروک ہو جاتے ہیں اور تمدن کی اصل بنیاد یعنی تعاون کی روح ختم ہو کر رہ جاتی ہے اور اگر آپ جوئے بازوں کے انجام پر گہری نظر ڈالیں تو بہی کچھ دیکھیں گے جو ہم نے کہا ہے - "

(۸) سود (اور جوا) ایسے پیشے ہیں جو نشے کی طرح ذہن پر سوار ہوتے ہیں (اسلئے سود خور اپنے کاروبار کے راستے میں کوئی دینی اخلاقی یا قانونی رکاوٹ برداشت کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا) - (۲)

---

(۱) حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ - ص - ۲۲۷

(۲) " وکذالک الربا و ہوالقرض علی ان یودی الیہ اکثر او افضل مما اخذ سحت باطل فان عامۃ المقترضین بہذا النوع ہم المفالیس - المضطرون وکثیراً مالا یجدون الوفاء عند الاجل فیصیر اضعافاً مضاعفۃ لا یمکن التخلص منہ ابداً - وہو مظنۃ لمنا قشات عظیمۃ و خصومات مستطیرۃ واذا جری الرسم باستنماء المال بہذا الوجہ افضی الی ترک الزراعات والصناعات التی ہی اصول المکاسب ولاشیئی فی العقود اشد تدقیقا واعتناء بالقلیل و خصومۃ من الربا وہذان الکسبان بمنزلۃ السکر -

حجۃاللہ البالغہ ج ۲ - ص - ۲۳ - ۲۲۲

۹) رشــوت :

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ حکومت کے اہل کاروں کی ضروریات کی تکمیل اور پھر انکے آمد وخرچ کی کڑی نگرانی بہت ضروری ہے - اسلئے کہ اسطرح نہ کرنا رشوت کے رواج کا باعث بنتا ہے - اور رشوت کا رواج گویا بے شمار مفاسد کے دروازے کو کھول دینا ہے - (۱)

۱۰) دھوکہ دہی اور غیر صحتمندانہ مسابقت :

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ معاشرے کو تنزل سے بچانے کیلئے ضروری ہے کہ افراد کے باہمی معاملات کو عدل اور توازن کی بنیاد پر قائم رکھنے کی کوشش کی جائے اور ایسے امور کو قانوناً ممنوع قرار دیا جائے جو معاشرتی اور معاشی مفاسد کا باعث بنتے ہوں اس سلسلے میں شاہ صاحب نے درج ذیل امور کا ذکر فرمایا ہے -

(۱) اس قسم کے تمام معاملات کو ممنوع قرار دیا جائے جنمیں جوئے اور قمار کی روح کسی نہ کسی شکل میں موجود ہو انہوں نے مثال کے طور پر عہدِ جاہلیت کی بعض بیوع مثلاً مزابنۃ ' محاقلۃ ' بیع الصبرۃ ' منابذۃ ' بیع الحصاۃ اور بیع العربان (یعنی بیعانہ) کا ذکر فرمایا ہے -

(۲) ایسے معاملات جو (تنازعات) کا موجب ہوں - مثلاً مال ' پیمانہ یا

---

(۱) حجۃ اللہ البالغۃ ج ۲ - ص- ۸۴۲ (ملخصاً) لعن رسول اللہ صلعم الراشی والمرتشی والسرّ فی ذلک انہ ینا فی المصلحۃ المقصودہ ویفتح باب المفاسد -

قیمت کا متعین نہ ہونا یا ایسی مشروط بیع جو بعد میں جھگڑے کا باعث بنے -

(۳) نظام مرنہت میں خلل انداز ہونے والے عقود و معاملات مثلاً

کسی کی بیع میں دخل دینا، بولی پر بولی دینا، یا نرخ بڑھانے کی غرض سے بولی دینا

ناواقف افراد کے درمیان ایسی دلالی جو فریقین کے نقصان اور قیمتوں میں اضافے

کا باعث بنے - (نمبر ۱ تا ۳ کا ذکر باب ۸ میں تفصیل کے ساتھ گزر چکا ہے)

(۴) مباح اشیاء پر ناجائز اجارہ داری : ایسی اشیاء کی خرید و فروخت اور

ان پر قبضہ جو اللہ تعالی نے تمام انسانوں کیلئے مشترکہ فائدے کے لئے مباح

قرار دی ہیں جیسے بہتا پانی، کھلی چراگاہ کی گھاس وغیرہ - (۱)

۱۱) مفت خوری :

شاہ صاحب نے مملکت کی بربادی کے دو بڑے اسباب میں سے

ایک یہ بھی بتایا ہے کہ بہت سے لوگ کوئی مفید خدمت انجام دیئے بغیر علمی رتبہ

زہد و عبادت یا شعر و سخن سے وابستگی کے زور پر قومی دولت بٹورنے کی کوشش

کرتے ہیں - اس قسم کے لوگ معاشرے کا بوجھ اور معاشی تنزل کا ایک بڑا سبب

ہوتے ہیں - (۲)

---

(۱) حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ - ص - ۲۸ - ۲۲۷ (ملخصاً)

(۲) حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ - ص - ۱۲۵

فصل: معاشی تنزّل کو روکنے کی تدابیر

۱) مسلسل احتساب :

ایسے جملہ امور جو معاشرے میں مسرفانہ طرز زندگی اور معاشی عدم توازن کا سامان بن رہے ہوں - شاہ صاحب انکی روک تھام پر زور دیتے ہیں - جیسا کہ شاہ صاحب ایک عمومی قاعدے کی شکل میں لکھتے ہیں :

" اعلم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نظر الی عادات العجم وتعمقاتہم فی الاطمئنان بلذات الدنیا فحرم روسھا واصولھا وکرہ ما دون ذلک - (۱)

" یاد رہے کہ حضور نبی اکرم صلعم نے عجم کی عادات اور دنیاوی لذتوں میں اطمینان کے حصول کیلئے انکے تعمقات پر نظر کی تو انکی اصل اور جڑ کو بالکل حرام قرار دیا اور اسکے علاوہ (دوسرے درجے کے امور) کو ناپسندیدہ اور مکروہ قرار دیا -

اس ضمن میں شاہ صاحب ایک نہایت قابل عمل اور موثر اصول پیش کرتے ہیں جو بگڑی ہوئی معیشت کو درست کرنے کیلئے ایک مستقل "احتسابی عامل" کی حیثیت سے بروئے کار لایا جا سکتا ہے اور وہ یہ کہ جو اشیاء بذات خود تو حرام نہ ہوں تاہم حرام اور ظالمانہ امور کے وجود میں لانے کا باعث بن رہی ہوں انکو بھی کنٹرول کرنا لازمی ہے - شاہ صاحب فرماتے ہیں :

" ومنھا انہ اذا امر بشیء " (استنباط کے اصول میں سے ایک) یہ

---

(۱) حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ - ص - ۹۴۹

حتما اقتضى ذلك ان يرغب
فى محرماته ودواعيه واذا نهى
عن شىء حتما اقتضى ذلك
ان يسرر ذرائعه و يحمل
دواعيه ولما كانت عبادة
الصنم اثما وكانت المخالطة
بالصور والاصنام مفضية اليه
كما وقع فى الامم السالفة
وجب ان يقبض على ايدى
المصورين ولما كان شرب
الخمر اثما وجب ان يقبض
على ايدى العصارين وينهى
عن الحضور على المائدة
التى فيها خمر ولما كان
القتال فى الفتنة اثما
وجب ان ينهى عن بيع
السلاح فى وقت الفتنة
ونظير هذا الباب من سياسة
المدينة انهم لما
اطلعوا على مفسدة من

ہے کہ جب کسی چیز کے کرنے کا حکم
فرضِ موکد کے طور پر دیا جائے تو یہ
ضروری ہے کہ اسکے دواعی اور مقدمات
کی بھی ترغیب و تحریص دلائی جائے
اسی طرح جس فعل کو ممنوع قرار دیا جائے
اسکے اسباب و ذرائع کا انسداد بھی
ضروری ہے - مثال کے طور پر بت پرستی
ایک فعل ممنوع ہے اور اسکا ارتکاب اثمِ
عظیم ہے - اسلئے مورتیوں اور تصویروں
کیطرف رغبت کرنا اور دوسری اغراض کیلئے
انکو استعمال کرنا بھی ممنوع قرار دیا گیا
کیونکہ بت پرستی کی بنیاد یہیں سے پڑتی
ہے - امم سابقہ کی تاریخ بت پرستی اسکی
شاہد ہے -
اسی طرح چونکہ شراب کا پینا گناہ کبیرہ
تھا اسلئے یہ ضروری تھا کہ کشیدِ
شراب کا پیشہ حرام قرار دیا جائے اور
یہ کہ جس ضیافت میں شراب پی جا رہی
ہو اسمیں شرکت نہ کی جائے علی ہذا القیاس
جب بغاوت اور فتنہ برپا ہو تو اسوقت

السم فی الطعام والشراب اخزوا المواثیق من بائعی الادویة الا یبیعوا السم الا تورا لایهلک شاربه غالبا ولما اطلعوا علی خیانة قوم اشترطوا علیهم الایرکبوا الخیل ولا یحملوا السلاح - (۱)

ہتھیاروں کا فروخت کرنا ممنوع ہے سیاست عامہ میں اسکی نظر یہ ہے کہ جب موبرین حکومت کو معلوم ہوا کہ لوگ اکثر اوقات زہر خورانی کے ذریعے دوسروں کے قتل کے مرتکب ہوتے ہیں تو انہوں نے عطاروں اور پنساریوں کو حکم دیا کہ وہ مجہول الحال کے ہاتھ زہر نہ بیچیں یا اگر بیچیں تو فقط اتنی مقدار میں جسکا کھا لینا موت اور ہلاکت کا موجب نہ ہو - اور جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ اہل ذمہ کی نیت خراب ہے اور وہ دھوکا کرنا چاہتے ہیں تو انہوں نے قانوناً انکو گھوڑے کی سواری اور ہتھیار اٹھانے پھرنے سے منع کر دیا " -

۲) ظلم کو مٹانا افضل ترین عمل ہے :

شاہ صاحب ظالمانہ نظام کومٹانے اور سنت راشدہ کو قائم کرنے کیلئے بعض اوقات سخت اقدامات کی ضرورت پر بھی زور دیتے ہیں - اسلئے کہ غلط رسومات کے داعی اور انکے ذریعے مفادات حاصل کرنے والے صرف زبانی نصیحت سے راہ راست پر نہیں آتے - اور نیک لوگوں کی خاموشی و صلح پسندی انکے مزموم عزائم کو مزید تحریک دیتی ہے چنانچہ شاہ صاحب ایسے لوگوں کے خلاف

(۱) حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ - ص - ۲۶۹

ہتھیار اٹھانے کو بہت بڑی نیکی اور وقت کی ضرورت قرار دیتے ہیں - فرماتے ہیں :

" ان یفعلوھا مع الناس ولا	" (یہ ظالم اور بدمعاش لوگ) دوسرے
یستحسنون ان یفعل ذٰلک	لوگوں کیساتھ ایسا نامناسب سلوک
معھم فلا ینکر علیھم احد	کرتے ہیں کہ وہ سلوک خود ان کے ساتھ
لجاھھم وصولتھم فیجئی فجرۃ	کیا جائے تو وہ کبھی اسے پسند نہ
القوم فیقتدون بھم ویتصرونھم	کریں مگر انکی شان و شوکت اور اثر
ویبذلون السعی فی اشاعۃ	و رسوخ کے باعث کوئی ان پر اعتراض
ذٰلک ویجئی قوم لم یخلق	کی جرات نہیں کر سکتا - چنانچہ قوم
فی قلوبھم میل قوی الی	کے فاسق و فاجر لوگ انکا اتباع کرتے
الاعمال الصالحۃ ولاالی	اور ان سے تعاون کرتے ہیں اور ان
اضدادھا فیحملھم مایرون من	غلط طریقوں کو رائج کرنے میں پوری
الرؤسا علی التمسک بذٰلک	کوشش دکھاتے ہیں -
وربما اوعیت بھم المذاھب	پھر ایک ایسی نسل آتی ہے جو
الصالحۃ ویبقی قوم فطرتھم	(پیدائش کے لحاظ سے خالی الذہن
سویۃ فی اخریات القوم	ہوتے ہیں) نہ وہ اچھے اعمال کی
لایخالطونھم ویسکتون	طرف مائل ہوتے ہیں نہ برے اعمال
علی غیظ فتنعقد سنۃ	کی طرف تاہم ان (بدکردار)
سیئۃ و تتاکد ویجب بذل	سرداروں کو دیکھ دیکھ کر انہیں انکی
الجھد علی اھل الاراء	پیروی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور

الكلية فى اشاعة الحق وتمشية واخمال الباطل وصره فربما لم يمكن ذلك الا بمخاصمات او مقاتلات فيعد كل ذلك من افضل اعمال البر - (۱)

بسا اوقات انکی اصلاح کے راستے مسدود ہو جاتے ہیں -
انہیں سے کچھ لوگ ایسے رہ جاتے ہیں جنکی فطرت سلیم ہوتی ہے وہ ان لوگوں سے میل جول نہیں رکھتے البتہ ناراض ہو کر خاموش رہتے ہیں اور آخرکار ایک بری رسم ' رواج پذیر اور مستحکم ہو جاتی ہے - ایسے وقت میں جو لوگ آراء کلیہ (عمومی معاملات) کے نگران ہوتے ہیں ان پر لازم ہے کہ حق کی اشاعت و ترویج کرنے اور باطل کو مٹانے اور روک دینے کی بھرپور کوشش کریں - بعض اوقات یہ کام سخت مقابلوں اور جنگ وقتال کے ذریعے ہی سے حاصل ہو سکتا ہے چنانچہ انہیں سے ہر ایک کام (نزاع و قتال) اسوقت دنیا بھر کے اعمال سے افضل ترین شمار ہوگا - "

۳) معاشرے کے ناسور کو کاٹ پھینکنا چاہیے :

انسانی معاشرہ کے بعض گوشے بعض اوقات مجسم ظلم اور جبر کی شکل اختیار کر لیتے ہیں - جنکا علاج اور اصلاح عام حالات میں ممکن نہیں ہوتا ایسے وقت میں اللہ تعالی کی رحمت کا تقاضا یہ ہے کہ ایسے سرطان زدہ حصوں

(۱) حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ - ص - ۱۳۶

کو معاشرے کے جسم سے الگ کر دیا جائے - فرماتے ہیں ":

" وایضا فالرحمۃ" التامۃ
الکاملۃ بالنسبۃ الی البشر
ان یہدیہم اللہ الی الاحسان
وان یکبح ظالمہم عن الظلم
وان یصلح ارتفاقاتہم و
تدبیر منزلہم وسیاسۃ مدینتہم
فالمدن الفاسدۃ التی یغلب
علیہا نفوس سبعیۃ ویکون لہم
تمنع شدید انما ہو بمنزلۃ
الآکلۃ فی بدن الانسان
لایصح الانسان الابقطعہ
والذی یتوجہ الی اصلاح
مزاجہ واقامۃ طبیعتہ لا
بدلہ من القطع والشر القلیل
اذا کان مفضیا الی الخیر
الکثیر واجب فعلہ -(۱)

" نیز بشر کے ساتھ رحمت تامہ کاملہ
یہ ہے کہ اللہ انکو احسان و بھلائی کی
طرف ہدایت دے اور انھیں ظالم کو ظلم
سے باز رکھے اور انکے ارتفاقات ، تدبیر
منزل اور ملکی سیاست کی اصلاح کرے
پس ایسے فساد زدہ علاقے جن پر درندگی
کا غلبہ ہو جائے اور انکو زبردست قوت
بھی حاصل ہو وہ انسانی بدن میں
ناسور کی طرح ہیں جسکو کاٹے بغیر
انسان صحتمند نہیں ہو سکتا ہے۔
انسان کی اصلاح مزاج اور اسکی طبیعت
کو قائم اور درست رکھنے کیلئے یہ ضروری
ہے کہ اسے کاٹ پھینکا جائے اور تھوڑے
شر (نقصان) سے خیر کثیر حاصل
ہو رہی ہو تو اسکا حصول لازمی ہے - "

---

(۱) حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ - ص - ۹۷ - ۸۹۶

۴) ترقیاتی منزل کا تعین ضروری ہے :

شاہ صاحب کے نزدیک معاشرے کی ترقی اور تنزل کوئی جامد اشیاء نہیں ہیں بلکہ انکا ایک دوسرے سے گہرا ربط ہے - اسلئے جب کسی معاشرے کی اصلاح پیش نظر ہو تو دیکھنا چاہئیے کہ وہ معاشرہ تہذیب کی کس منزل پر ہے - پھر جو درجہ حاصل ہو اسکو مضبوطی سے پکڑ کر اس سے اگلے درجے کے حصول کی کوشش کرنی چاہئیے اسی طرح اگر کوئی اجتماعِ انسانی ارتفاقات کے کسی بلند درجے سے گر کر نیچے آ چکا ہو تو پوری بصیرت کے ساتھ اسکا تعین کر کے آگے بڑھنے کی کوشش کی جانی چاہئیے - فرماتے ہیں :

" فاذا بطل نظام الارتفاق
الرابع مثلا فصلاح الناس
ان یتشبثوا بالارتفاق الثالث
بآرابه المتضمنة لکنه الارتفاق
الرابع واصله من غیر تمثال
وانتشار وانعقاد صورة له
کالاصطلاح علی سنة عادلة بینهم
لو عصوها لثارت الفتنة واقتتلوا
وکان البأس علیهم اشد مما
توقعوا لانفسهم ۰۰۰ واذا
بطل الارتفاق الثالث وجب

" (مثال کے طور پر) اگر کسی اجتماع انسانی کا بین الاقوامی نظام (ارتفاق چہارم) ٹوٹ جائے تو لوگوں کی بھلائی اسمیں ہوتی ہے کہ ارتفاق چہارم کی روح کو قائم رکھتے ہوئے اور اس ارتفاق کی عادلانہ باتوں پر قائم رہتے ہوئے ارتفاق سوم کو مضبوطی سے تھام لیں اگر انہوں نے ارتفاق چہارم کے اصولوں کو ترک کر دیا تو ان قوموں کے مابین ایسے فتنے اور جنگیں پیدا ہونگی کہ انکے وہم و گمان میں بھی نہیں ہونگی ۰۰۰

التمسک بالارتفاق الثانی	۰۰۰ایسے ہی اگر ارتفاق سوم برباد ہو جائے
المتضمن غایته لکنه الارتفاق	تو اس ارتفاق کی حقیقت کا تصور قائم
الثالث واذا بطل الارتفاق الثانی	رکھتے ہوئے ارتفاق دوم کو مضبوطی سے
وجب التمسک بالارتفاق الاول	پکڑے رہیں - اور اگر ارتفاق دوم بھی بگڑ
۰۰۰۰۰۰واصل الفساد عدم	جائے تو ارتفاق اول کو مضبوط پکڑے
احاطة الناس بانواع الارتفاق	رہیں ۰۰۰۰ فساد کی جڑ یہ ہے کہ لوگ
والجمود علی علم واحد منها - (۱)	ارتفاقات کے تمام درجوں کا علم بھول
	جاتے ہیں اور فقط ایک ہی درجے کے علم پر جمود اختیار کر لیتے ہیں -

۵) ترتیباتی منصوبہ بندی درجہ بدرجہ اور وسائل کے مطابق ہونی چاہیے :

اسی طرح شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ بعض اوقات حالات ساتھ نہیں دیتے مگر لوگ ایک اعلی درجہ کیطرف تگ و دو میں اپنی قوت ضائع کرتے رہتے ہیں جسکا کوئی فائدہ نہیں نکلتا - حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ جو کچھ تھوڑا بہت حاصل ہو سکے وہ حاصل کرتے ہوئے اگلے درجات کو پیش نظر رکھیں - فرماتے ہیں :

" وکذلک الرجل الامام	" کبھی کبھی ایک ایسا شخص جو فطری طور
بالطبع قد تبطل عنه الامامة	پر قیادت کے جوہر سے آراستہ ہوتا ہے اور
اما بجور جائر او بارتفاقات	اسکی قیادت و حکومت ظالم کے ظلم یا

(۱) البدور البازغه ص - ۱۱۹ تا ۱۲۱ ملخصاً

اخر - فان كان فتيا في كسبه انحدر الى الارتفاق الثاني وعاش الى أن ياتيه الأمر وان لم يكن فتيا لم يزل يطمع في الامامة وهي تهرب عنه حتى يهلك جوعا واسىً وكذلك الرجل الذي كسبه الجهاد ربما يعجز آلات الجهاد ولم ينعقر الارتفاق عليه فان كان فتيا انحدر الى ما يناسب الارتفاق الثاني والا لم يزل يطمع فيه ويهرب هو عنه الى ان يهلك اسى وجوعا ومن ثمه قاله الحكيم البيت المشهور:

اذا لم تستطع امراً فدعه
وجاوزه الى ما تستطيع - (۱)

دیگر اسباب کی بناء پر رخصت ہو جاتی ہے پس اگر وہ سمجھدار ہو تو وہ دوسرے درجے پر آ جاتا ہے اور مناسب وقت کا انتظار کرتا ہے - تاہم اگر وہ مدبر اور سمجھدار نہ ہو تو وہ قیادت کے پیچھے دوڑتا ہے اور وہ اس سے بھاگتی رہتی ہے یہانتک کہ وہ تشنگی و حسرت کی حالت میں ہلاک ہو جاتا ہے - اسی طرح ایک مجاہد اور پیشہ ور جنگ آزما اپنے پاس مناسب اسلحہ پاتاہےلیکن اسکے مناسب حالات موجود نہیں ہوتے، پس اگر وہ سمجھدار ہو تو وہ ارتفاق ثانی کے درجے پر آ جاتا ہے اور اگر ایسا نہ ہو اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے بھاگتا رہے تو بے فائدہ ہلاک ہو جائے گا اور اسی ضمن میں ایک حکیم کا مشہور شعر ہے کہ

(ترجمہ) اگر تم میں کسی کام کو انجام دینے کی قوت نہیں تو اسے چھوڑ کر ایسے کام اختیار کر لو جو تمہارے بس میں ہو -"

---

(۱) البرور البارزہ ص - ۲۱ - ۱۲۰

تمت بالخیر

آ

===

آئین اکبری — مطبوعہ نول کشور لکھنؤ ۱۸۹۳ء

ا

===

ازالۃ الخفاء ، شاہ ولی اللہ دہلوی ، سہیل اکادمی - لاہور ۱۹۷۶

اسلام اور جدید معاشی نظریات - ابوالاعلیٰ مودودی -
اسلامک پبلی کیشنز لاہور - ۱۹۸۰ء

اسلام اور سود - ڈاکٹر انور اقبال قریشی -
اسلامک بک سروس لاہور - ۱۹۷۸ء

الاسلام دین الاشتراکیۃ - ندوات اذاعہ مصر

اسلام کا نظام تقسیم دولت - مفتی محمد شفیع -
دارالاشاعت کراچی - ۱۹۷۳ء

اسلام کا نظریہ ملکیت - حصہ اول و دوم - ڈاکٹر محمد نجات اللہ
صدیقی - اسلامک پبلی کیشنز لاہور - ۱۹۶۸ء

اسلام کی معاشی تعلیمات - (مقالات)
ادارہ تحقیقات اسلامی - اسلام آباد -

اسلام میں جاگیرداری و زمینداری کا نظام - مولانا ظفر احمد عثمانی
ادارہ اسلامیات - لاہور - ۱۴۰۳ھ

الاسلام والتنمیۃ الاقتصادیۃ - شوقی احمد دنیا -
دارالفکر العربی - الکویت -

اسلامی تاریخ پاک و ہند - ہدایت اللہ چودھری -
علمی کتب خانہ - لاہور - ۱۹۸۳ء

اسلامی حکمت معیشت اور موجودہ اقتصادی بحران -
جماعت اسلامی لاہور -

اسلامی معاشیات - مولانا مناظر احسن گیلانی -
مطبوعہ کراچی - ۱۹۶۲ء

افکار شاہ ولی اللہ - قاضی جاوید -
نگارشات لاہور - ۱۹۸۶ء

الطاف القدس - شاہ ولی اللہ دہلوی -
نصرة العلوم - گوجرانوالہ - ۱۹۶۴ء

البدور البازغة - شاہ ولی اللہ دہلوی -
شاہ ولی اللہ اکیڈمی سندھ - ۱۷۷۰ء

ب
===

بنیادی حقوق - محمد صلاح الدین -
ادارہ ترجمان القرآن - لاہور - ۱۷۷۸ء

پ
===

پاکستان کی نظریاتی بنیادیں - ڈاکٹر وحید قریشی -
ایجوکیشنل ایمپوریم - لاہور -

ت
===

تاریخ الدعوة الاسلامیة فی الہند - مسعود عالم ندوی -
دار العربیة - کویت -

تاریخ دعوت و عزیمت - مولانا ابوالحسن علی ندوی -
ادارہ نشریات اسلام - کراچی -

تجدید و احیائے دین - سید ابوالاعلی مودودی -
اسلامک پبلی کیشنز لاہور - ۱۹۸۶ء

تذکرہ حضرت شاہ ولی اللہ - مناظر احسن گیلانی -
نفیس اکیڈمی - کراچی - ۱۹۸۳ء

تصوف اور تعمیر کردار - علامہ شمس الحق افغانی -
محکمہ اوقاف - لاہور - ۱۹۶۷ء

التفہیمات الالہیہ - شاہ ولی اللہ دہلوی -
شاہ ولی اللہ اکادمی سندھ - ۱۹۷۰ء

التکافل الاجتماعی فی الاسلام - الاستاذ محمد ابوزہرہ -
دارالفکر العربی - کویت -

ج
===

جدید معاشیات - ایس ایم اختر -
پبلشرز یونائٹڈ لمیٹڈ لاہور - ۱۹۶۸ء

ح
===

حجۃ اللہ البالغہ - شاہ ولی اللہ دہلوی -
شیخ غلام علی اینڈ سنز - لاہور -

حسن التقاضی - فی سیرۃ الامام ابی یوسف القاضی - محمد زاہد الکوثری
مطبوعہ ایچ ایم سعید - کراچی - ۱۴۰۳ھ

حیات ولی - مولانا محمد رحیم بخش دہلوی -
مکتبہ سلفیہ لاہور - ۱۹۵۵ء

خ
===

الخیر الکثیر (مترجم) - شاہ ولی اللہ دہلوی -
شاہ ولی اللہ اکیڈمی سندھ - ۱۹۷۷ء

د
===

دور حاضر کے سیاسی و اقتصادی مسائل - مولانا محمد میاں -
مکتبہ قاسمیہ - لاہور - ۱۹۸۳ء

ر
===

الرحیم - (ماہنامے) - شاہ ولی اللہ اکیڈمی سندھ -

رود کوثر - شیخ محمد اکرام -

ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور -

س
===

سطعات - شاہ ولی اللہ دہلوی -

ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور - ۱۹۷۶ء

سکہ - اسلامی عہد میں - عبداللہ گیانی

کتاب منزل لاہور - ۱۹۴۸ء

سماجی انصاف اور اجتماعیت - غلام مصطفی قاسمی -

شاہ ولی اللہ اکیڈمی سندھ

سود - ابوالاعلی مودودی -

پین اسلامک پبلشرز - لاہور -

سوشلزم نمبر۔چراغ راہ -

کراچی - ۱۹۶۷ء

ش
===

شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ - مولانا عبیداللہ سندھی -

سندھ ساگر اکادمی لاہور ۱۹۷۳ء

شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ عمرانیات ومعاشیات -

بشیر احمد لدھیانوی۔مکتبہ بیت الحکمت - لاہور -

شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک - مولانا عبیداللہ سندھی۔

سندھ ساگر اکاڈمی لاہور - ۱۹۴۴ء

شاہ ولی اللہ اور قرآن و حدیث -

طلوع اسلام - دہلی -

شاہ ولی اللہ کا فلسفہ - ڈاکٹر عبدالواحد ہالے پوتا -
شاہ ولی اللہ اکیڈمی سندھ - ۱۹۸۱ء
شاہ ولی اللہ کی تعلیم - پروفیسر غلام حسین جلبانی -
شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدرآباد - ۱۹۷۵ء
شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات - مرتبہ - پروفیسر خلیق احمد نظامی
مکتبہ رحمانیہ لاہور -
شاہ ولی اللہ کے عمرانی نظریے - شمس الرحمن محسنی -
سندھ ساگر اکادمی لاہور -

ع
===

عبقات - شاہ محمد اسماعیل شہید -
مجلس علمی - ڈابھیل - ہند
علماء کے معاشی نظریات - جارج سول - ایس ایم اختر -
مجلس ترقی ادب لاہور - ۱۹۶۰ء
العقل والنقل - شبیر احمد عثمانی -
ادارہ اسلامیات - لاہور -
علماء ہند کا شاندار ماضی - مولانا محمد میاں -
مطبوعہ دہلی - ۱۹۵۷ء
علم الانتصار - علامہ محمد اقبال -
اقبال اکادمی لاہور - ۱۹۷۷ء
عہد مغلیہ کا نظام حکمرانی - ٹی اے سیو -
نیو پبلس - لاہور -
عہد مغلیہ مع دستاویزات - صفدر حیات صفدر -
نیو پبلس لاہور -

غ
===

غیر سودی بنکاری - ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی -
اسلامک پبلی کیشنز لاہور - ۱۹۸۱ء

ف
===

فلسفہ ہند و یونان - دین محمد شفیقی -
مجلس ترقی ادب لاہور - ۱۹۶۲ء
الفوزالکبیر فی اصول التفسیر - شاہ ولی اللہ دہلوی -
قرآن محل کراچی -
فیوض الحرمین (مترجم) - شاہ ولی اللہ دہلوی -
سندھ ساگر اکادمی لاہور -

ق
===

قرآنی دستور انقلاب - مولانا عبیداللہ سندھی -
ادارہ نشریات اسلام - لاہور -
القول الجمیل - شاہ ولی اللہ دہلوی -
کراچی -

م
===

مجموعہ وصایا اربعہ - " مشمولہ المقالۃ الوضیۃ فی النصیحۃ والوصیۃ "
شاہ ولی اللہ دہلوی ' شاہ ولی اللہ اکیڈمی سندھ -
مسوی مصفی - شرح موطا امام مالک - شاہ ولی اللہ دہلوی -
محمد علی کارخانہ کتب کراچی -
مشکلۃ الفقر و کیف عالجھا الاسلام - دکتور یوسف قرضاوی -
مکتبۃ وھبۃ قاہرہ - ۱۹۸۰ء

مکتوب مدنی (مترجم) - شاہ ولی اللہ دہلوی -
ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور -
مولانا سندھی اور ان کے افکار و خیالات پر ایک نظر - مسعود عالم ندوی
مکتبہ دین و دانش - پٹنہ -
مولانا عبیداللہ سندھی اور ان کے ناقد - مولانا سعید احمد اکبر آبادی
سندھ ساگر اکادمی لاہور -

ن
= = =

نزہۃ الخواطر - علامہ عبدالحئی الحسنی -
دائرہ معارف عثمانیہ - حیدر آباد دکن - ۱۹۵۷ء
نظام زکوۃ - محمد یوسف گورایہ -
ادارہ تحقیقات اسلامی - اسلام آباد -

ہ
= = =

ہمعات - شاہ ولی اللہ دہلوی -
شاہ ولی اللہ اکیڈمی سندھ - ۱۹۶۴ء
ہندوستانی معاشیات کے مبادی -
حیدرآباد دکن - ۱۹۳۶ء

And Muhammad is His Messenger-Dr.Anne Merie Schimmel-
London 1985

Economics of Islam by Shaikh Mahmud Ahmed - SH. M.
Ashraf Lahore 1964

Later Mughal History of Punjab H.R.Gupta-Sange Meel
Publications Lahore

Shah Wali Allah - Dr.Fazle-Mahmud-Maktaba Rashidia Lahore.

- THE END -

اسماء

ف
===

ق
===

ل
===

م
===

****

****

****

مقامات

ع

غ

ف

ق

ک

گ

ل

نیو ٹاون (کراچی) ۰۰۰۰۰۰۰۰ ۱۷

ھ
==

ھندوستان (برصغیر) ۰۰۰۰۰۰۰ پوری کتاب

ی
==

یمن ۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰ ۲۹۷

یورپ ۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰ ۵۱ ، ۱۳۴

ٹائپسٹ ************************ محمد الیاس راہی

پشاور یونیورسٹی

==========